اسلام کا نظامِ تربیت

تالیف

مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(مرتبِ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، انڈیا)

ترتیبِ جدید، تبویب، تخریج و تحقیق

مولانا محمد نعمان صاحب

أستاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

حضرت مولانا محمد نعمان صاحب کی کتابیں اور بیانات واٹس ایپ پر حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں 0311-2645500

ادارۃ المعارف کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ مضامین

اسلام کا نظام تربیت

مضامین	صفحہ نمبر

عرضِ مؤلف ۳۲

بچوں کی تربیت اسلام میں ۳۵

تربیت کی ابتداء ۳۵

والدین کو ہدایات ۳۵

ہمبستری کے وقت دعا ۳۵

خلاف ورزی کا نقصان ۳۶

شیطان کا تصرف ۳۷

فراغت کے بعد دعا ۳۷

ایام حمل میں احتیاط ۳۸

بچوں کے کان میں کلماتِ اذان اور تحنیک ۳۸

پیدائش کے بعد پہلی آواز ۳۸

پیغمبر خدا کا عمل ۳۹

اذان کا مسنون ہونا ۳۹

اذان کے فوائد ۳۹

اذان کی حکمت ۴۰

اذان کے ساتھ اقامت بھی ۴۰

سورہ اخلاص کی تلاوت ۴۲

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا عمل ۴۳

امام نووی رحمہ اللہ کی رائے ۴۳

اذان کون دے؟ ۴۴

تحنیک ۴۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور ۴۵

تحنیک کون کرے؟ ۴۵

تحنیک کی حکمت ۴۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ۴۷

بدعات سے اجتناب ۴۸

بچوں کے لئے اچھے نام ۴۸

نام کس دن رکھا جائے؟ ۴۸

علامہ عینی رحمہ اللہ کی صراحت ۴۹

ساتویں دن نام رکھنا ۴۹

روایات میں تطبیق ۵۰

اچھے نام کی تاکید اور اس کی وجہ ۵۰

قیامت میں ماں کی طرف منسوب کر کے پکارے جانے کی وجہ ۵۱

دونوں روایتوں میں تطبیق ۵۲

عمدہ نام رکھنا ۵۳

انبیائے کرام کے ناموں پر نام رکھنا ۵۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت اور نام کا اجتماع ۵۴

محمد نام کی تعظیم ۵۵
بُرے نام کی ممانعت ۵۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ناموں کی تبدیلی ۵۸
کبر وغرور والے نام کی ممانعت ۵۹
ملائکہ کے نام کی ممانعت ۶۰
ساتویں دن نام رکھنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی نظر میں ۶۱
ساتویں دن سے پہلے نام رکھے جانے کے متعلق علماء کی رائے ۶۲
نام میں غیر اللہ کی طرف نسبت جائز نہیں ۶۲
عقیقہ اسلام کی نظر میں ۶۳
عقیقہ مستحب ہے ۶۳
تحقیق لفظِ عقیقہ ۶۶
عقیقہ میں جانور ذبح کرنا ۶۶
عقیقہ کی اہمیت ۶۷
عقیقہ کے فوائد ۶۷
عقیقہ اور شفاعتِ والدین ۶۸
عقیقہ اور صحت وراحت ۶۸
عقیقہ کا حسنِ ادب میں دخل ۶۹
ملا علی قاری رحمہ اللہ کی صراحت ۶۹
راوی کی طرف سے زیادتی اور اس کی حقیقت ۷۰
علامہ تورپشتی رحمہ اللہ کی رائے ۷۱
لڑکے کے لئے دو جانوروں کا استحباب ۷۱

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی رحمہ اللہ کی صراحت ۷۲
دو جانوروں کے استحباب کی وجہ ۷۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی دلالت ۷۳
لڑکے کی جانب سے دو جانوروں کی وجوہِ ترجیح ۷۴
ملا علی قاری رحمہ اللہ کی صراحت ۷۴
عقیقہ کی ایک عقلی حکمت ۷۵
عقیقہ میں بال کاٹنا اور اس کے برابر چاندی صدقہ کرنا ۷۵
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمل ۷٦
سر پر زعفران کا تیل ملنا ۷٦
ساتویں دن عقیقہ نہ ہونے کی صورت میں بالوں کا حکم ۷٦
عقیقہ کس دن مستحب ہے؟ ۷۷
ساتویں دن نہ ہو سکے تو کیا کرے؟ ۷۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ ۷۹
عقیقہ نہ چھوڑا جائے ۸۰
دعائے عقیقہ ۸۱
عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھنا ۸۱
امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف ایک غلط انتساب ۸۲
بکرے بکری کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی ۸۳
قربانی کے ساتھ عقیقہ ۸۷
عقیقہ کا گوشت ۸۸
عقیقہ کے جانور کی کھال ۸۸
عقیقہ کا جانور کون ذبح کرے اور عقیقہ کے اخراجات ۸۹

غلط رسوم سے اجتناب ۹۰

ختنہ اور اس کی حیثیت ۹۰

ختنہ کا حکم ۹۱
نواسہ رسول کا ختنہ ۹۱
ختنہ کی اہمیت اسلام میں ۹۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ ۹۳
ختنہ کی ابتداء ۹۴
ختنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ۹۴
ختنہ کے فوائد ۹۵
ختنہ کس عمر میں ہونا چاہئے ۹۶
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ختنہ ۹۶
ختنہ اس وقت ہو جب بچہ توانا ہو جائے ۹۷
ختنہ کے سلسلہ میں فقہاء کی صراحت ۹۷
امام اعظم رحمہ اللہ سے متعین وقت کی روایت نہیں ہے ۹۸
سات سال میں ختنہ اور اس کی وجہ ۹۹
دس اور بارہ سال کی عمر میں ختنہ اور اس کی وجہ ۹۹
طاقت پر محمول ہونے کی وجہ ۱۰۰
ساتویں دن ختنہ کے متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ کی رائے ۱۰۱
عورتوں کا ختنہ ۱۰۱
عورتوں کا ختنہ ضروری نہیں ۱۰۳
لڑکوں کا ختنہ ضروری ہے ۱۰۳

مختون بچہ ۱۰۳

جوانی اور بڑھاپے میں ختنہ ۱۰۴

ختنہ کی وجہ ۱۰۵

ختنہ کی اجرت ۱۰۵

انبیائے کرام علیہم السلام اور ختنہ ۱۰۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختنہ کے سلسلہ میں اختلاف ۱۰۷

زیورات کے لئے بچیوں کے کان ناک چھیدنا ۱۰۸

بچیوں کے کان چھدوانا درست ہے ۱۰۸

بچوں کا کان چھیدنا جائز نہیں ۱۰۸

ناک میں سوراخ کرانا ۱۰۹

خواتین کے ختنہ اور کان چھیدنے کی ابتداء ۱۱۰

کان چھیدنے کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے ۱۱۰

فقہائے امت کی رائے ۱۱۱

عہد نبوی میں کان چھیدنا ۱۱۱

بچیوں کے لئے چاندی، سونا اور ریشم کا استعمال ۱۱۲

لڑکوں کے لئے سونے اور ریشم کا استعمال ۱۱۳

سونا چاندی کے برتن کا استعمال ۱۱۳

انگوٹھی وغیرہ کا استثناء ۱۱۴

بچوں کو مہندی لگانا درست نہیں ۱۱۵

پازیب وغیرہ کا حکم ۱۱۵

بچوں کی پرورش ۱۱۶

والدین کی ذمہ داری ۱۱۶
کتاب اللہ میں حقوقِ اولاد کا بیان ۱۱۶
ذمہ داری ڈالنے میں ہر ایک کا لحاظ ۱۱۸
ماں کے ذمہ رضاعت اور باپ کے سر دوسری ذمہ داری ۱۱۸
قانونی ذمہ داری باپ کے سر ۱۱۹
باپ پر ذمہ داری کی وجہ ۱۲۰
رضاعت کے سلسلے میں ماں پر جبر ۱۲۱
رضاعت میں ماں مقدم ہے ۱۲۱
ماں کی تقدیم کی وجہ ۱۲۳
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ۱۲۳
ماں کے حق کی مدت ۱۲۴
آداب و تعلیم والد کے ذمہ ۱۲۴
والد پر جبر ۱۲۵
جبر کی وجہ ۱۲۵
نابالغ اولاد خود مختار نہیں ۱۲۶
بلوغ کے بعد اختیار ۱۲۷
بعض عیوب کی وجہ سے ماں کا حقِ حضانت سلب ہو جائے گا ۱۲۷
بے نمازی ماں کا حق ۱۲۸
لڑکی کس عمر تک ماں کے پاس رہے گی؟ ۱۲۹
ماں کے بعد دیگر رشتہ داروں کو حقِ پرورش ۱۲۹
بچے فاسق عصبات کے حوالے نہیں کئے جائیں گے ۱۳۰

بچے اور مذہبی تعلیم ۱۳۲

دینی آداب کا لحاظ و پاس ۱۳۲

بولنے پر قدرت کے بعد اولین تعلیم ۱۳۲

ادب اور تمیز کا سلیقہ ۱۳۳

والدین کی حیثیت امین کی ہے ۱۳۳

بچہ کی تربیت میں والدین کے اخلاق کے اثرات ۱۳۴

انسان میں فطری استعداد ۱۳۵

ماحول کے اثرات ۱۳۶

بچوں کی دینی تعلیم کا فریضہ والدین پر ہے ۱۳۷

دینی تعلیم اور شرعی آداب ۱۳۸

اسلام ہر اچھی چیز کی تعلیم دیتا ہے ۱۳۹

والدین کی طرف سے اولاد کو بہترین عطیہ ۱۴۰

بچہ کا حق والدین پر ۱۴۱

تعلیم کے سلسلہ میں باپ کی تخصیص اور اس کی وجہ ۱۴۲

ماں پر تعلیم اولاد کی ذمہ داری ۱۴۲

عبادت و معاشرت کی تعلیم کا حکم ۱۴۳

تربیت میں اعتدال ۱۴۴

حسن ادب کی ذمہ داری والدین پر ہے ۱۴۵

حسن ادب سے مراد آدابِ شرعی ہیں ۱۴۶

ترکِ تادیب باعثِ عقاب ہے ۱۴۶

تربیت کو بقاء ۱۴۷

شخصِ واحد کی ہدایت ساری دنیا سے بہتر ہے ۱۴۷

بچوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت ۱۴۸
والدین کے اخلاقی اثرات ۱۴۹
دین اور آخرت سے غفلت ۱۴۹
کتاب وسنت کی تعلیم ۱۵۰
دین سے بے خبری کا عالم ۱۵۰
مسلمان کی بسم اللہ دینی تعلیم سے ہے ۱۵۲
کتاب اللہ کی تعلیم اور اس کے فضائل ۱۵۴
قرآن پڑھنے والے مسلمان کی مثال ۱۵۴
علم کی فضیلت عبادت پر ۱۵۵
دنیاوی علوم سے پہلے دینی علوم ۱۵۶
حلال وپاک غذا ۱۵۷

اولاد اور اُسوہ انبیائے کرام علیہم السلام ۱۵۷

انسان کی دلی تمنا ۱۵۷
اولاد کے لئے آخرت کی فکر ۱۵۸
اسوہ انبیاء اور اولاد کی دینی ترقی ۱۵۸
اولاد کے اطاعت گزار بنانے کے لئے دعا ۱۵۹
اولاد کو تاکید ۱۵۹
مسلمانوں کے لئے اُسوہ حسنہ ۱۶۰
ماحول کے اثرات اور دین پر ثابت قدمی کی دعا ۱۶۰
اولاد کے رزقِ حلال اور امن وامان کی فکر ۱۶۱
پابندِ نماز ہونے کی دعا ۱۶۱

دنیاوی امن وامان کی دعا ۱۶۲
ام مریم کی اولاد کے حق میں دعا ۱۶۲
درسِ خیر خواہی ۱۶۳
حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ۱۶۴
اولاد سے مقصود ۱۶۴
اسوہ پیغمبری اولاد کی تربیت میں ۱۶۵
بچوں کی آخرت اور والدین ۱۶۵
دعائے نوح اور طوفان ۱۶۶
پسرِ نوح کو باپ کی نصیحت ۱۶۶
بیٹے کی ضد ۱۶۷
باپ کا درد وسوز ۱۶۷
دعا ودرخواست ۱۶۸
اُسوہ نوح علیہ السلام ۱۶۹
صالحین کی دعا اولاد کے حق میں ۱۶۹
مذہبی تعلیم کی اہمیت ۱۷۰
ایک مسلمان باپ کا فریضہ ۱۷۱
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اوصاف ۱۷۲
اسوہ نبی اور امت ۱۷۲
دین سے غفلت ۱۷۳

اولاد کے حق میں دعا اور بددعا کی اہمیت ۱۷۳

اولاد کے لئے بددعا کی ممانعت ۱۷۴
ماں کی بددعا کا اثر ایک عابد بیٹے پر ۱۷۴

والدین کی بد دعا مقبول ہے ۱۷۶

علامہ زمخشری رحمہ اللہ اور ماں کی بد دعا ۱۷۶

بچوں کو لعن طعن کا غلط رواج ۱۷۷

تربیت سے غفلت کا نتیجہ ۱۷۷

اولاد سے انس و محبت ۱۷۸

اُم موسیٰ کی محبت اپنی اولاد سے ۱۷۹

محبت اولاد کی قدر افزائی ۱۸۰

اولاد کی کشمکش موت وحیات پر ماں کی مامتا کا حال ۱۸۰

ایک پیغمبر کے دل میں اولاد کی محبت ۱۸۱

بیٹے کا غم ۱۸۲

محبت اولاد سنت کی روشنی میں ۱۸۲

بچوں کی محبت پر بشارت ۱۸۳

بیٹے کو بیٹی پر ترجیح دینے کی ممانعت ۱۸۴

بچوں سے نفرت کی ممانعت ۱۸۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی اولاد سے ۱۸۵

حضرت فاطمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ۱۸۶

سفر سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر ۱۸۷

اولاد کے غم کا والدین پر اثر ۱۸۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم سے ۱۸۹

بچہ کی موت کا اثر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۹۰

اولاد سے تأثر ۱۹۰

اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت ۱۹۱

شیعوں کے غلط عقائد ۱۹۲
بغیر عمل کے نسب کام نہیں آتا ۱۹۲
دخولِ جنت و دوزخ میں نسب کو دخل نہیں ۱۹۲
اعمالِ صالحہ میں کوتاہی کی تلافی نسب سے نہیں ہوسکتی ۱۹۳
مسلمانوں کا عمل ۱۹۴
بلندی و پستی عمل سے ۱۹۴
ابویزید رحمہ اللہ کا بیان اپنے ایک مرید سے ۱۹۵
آخرت کی طرف اولاد کو متوجہ کرنا ۱۹۶
تعلیم گاہیں اور سیرت سازی ۱۹۷
اساتذہ کرام اور تعلیم گاہوں کی ذمہ داری ۱۹۷
اساتذہ کرام کے ضروری اوصاف ۱۹۸
استاذ میں باپ کی سی شفقت ہو ۱۹۸
اخلاص وایثار ۱۹۹
نرم خوئی ۲۰۰
حرص وہوس سے اجتناب ۲۰۱
طلبہ میں ترغیب وتشویق ۲۰۲
کاروباری نظریہ کی ہلاکت خیزیاں ۲۰۲
حسن تدبیر اور حسن سلوک ۲۰۳
پاکیزہ عمل اور بلند کرداری ۲۰۴
مرکزِ اصلاح ۲۰۵
بلوغ اور شادی ۲۰۶
شباب اور اس کا طوفان ۲۰۶

شادی کی ضرورت ۲۰۶

اسلام کا حکم ۲۰۷

والدین پر ذمہ داری ۲۰۷

بچی کی عمر کی صراحت ۲۰۷

دیر سے شادی پر بحث ۲۰۸

دیر سے شادی اور برائی ۲۰۸

شادی میں شادی والوں کے ذوق کی رعایت ۲۰۹

نابالغ بچوں سے متعلق چند مسائل ۲۰۹

نابالغ مکلّف نہیں ۲۰۹

احکام میں بلوغ کی شرط ۲۱۰

حد بلوغ ۲۱۰

نابالغ پر حدود قصاص نہیں ۲۱۱

بچہ پر فطرہ اور قربانی ۲۱۱

بچہ کی زمین پر عشر وخراج ۲۱۲

بچہ کی نماز وروزہ ۲۱۲

بچہ کی عبادت اور اس کا ثواب ۲۱۲

بچہ کی امامت ۲۱۳

بچہ کی قرأت سے سجدہ تلاوت ۲۱۳

بچہ کی اقتداء سے جماعت ۲۱۳

بچہ کو ولایت حاصل نہیں ۲۱۳

بچہ کی حکومت ۲۱۳
بچوں کے لئے نواقضِ وضو ۲۱۵
بچہ کی اذان ۲۱۶
بچہ کے لئے نماز میں قیام ۲۱۶
بچہ کے لئے طہارت ۲۱۶
بچہ کا مستعمل پانی ۲۱۷
بچہ کا نمازِ جنازہ پڑھنا ۲۱۷
بچہ کی روایت ۲۱۷
بچہ کا ہبہ ۲۱۷
بچہ کی خریداری ۲۱۸
بچہ اور قرآن مجید ۲۱۸
لڑکیوں کا ناک کان چھیدنا ۲۱۸
بچہ کے لئے ہدیہ ۲۱۸
مراہق اور حلالہ ۲۱۹
بچہ کا قبضہ مالِ مباح پر ۲۱۹
بچہ کا حکم لقطہ میں ۲۱۹
بچہ اور سلام وجواب ۲۱۹
بچہ کا قبول اسلام اور ارتداد ۲۲۰
بچہ کا ذبیحہ ۲۲۰
بچہ اور اجنبی عورت ۲۲۱

بچہ کی طلاق ۲۲۱
بچہ اور حرمتِ مصاہرت ۲۲۱
بچہ اور قسامت و دیت ۲۲۱
کافر بچہ کا قتل ۲۲۱
بچہ کی قسم ۲۲۲
بچہ کی سزا ۲۲۲
بچہ کا قبول ۲۲۲
غیر مشتہاۃ بچی کے ساتھ سفر ۲۲۲
بچہ اور مسئلہ دیت ۲۲۲
اگر بچہ درخت پر ہو ۲۲۳
بچہ سے کام اور اس کی ہلاکت ۲۲۳
بچہ سے پھل تڑوانا ۲۲۳
بچہ کی ہلاکت وحفاظت ۲۲۳
بچہ اور ناجائز چیز کا استعمال ۲۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اس حقیقت میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی کی نعمتیں اور احسانات بے شمار ہیں، ان میں ایک گرانقدر نعمت اولاد ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا. (الکھف: ۴۶)

مال اور اولاد دُنیوی زندگی کی زینت ہیں۔

اس گرانقدر نعمت کا صحیح اندازہ اس شخص کو ہوسکتا ہے جو اس سے محروم ہے، ایسا شخص اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

یہ بھی ایک دوسری حقیقت ہے کہ جہاں اولاد ایک بیش قیمت نعمت ہے وہیں ایک امانت اور بڑی ذمہ داری بھی ہے، جس کے بارے میں ہر ماں باپ کو قیامت کے دن جواب دینا پڑے گا کہ انہوں نے اس نعمت کی قدر کی یا اِسے یوں ہی برباد کردیا۔ اور اولاد کی اصل خوبصورتی کمال دین اور حسن اخلاق میں ہے، ورنہ یہ اولاد والدین کے لئے دنیا وآخرت میں وبالِ جان ثابت ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. ❶

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار اور نگران ہے اور اس سے اپنے ماتحت کے متعلق سوال کیا جائے گا، حاکم سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، ایک آدمی سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

---

❶ صحيح البخاری: كتاب الوصايا، باب تأويل قول الله تعالى: من بعد وصية يوصى بها أو دين، ج۴ ص۵، رقم الحديث: ۲۷۵۱

آدمی کا اہل وعیال بھی اس کی رعیت ہے اور ایک بڑی امانت ہے، جسے ضائع کرنے اوراس ذمہ کی ادائیگی میں کمی کرنے سے اللہ تعالی نے خبر دار کیا ہے۔ارشادِ باری تعالی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا قُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا. (التحريم: ٦)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

فَمَنۡ أَهۡمَلَ تَعۡلِيۡمَ وَلَدِهِ مَا يَنۡفَعُهُ وَتَرَكَهُ سُدًى فَقَدۡ أَسَاءَ إِلَيۡهِ غَايَةَ الۡإِسَاءَةِ وَأَكۡثَرُ الۡأَوۡلَادِ إِنَّمَا جَاءَ فَسَادُهُمۡ مِنۡ قِبَلِ الۡآبَاءِ وَإِهۡمَالِهِمۡ لَهُم وَ تَرۡكِ تَعۡلِيۡمِهِمۡ فَرَائِضَ الدِّيۡنِ وَسُنَنِهِ فَأَضَاعُوۡهُمۡ صِغَارًا فَلَمۡ يَنۡتَفِعُوۡا بِأَنۡفُسِهِم وَلَمۡ يَنۡفَعُوۡا آبَائَهُمۡ كِبَارًا كَمَا عَاتَبَ بَعۡضُهُمۡ وَلَدَهُ عَلَى الۡعُقُوۡقِ فَقَالَ يَا أَبَتِ أَضَعۡتَنِيۡ وَلِيۡدًا فَأَضَعۡتُكَ شَيۡخًا. ❶

جس نے اپنی اولاد کو مفید باتوں کی تعلیم دینے میں کمی وکوتاہی کی اور انہیں یونہی بیکار چھوڑ دیا ان کے ساتھ اس سے زیادہ برا معاملہ کوئی نہیں ہوسکتا، اور تجربات شاہد ہیں کہ اکثر وبیشتر اولاد کے بگاڑ کے سبب خود ان کے والدین ہی ہوتے ہیں، کیونکہ انہیں بیکار چھوڑ دیتے ہیں انہیں دین کے فرائض (بنیادی باتوں کی تعلیم) نہیں دیتے اور نہ ہی سنن ومستحبات کی تعلیم دیتے ہیں۔اس طرح انہیں بچپن میں ہی برباد کر دیتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو یہ بچے خود ہی اپنے لئے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں اور نہ ہی اپنے والدین کے بڑھاپے میں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، جیسے ایک والد نے اپنے بچے کو سرزنش کی تو بچے نے کہا اے ابا جان! تو نے بچپن میں مجھے ضائع کیا میں بڑھاپے میں آپ کو ضائع کروں گا۔

بچے کی تربیت کے سلسلہ میں اصل بات جس کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ ان کے دل ودماغ میں اللہ تعالی کی عبادت اور بندگی کا بیج بویا جائے، اُسے اِن کے اندر جاں

❶ تحفة المودود بأحكام المولود: الباب الخامس عشر، ص ۲۲۹

گزیں کیا جائے اور پھر برابر اس کی نگہداشت بھی کی جائے، اور اللہ تعالی کا سب سے بڑا فضل واحسان یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش دین اسلام (دین فطرت) پر ہوتی ہے، اس لئے تربیت کے معاملہ میں صرف خیال رکھنے اور ہمیشہ نگرانی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بچہ کج روی اور گمراہی کا شکار نہ ہو۔

اللہ تعالی کی تعظیم ومحبت اور اس کے احسانات پر شکر کے جذبات، نیز ذاتِ باری تعالی کا خوف اور اس سے امیدیں اپنے بچوں کے دلوں میں موجزن کرنا چاہئے، انہیں صحیح عقیدہ کی تعلیم دینا چاہئے، نیز عقیدہ کی غلطیوں پر ٹوک کر ان کی اصلاح کرنی چاہئے۔ شرک وکفر اور بدعات ومعصیت سے ان کے دلوں میں نفرت وکراہت پیدا کرنی چاہئے، نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی عادت ڈالنی چاہئے، اس طرح انہیں دین پر استقامت نصیب ہوگی، اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا:

يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. ❶

اے بچے! میں تجھے چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، اللہ تعالی (کے احکامات) کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کر اس کو اپنے سامنے پائے گا، جب

❶ سنن الترمذی: أبواب صفة القيامة، باب ما جاء فی صفة أوانی الحوض، باب، ج۴ ص۶۶۷، رقم الحديث: ۲۵۱۶

تجھے مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ، اور جب مدد طلب کرنا ہو تو اللہ سے ہی مدد طلب کر، یقین جان لو کہ اگر ساری امت اکٹھی ہو جائے کہ تجھے کچھ نفع پہنچا دے تو نفع نہیں پہنچا سکتی مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری امت اکٹھی ہو جائے کہ تجھے کچھ ضرر پہنچا دے تو ضرر نہیں پہنچا سکتی مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے خلاف لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

عقائد کی درستگی کے بعد سب سے اہم فریضہ پنج وقتہ نماز کا ہے، بچہ کے دل میں نماز کی اہمیت اور قدر و منزلت کا شعور و احساس بٹھانا چاہئے، سات سال کا ہوتے ہی اُسے نماز کا حکم دینا چاہئے اور دس سال کا ہو جانے کے بعد کوتاہی کرنے پر سزا دینی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. ❶

اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو (نماز نہ پڑھنے پر) انہیں مارو، اور (دس سال کی عمر میں) انہیں الگ الگ سُلایا کرو۔

اولاد کی تعلیم و تربیت، نگرانی و توجہ اور ان کی ضروریات و تعلیمی اخراجات اور انہیں خوش رکھنا اور ان سے دل لگی کی باتیں کرنا سب عبادت میں داخل ہیں، بشرطیکہ آدمی ان سب پر اللہ سے اجر و ثواب کی نیت اور امید رکھے، اولاد پر خرچ کرنا تو باعث اجر و ثواب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ. ❷

---

❶ سنن أبي داود: كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، ج ١ ص ١٣٣، رقم الحديث: ٤٩٥ ❷ صحيح البخاري: كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة، ج ١ ص ٢٠، رقم الحديث: ٥٥

آدمی اپنے اہل وعیال پر اجر وثواب کی نیت سے جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔یعنی اس میں صدقہ کا ثواب ہے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

دِینَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ. ❶

ایک دینار تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار تم نے غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار تم نے مسکین پر صدقہ کیا، ایک دینار تم نے اپنے بیوی بچے پر خرچ کیا، اس میں سب سے زیادہ ثواب اس دینار کا ہے جو تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔

تربیت کے معاملے میں اخلاص انتہائی ضروری ہے، بچوں کی تربیت سے ہمارا مقصود ومطلوب اللہ کی رضا اور خوشنودی ہونا چاہئے، اگر تربیت سے دنیا مقصود ہے تو پھر ساری محنت وتوجہ ثواب سے خالی ہونے کی وجہ سے اکارت اور رائیگاں ہوجاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دیتے ہیں لیکن ان کا مقصد نیک نامی، مدح وثنا یا پھر ڈگریوں اور عہدوں کا حصول ہوتا ہے، بے شک اچھی تعلیم سے ان کو یہ چیزیں حاصل ہوجاتی ہیں لیکن یہ ثانوی چیزیں ہیں، اصل چیز تو اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی ہے۔

اپنی محنت وکاوش اور عملی جدوجہد کے ساتھ ساتھ رب کریم سے دعائیں بھی کرنا چاہئے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت رہی ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کے لئے شرک سے حفاظت کی دعا فرمائی، ارشاد ہے:

❶ صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب ما فضل النفقة علی العیال والمملوک، ج ۲ ص ۶۹۱، رقم الحدیث: ۹۹۵

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ. (إبراهيم: ۳۵)

اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے دعا کی تھی: اے میرے رب! اس شہر (مکہ) کو پُرامن بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بھی (اس بات سے) بچائے رکھنا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

اسی طرح سورہ فرقان میں رحمان کے حقیقی بندوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا. (الفرقان: ۷۴)

اور جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا۔

دعائیں وہ قیمتی ہتھیار ہیں جن سے گمراہ ہدایت یاب ہوتے اور بگڑے ہوئے سدھر جاتے ہیں، آدمی کی محنت اور لگن کے ساتھ جب اللہ کی توفیق و نصرت شامل حال ہوجائے تو منزل بہت قریب ہوجاتی ہے۔

اپنی اولاد کے لئے رزق حلال کا اہتمام کرنا چاہیے، شبہات اور حرام سے بچنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ. ❶

ہر وہ جسم جس کی پرورش حرام سے ہوئی اس کا زیادہ حقدار جہنم ہے۔

تربیت کے لوازم میں خود عملی نمونہ پیش کرنا ہے، اگر بچہ اپنے باپ کو بے نمازی دیکھے گا تو وہ خود نماز کی پابندی کیونکہ کرے گا؟ اگر بچی اپنی ماں کو خلافِ شریعت کاموں میں پائے

❶ شعب الإيمان: المطاعم والمشارب وما يجب التورع عنه منها، ج۷ ص ۵۰۴، رقم الحديث: ۵۳۷۵

گی تو وہ خود کیونکر اس سے بچے گی؟ اگر ماں باپ نیک صالح ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کی اولاد کی نُصرت وحفاظت فرماتا ہے، چنانچہ سورہ کہف میں اللہ تعالی نے موسی اور خضر علیہما السلام کے قصے میں بیان فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک گرتی ہوئی دیوار کو اجرت کے بغیر ٹھیک کر دیا، وجہ یہ تھی کہ وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی، اس دیوار کے نیچے ان کے لئے خزانہ مدفون تھا اور ان کا والد ایک نیک صالح انسان تھا، لہٰذا اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کو پہنچ کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ (کہف:۸۲)

یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ والد ایک صالح انسان تھا جس کی نیکی کا فائدہ اس کی وفات کے بعد اس کے بچوں کو حاصل ہوا۔

جس طرح ایک آدمی اپنے دنیاوی معاملات کی باریکیوں کے جاننے کا نہ صرف حریص ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے بھرپور کوششیں کرتا ہے اسی طرح والدین کو تربیت کے عمدہ اصولوں اور طریقوں کی معرفت کے لئے بھی محنت کرنی چاہیئے، باصلاحیت افراد سے مشورہ لینا چاہیئے، تربیت سے متعلق کتابیں اور اہلِ علم کے مواعظ تلاش کر کے ان سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

تربیتِ اولاد کے سلسلے میں عربی زبان میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں دو کتابیں اپنی جامعیت، استیناد اور افادیت کے لحاظ سے دیگر کتب سے ممتاز ہیں:

۱...... ''تربية الأولاد في الإسلام'' (شیخ عبداللہ ناصح علوان)

اس کتاب کا اردو ترجمہ حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ نے ''اسلام اور تربیتِ اولاد'' کے نام سے کیا ہے، جو دار التصنیف بنوری ٹاؤن سے دو جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

۲...... ''الطفل في ضوء القرآن والسنة'' (شیخ احمد خلیل جمعہ)

اس کتاب کا اردو ترجمہ علماء کی ایک جماعت نے بنام ''اولاد کی تربیت قرآن وحدیث کی روشنی میں'' کیا ہے، یہ ترجمہ بیت العلوم لاہور سے شائع ہوا ہے۔

اردو زبان میں اولاد کی تربیت کے عنوان پر جامع ومدلل کتاب حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین ندوی مفتاحی رحمہ اللہ کی زیرِنظر کتاب ''اسلام کا نظام تربیت'' ہے۔

مصنف نے اسلامی نظام پر چار جامع کتابیں تصنیف کیں:

۱......اسلام کا نظام امن

۲......اسلام کا نظام عفت وعصمت

۳......اسلام کا نظام مساجد

۴......اسلام کا نظام تربیت

بفضل اللہ تعالی راقم نے موصوف کی مندرجہ بالا چاروں کتابوں کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق حسنِ ترتیب، عنوانات، تسہیل، تقدیم اور تخریج وتحقیق کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

اسلامی نظام پر لکھی گئی یہ چاروں کتابیں اپنی جامعیت، افادیت اور استیناد کے پیشِ نظر بے نظیر وبے مثال ہیں۔

راقم کی ناقص رائے کے مطابق اردو زبان میں ان موضوعات پر ان سے زیادہ جامع، مفصل ومدلل کتابیں موجود نہیں ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی ندوی رحمہ اللہ کو اللہ تبارک وتعالی نے خداداد صلاحیتوں سے نوازا تھا، آپ ایک بلند پایہ فقیہ اور عظیم مصنف تھے، جس موضوع پر قلم اٹھایا تو اس کا حق ادا کیا، حتی الامکان اس موضوع کا مکمل احاطہ کیا، تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخی اعتبار سے اس موضوع پر کوئی تشنگی نہیں چھوڑی۔ آپ نے فتاوی دارالعلوم دیوبند جیسے بحر بیکراں کی تخریج وتحقیق کا ایک علمی وتحقیقی کام سرانجام دیا، اس فتاوی کی جلد اول صفحہ ۴۴ تا

۹۷ تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ایک مفصل اور مدلل مقدمہ بھی لکھا جو اہل علم کے لئے قابل دید ہے۔

ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی مشہور ومعروف لائبریریوں میں تلاش کرنے سے بندے کو مصنف کی مندرجہ بالا چار کتابوں کے علاوہ مزید سات کتابیں دستیاب ہوئیں۔ مصنف کی تصنیفات میں دیگر بھی کئی کتابوں کے نام ملتے ہیں لیکن مجھے تلاش بسیار کے ساتھ ان کی گیارہ کتابیں دستیاب ہوئیں۔ چار نظام پر لکھی گئی اور بقیہ سات مندرجہ ذیل ہیں:

۱......مصائب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب ندوۃ المصنفین دہلی سے ۱۹۵۹ء جولائی میں چھپی ہے، یہ کتاب ۱۹۱ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مندرجہ ذیل مرکزی عنوانات کے تحت کئی ذیلی عناوین ہیں:

۱......مصائب وآلام نبوت سے پہلے

۲......مصائب وآلام نبوت کے بعد

۳......اذیتِ رسول کی تدبیریں

۴......مصالحت کے پیرائے میں اذیت رسول

۵......رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے گئے بے انتہا مظالم

۶......منافقین کی شرارت وشیطنت

۷......تبلیغ دین میں رکاوٹیں

۸......پیغمبر اسلام کو مٹانے کی ناپاک تدبیریں

۹......رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر وفاقہ

۱۰......قدرتی مصائب وآلام

اس موضوع پر اس جامعیت وتفصیل کے ساتھ اسلامی لٹریچر میں یہ پہلی کتاب ہے، یہ

کتاب دار العلوم کراچی کی لائبریری میں موجود ہے۔

اس کتاب کو تخریج وتحقیق کے ساتھ چھاپ دیا جائے تو یہ اہل علم اور عوام دونوں کے لئے نہایت مفید کتاب ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے دین حق کی دعوت کے دوران آنے والے مصائب وآلام، تکالیف و پریشانیوں پر صبر واستقامت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جب حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر مصائب وتکالیف آئیں تو ہم پر بھی آئیں گی، ہمیں دعوتِ دین اور اشاعت میں صبر وتحمل اور استقامت سے کام لینا چاہئے۔

۲......مشاہیر علمائے دیو بند

یہ کتاب دفتر اجلاس صد سالہ دار العلوم دیو بند سے چھپی ہے، یہ کتاب ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں نہایت اختصار کے ساتھ ۱۹۷ اکابر علمائے دیو بند کے حالات ہیں۔

۳......حیات مولانا گیلانی

یہ کتاب مجلس نشریات اسلام کراچی سے چھپی ہے، یہ ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، مصنف نے یہ کتاب اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی رحمہ اللہ کی سوانح پر تصنیف کی ہے، اس کے لفظ لفظ سے شیخ کے ساتھ عقیدت ومحبت چھلکتی ہے، اس کتاب کے جلی عنوانات یہ ہیں:

۱......مولانا گیلانی کا خاندانی سلسلہ

۲......ولادت اور تعلیم وتربیت

۳......ایک نئے انقلاب سے دوچار

۴......مولانا گیلانی دار العلوم دیو بند میں

۵......دورہ حدیث کے سال شکوک وشبہات کا حملہ

۶......اساتذہ واکابر کی کرم فرمائیاں

۷......قیام دارالعلوم کے زمانے میں سیر وتفریح

۸......دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس

۹......تحریر وتصنیف کے میدان میں

۴......تذکرہ مولانا عبداللطیف نعمانی

یہ کتاب شعبہ تالیف وتصنیف مفتاح العلوم اعظم گڑھ سے ۱۹۷۴ھ میں چھپی ہے، یہ ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں مصنف نے اپنے شیخ ومربی خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللطیف نعمانی رحمہ اللہ کی تفصیلی سوانح لکھی ہے، اس میں حضرت کی دینی، علمی، سیاسی اور مجاہدانہ زندگی کے زندہ وجاوید کارنامے اور اہل علم ورہنمایانِ ملک وملت کے خراجہائے عقیدت اور آپ کے متعلق شعراء کے کلام کا تذکرہ کیا ہے۔

۵......اسلامی حکومت کے نقش ونگار

یہ کتاب مفتاح اکیڈمی اعظم گڑھ سے ۱۹۶۵ء میں چھپی ہے، یہ کتاب چھوٹے سائز کے ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، کتاب کا تعارف محدث جلیل اور عظیم محقق عالم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے، یہ کتاب حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت کے مخصوص واقعات واحوال پر مشتمل ہے۔

۶......تاریخ مساجد

اس کتاب کو مولانا صدر الحسن قاسمی رحمہ اللہ نے جامع مسجد جموں توی سے ۱۹۹۰ء میں چھاپا ہے، یہ کتاب ۲۷۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں تقریباً ۱۵۰ مساجد کا تعارف ہے، جن میں مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصی، مسجد قبا، جامع مسجد کوفہ، جامع اموی دمشق، جامع مسجد قرطبہ وغیرہ۔ اس کتاب میں مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ، دمشق، اندلس، قرطبہ اور ہندوستان کی تاریخی مساجد کا ایک بہترین اور عمدہ تعارف ہے۔

۷......اسلام میں غیر فطری عمل کی قباحت اور سزا

یہ کتاب مکتبہ دار الاشاعت کراچی سے ۱۴۱۲ھ میں چھپی ہے، یہ چھوٹے سائز میں ۷۶ اصفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب غیر فطری جنسی میلان یعنی عمل قوم لوط اور اس کے دواعی کی قباحت ومفاسد پر پہلی محققانہ کتاب ہے، جس میں کتاب وسنت اور تاریخ وطب کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب پر تقریظ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کی ہے، آپ نے لکھا ''یہ رسالہ محققانہ اور اپنے موضوع میں کامیاب ہے، اندازِ بیان سلیس اور مؤثر ہے، دلائل مُشبع ہیں، قرآن وحدیث، فقہ اور کلام علمائے محققین کے ساتھ جا بجا تاریخی واقعات سے مسئلہ کو آئینہ کر دیا ہے۔''

اس کتاب کے جلی عنوانات یہ ہیں:

۱......نظام تعمیر سیرت

۲......استلذ اذ بالمثل کی حرمت وقباحت اسلام میں

۳......غیر فطری فعل کی روک تھام اسلام میں

۴......اسباب ومحرکات جنسی اور ان سے اجتناب

۵......امرد پر نگاہ ڈالنے کی ممانعت

۶......امرد سے بے تکلفی اور تنہائی کی ممانعت

۷......ہم جنسی کے دینی ودنیاوی نقصانات

۸......خواہشاتِ نفس اور انسانی فریضہ

اس کتاب پر کام کی نوعیت

۱......پوری کتاب کی از سرِ نو کمپوزنگ کرائی پھر اس کی تصحیح اور پروف ریڈنگ کی۔

۲......اعلام وترقیم کا عربی اردو دونوں میں اہتمام کیا تاکہ تحریر پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

۳......بعض مقامات پر عنوانات نہیں تھے، بعض مقامات پر طویل اور بعض جگہوں پر کافی مختصر تھے، تو حسب ضرورت عنوانات میں اضافہ اور تبدیلی کی تا کہ استفادہ میں حتی الامکان آسانی ہو۔

۴......بعض مواقع پر ہندی یا اردو کا کوئی مشکل لفظ تھا یا علمی اور فنی لفظ تھا تو اِس کی جگہ معروف و متداول لفظ نقل کیا۔

۵......قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور تمام اہم عبارات پر اعراب لگائے تا کہ پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

۶......قرآنی آیات کا جہاں ترجمہ نہیں تھا وہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے آسان ترجمہ قرآن سے نقل کیا۔

۷......کئی مواقع پر احادیث اور عربی عبارات کے ترجمے نہیں تھے، وہاں عبارات کا بامحاورہ ترجمہ لکھ دیا۔

۸......حتی الامکان حوالہ جات کو اصل مراجع سے نقل کیا۔

۹......مصنف نے اگر کہیں متقدمین کا حوالہ متاخرین کی کسی کتاب کے حوالے سے نقل کیا تھا تو راقم نے اصل کتاب سے وہ بات نقل کی۔

۱۰......بعض جگہوں پر احادیث کے حوالے میں ''ریاض الصالحین'' ''مشکاۃ المصابیح'' ''جامع الصغیر'' یا ''کنز العمال'' کا حوالہ تھا تو راقم نے ان احادیث کو اصل مراجع سے نقل کیا۔

۱۱......بعض مواقع پر روایات موضوع اور غیر مستند تھیں، یا کثرتِ ضُعف تھا تو حاشیے میں اس پر مکمل تحقیق نقل کر دی۔

۱۲......فقہی حوالہ جات میں بھی زیادہ تر ''المبسوط للسرخسي'' ''بدائع الصنائع'' ''رد المحتار'' ''البحر الرائق'' اور ''الفتاوی الهندیة'' کا حوالہ دیا ہے۔

۱۳......بعض مواقع پر حدیث اور عربی عبارات کے حوالے نہیں تھے، راقم نے بفضل

اللہ تعالی تمام عبارات کے حوالہ جات نقل کردیئے ہیں۔

۱۴......راقم نے تمام حوالہ جات کی تخریج میں وہ طریقہ اختیار کیا ہے جو متداول ہے، پہلے کتاب کا نام، پھر باب، پھر فصل، پھر جلد وصفحہ، رقم الحدیث، مطلب (اگر کہیں تھا) تو اس کا اہتمام کیا تاکہ استفادہ کرنے والوں کے لئے اصل مآخذ تک رسائی بآسانی ممکن ہو۔

۱۵......اہل علم کے ذوق کوملحوظ رکھتے ہوئے عربی عبارات بھی نقل کیں تاکہ اُسے پڑھ کر عین الیقین حاصل کرلیں۔

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ تخریج وتحقیق کا کام کس قدر دشوار ہے، محض اردو ترجمے اور تشریح سے الفاظِ حدیث اور اصل عربی عبارات تک رسائی حاصل کرنا، پھر اس روایت کے رجال کی تحقیق کرنا، اس روایت اور راویوں کے متعلق کبار محدثین کی آراء تلاش کرنا اور پھر اس روایت پر حکم بیان کرنا یہ کافی دشوار کن، محنت طلب مرحلہ تھا، لیکن محض اللہ تبارک وتعالی کے فضل وکرم سے مصنف کی نظام پر لکھی گئی چار کتابوں پر کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔

راقم نے اپنی بساط کے مطابق اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی ہے، لیکن پھر بھی اس بات کا قوی امکان ہے کہ کئی قابلِ اصلاح امور رہ گئے ہوں، اس لئے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کوئی بات قابل اصلاح نظر آئے یا کوئی مفید مشورہ ہو تو رہنمائی کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی سے دست بدستہ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس محنت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے، مصنف اور راقم کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

محمد نعمان

استاذ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ/ ۲۸ جنوری ۲۰۱۷ء

0332 - 2557675

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی سیدالوری.

یہ کون نہیں جانتا کہ قوموں کے عروج وزوال کا راز بڑی حد تک بچوں کی تعلیم وتربیت میں مضمر ہے، نونہالانِ قوم کی پرورش وپرداخت اگر اچھے نہج پر ہو اور ان میں عقائد کی پختگی، اخلاق کی درستی اور اعمال کی پاکیزگی رَچ بس جائے تو پھر ان میں بلندی کردار، وسعتِ فکر ونظر اور عزتِ نفس کا احساس پیدا ہو جانا ایک طبعی امر ہے، لیکن اگر خدانخواستہ ان کی تربیت غلط لائنوں پر ہوئی تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ آئندہ یہی قوم کی تباہی وبربادی کا سبب نہ بن سکیں گے؟

آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ یہی بچے مستقبل کے معمار ہیں، کیونکہ جوان ہو کر دیر سویر یہی قوم وملک کے قائد اور مذہب وملت کے پیشوا بنتے ہیں، جب یہ خود قائدانہ اوصاف اور شانِ امامت سے عاری ہوں گے تو آپ سوچیں کہ قوم وملک کی تعمیر اور مذہب وملت کی پیشوائی کا کیا حشر ہوگا؟

قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی اور ان کی تعمیر سیرت میں غفلت نہیں برتی وہ ہر زمانہ میں کامیاب رہے، اور جن لوگوں نے اس کی اہمیت محسوس نہیں کی اور اپنی اولاد کی صحیح پرورش وپرداخت سے غافل رہے انہیں کوئی عزت نہ مل سکی، بلکہ بسا اوقات انہیں ذلت وخواری سے دوچار ہونا پڑا، اور دَر دَر کی ٹھوکریں کھانا پڑیں، اس لئے اگر کوئی چاہتا ہے کہ اسے عظمت ورفعت حاصل ہو اور وہ باعزت زندگی گزارے تو اسے اپنے نونہالوں کی تربیت پر نظر رکھنا ہوگی۔

اسلام خدا کا آخری دین ہے، جس کے پیشِ نظر ساری کائنات کی اصلاح فوز وفلاح ہے، کسی خطّہ اور نسل کے ساتھ مخصوص نہیں، اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی تعلیمات میں

بچوں کی تعلیم وتربیت جیسا اہم ووسیع باب نہ ہوتا اور انسانوں کے اس سلسلہ کے ربانی ہدایات وہ فراہم نہ کرتا۔

چنانچہ اس نے جہاں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں کی نگرانی کی، اور مختلف منزلوں میں انسانیت کو سہارا دیا وہیں اس نے بچوں کی پرورش وپرداخت اور نشو ونما کا مسئلہ بھی نظر انداز نہیں کیا، بلکہ اس کی اہمیت کے پیش نظر مفصل آئین ودستور کے ذریعہ اس شعبہ حیات کی رہبری کی، اور اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا، پیدائش سے لے کر جوانی تک بچوں کو جن منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور فطرتِ انسانی کے تقاضے سے جن ہدایتوں کی اسے ضرورت ہوتی ہے ان تمام کی نشان دہی کی۔

یہ مسلّم ہے کہ اللہ تعالی سے بڑھ کر انسانی نفسیات کا جاننے والا اور کوئی ممکن نہیں، اس لئے کہ اسی ذات نے اسے وجود کی دولت بخشی ہے، اور اسی نے اسے ساری کائنات میں معزز بنایا ہے، پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس نے جو قوانینِ تربیت بنائے ہیں وہ انسان کے لئے ہر طرح مفید ثابت نہ ہوں، بلکہ عقل کا تقاضہ تو یہ ہے کہ صرف یہی قوانین انسانی مزاج سے ہم آہنگ ہوسکتے ہیں، اس لئے یقین رکھنا چاہئے کہ اسلام کا نظام تربیت ہی بچوں میں انسانیت اور دوسرے مکارمِ اخلاق وملکاتِ فاضلہ پیدا کرسکتا ہے جن کے بغیر دنیا جہنم بنتی جارہی ہے۔

اسلامی نظام ہر پہلو سے مکمل اور جامع ہے، جو بھی اس پر عمل پیرا ہوگا کامیاب ہوگا، باقی رہے مسلمان تو ان کا عقیدہ ہے کہ اس نظام حیات سے ہٹ کر انسان سب کچھ بن سکتا ہے لیکن اس میں آدمیت نہیں آسکتی جو انسان کا طرہ امتیاز ہے۔

پھر مسلمان کی نظر صرف دنیا تک محدود نہیں، بلکہ اس کے ساتھ آخرت پر بھی اس کا ایمان ہے جو اصل زندگی ہے، اور وہی مقصود بالذات ہے، یہ موجودہ زندگی تو صرف وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس وجہ سے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے نونہالوں کی پرورش وپرداخت اسی لائن پر کریں جو اسلام کی بچھائی ہوئی ہے تاکہ ان کے بچے جس طرح دنیاوی

زندگی میں باکمال ثابت ہوں آخرت کی کامرانیوں سے بھی ہمکنار ہوسکیں۔

تاریخ شہادت پیش کرتی ہے کہ مسلمانوں نے جب تک اپنے بچوں کی تربیت قرآن وحدیث کے مطابق کی وہ دنیا میں بھی حکمران اور برتر بن کر رہے، اورآخرت کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہوتے رہے، اور جب سے انہوں نے دنیا کے دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی کتاب وسنت کی راہ چھوڑ دی اورانسانی نظام پر اعتماد کرنے لگےان سے حکومت ودولت بھی گئی اورعزت وآبرو بھی، جس کا افسوسناک منظر دنیا کے گوشہ گوشہ میں دیکھا جاسکتا ہے، اس لئے اور بھی ضرورت ہے کہ مسلمان اسی راہ پر اپنے نونہالوں کی تعلیم وتربیت اور پرورش وپرداخت شروع کریں، جس کی طرف کتاب وسنت نے رہنمائی کی ہے۔

یہ چھوٹی سی کتاب اسی ''اسلامی نظامِ تربیت'' کانقش اول ہے، جس میں اپنے طور پر سعی کی گئی ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں وہ سارے مسائل علمی انداز پر جمع ہوجائیں جن کی بچے کی پرورش میں آئے دن ضرورت پیش آتی رہتی ہے اور جواَب تک مختلف کتابوں میں منتشر تھے، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی توفیق سے یہ سب کچھ ہوا، اس موقعہ پر اپنے اساتذہ کرام اوراکابر کی خدمت میں بھی ہدیہ عقیدت ومحبت پیش کرتا ہوں۔

الٰہ العالمین! تیرا یہ گنہگار بندہ ایک علمی تحفہ ملک وملت کے سامنے پیش کررہا ہے، اپنی بے مائیگی کا اسے اقرار ہے، مگر وہ تیرے فضل وکرم سے ہرگز مایوس نہیں، اس کی یہ حقیر خدمت قبول فرما، اورمؤلف کے لئے اسے زادِ آخرت اورفلاحِ دارین کا وسیلہ بنا، اورساتھ ہی اس چھوٹی سی کتاب کونونہالانِ قوم کی اصلاح اورترقی وعروج کا ذریعہ بنادے، آمین یا رب العالمین۔

محمد ظفیر الدین

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

بچوں کی تربیت اسلام میں

تربیت کی ابتداء

بچے جوں ہی انسانی برادری میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں ان کی تربیت وتعلیم شروع کردی جاتی ہے، والدین اور والدین کے بعد ان کی جگہ لینے والوں پر ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال پر گہری نظر رکھیں، اور تربیت کے سلسلہ میں اس طریقہ کو اپنائیں جس کی رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی۔

جو شخص اس آئین کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ اسلام کی نظر میں مجرم کی حیثیت رکھتا ہے، اور قوم وملت کا بدخواہ ہے، سماج میں اس کی وجہ سے جو خامی اور کمزوری پیدا ہوگی اس کا سارا وبال ایسے ہی افراد کے سر ہوگا۔

والدین کو ہدایات

یہ ظاہر ہے کہ بچہ والدین کا جزو بدن ہے، اور ان کے ہی محبت آفریں اختلاط کا ثمرہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلام انہیں ہدایت کرتا ہے کہ ان دونوں کا یہ ملاپ اس طرح ہو کہ آنے والی نسل پاکیزہ بن سکے، مثلاً یہ کہ دونوں پردہ اور شرم وحیاء کا پورا پورا لحاظ رکھیں، خود پاک وصاف ہوں، پھر موقع سکون واطمینان کا ہو، مزاج میں اعتدال ہو، ابتداء سے پہلے اللہ تعالی کے نام سے برکت حاصل کریں، اس وقت ایسی دعائیں پڑھیں جن کی برکت سے شیطانی تصرف سے نجات مل جائے۔

ہمبستری کے وقت دعا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِاسْمِ اللّٰهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ

الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. ❶

جب تم میں سے کوئی اپنی گھر والی کے پاس آئے تو یہ دعا پڑھے: یعنی میں اللہ کے نام سے اس کام کی ابتداء کرتا ہوں، اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو کچھ تو نے مقدر کر رکھا ہے اُسے شیطانی شر سے بچا۔

خلاف ورزی کا نقصان

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر کوئی عمل نہیں کرتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے، اس لئے کہ حدیث مرفوع میں صراحت ہے:

إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ وَلَمْ يُسَمِّ، اِنْطَوَى الْجَانُّ عَلَى إِحْلِيْلِهِ فَجَامَعَ مَعَهُ. ❷

❶ صحيح البخاري: كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حل وعند الوقاع، ج ١ ص ٤٠، رقم الحديث: ١٤١

❷ مصنف نے اس روایت کو ''حدیثِ مرفوع'' بتلایا ہے، حالانکہ یہ حدیثِ مرفوع نہیں ہے بلکہ حدیثِ مقطوع ہے، یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے بلکہ امام مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، دیکھئے (تفسير الطبري: سورہ رحمٰن آیت نمبر ٥٦ کے تحت، ج ٢٣ ص ٦٥) دیگر مندرجہ ذیل تفاسیر میں بھی حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ قول منقول ہے، دیکھئے: (التفسير الثعلبي: ج ٩ ص ١٩١/ التفسير البغوي: ج ٤ ص ٣٤١/ التفسير القرطبي: ج ١٧ ص ١٨١/ اللباب في علوم الكتاب: ج ١٨ ص ٣٥٢/ الدر المنثور: ج ٧ ص ١١٧/ التفسير المظهري: ج ٩ ص ١٥٩۔ ان تمام تفاسیر میں سورہ رحمٰن آیت نمبر ٥٦ کی تفسیر میں یہ قول نقل ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے شاید ''غمز عيون البصائر، الفن الثالث، أحكام الجان، ج ٣ ص ٤١٣'' پر اعتماد کرتے ہوئے اسے مرفوع نقل کیا، علامہ حموی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ''وقد رُوي في الخبر المرفوع'' سند یا حوالے کا ذکر نہیں کیا، بعد کے مصنفین نے انہی پر اعتماد کرتے ہوئے اس بات کو نقل کر دیا۔

آدمی جب اپنی بیوی سے ہمبستر ہوتا ہے اور بسم اللہ نہیں پڑھتا تو جن اس کی شرمگاہ سے لپٹ جاتا ہے اور اس کے ساتھ جماع میں شریک ہوجاتا ہے۔

شیطان کا تصرف

حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ شیطان آدمی کی شرمگاہ پر شرکت و وسوسہ کی نیت سے بیٹھتا ہے، مگر جونہی وہ بسم اللہ کہتا ہے دور ہوجاتا ہے، اور اگر کہیں بسم اللہ نہیں پڑھتا تو وہ اس کے ساتھ جماع میں شریک ہوجاتا ہے اور اس کے انزال کے ساتھ یہ بھی انزال کرتا ہے۔ ❶

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہمبستری کے وقت بسم اللہ اور دعائے حفاظت بے حد ضروری ہے تاکہ شیطانی تصرفات کی زد سے محفوظ رہ سکے، اور آنے والی نسل ان اثرات سے بچ سکے جو شیطان ڈالنا چاہتا ہے۔

حدیث میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ جو اس وقتِ خاص میں بسم اللہ اور دعائے حفاظت پر عمل کرتا ہے اس کی اولاد شیطانی فتنوں سے محفوظ رہتی ہے۔ ❷

فراغت کے بعد دعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جماع سے فارغ ہونے کے

---

❶ حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ کے اس قول کو امام بغوی رحمہ اللہ نے بغیر سند اور مرجع کے ''رُوِي'' کے صیغے کے ساتھ نقل کیا، بعد میں آنے والے مفسرین نے بھی اسی طرح نقل کیا، کسی نے سند یا حوالے کا ذکر نہیں کیا، دیکھئے: (تفسیر البغوی: سورۃ الإسراء آیت نمبر ۶۴ کے تحت، ج۳ ص۱۴۳/ اللباب فی علوم الکتاب: ج۱۲ ص۳۳۲/ السراج المنیر: ج۲ ص۳۲۰/ التفسیر الخازن: ج۳ ص۱۳۶/ الفسیر المظھری: ج۵ ص۴۵۶) راقم کو باوجود تلاشِ بسیار کے مآخذ میں یہ قول سند کے ساتھ نہیں ملا۔

❷ صحیح البخاری: کتاب الوضوء، باب التسمیة علی کل حال وعند الوقاع، ج۱ ص۴۰، رقم الحدیث: ۱۴۱

بعد مزید یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيمَا رَزَقْتَنَا نَصِيبًا. ❶

اے اللہ! جو کچھ تو نے ہمارے حصے میں اولاد رکھی ہے اس میں شیطان کو دخل نہ دینے دے۔

آپ غور وفکر سے کام لیں گے تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ اسلام اسی وقت سے انسان کی حفاظت شروع کر دیتا ہے جس وقت اپنے باپ کی پیٹھ سے جدا ہونے کا ارادہ کرتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ نطفہ انسانی صورت وشکل اختیار کرنے سے پہلے ہی شیطانی تصرفات ووساوس سے محفوظ ہو جائے گا، اور شکم مادر کے اندر اس کی صورت گری معصوم ومامون طریقہ پر ہوگی۔

ایام حمل میں احتیاط

اب جب بچہ کی آمد آمد ہو تو رزقِ حلال اور صدقِ مقال کا پورا لحاظ ہو، رنج وغم سے بچہ کی ماں دور رہے، احکام اسلام کی پوری پابند ہو، حتی کہ اس کے خیالات وتصورات بھی لغویات سے منزہ ہوں، تا کہ نفسیاتی طور پر شکم مادر میں جو بچہ ہے ہر طرح اس پر اچھے اثرات مرتب ہوں۔

بچوں کے کان میں کلماتِ اذان اور تحنیک

پیدائش کے بعد پہلی آواز

بچہ شکم مادر سے نکل کر زمین پر قدم ڈالے تو اس کا استقبال کلماتِ خیر سے کیا جائے،

❶ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، دیکھئے: (مصنف ابن أبي شيبة: كتاب النكاح، باب ما يؤمر به الرجل إذا دخل على أهله، ج٣ ص ٥٦٠، رقم: ١٧١٥٤ / مصنف ابن أبي شيبة: كتاب النكاح، باب ما يؤمر به الرجل إذا دخل على أهله، ج٦ ص ٩٢، رقم: ٢٩٧٣٤ / كوثر المعاني: ج٤ ص ٢٣٦)

پہلے اسے صاف ستھرا اور پاک کیا جائے، پھر اس کے کان میں اللہ تعالی کی وحدانیت، کبریائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی آواز پہنچائی جائے۔

پیغمبر خدا کا عمل

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ. ❶

میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے نواسہ حضرت حسن بن علی کے کان میں نماز والی اذان دی جس وقت وہ پیدا ہوئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عملی تعلیم ہمیں ترغیب دیتی ہے کہ اس سلسلہ میں ہم سے کوئی ادنی کوتاہی بھی نہ ہونے پائے۔

اذان کا مسنون ہونا

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى سُنِّيَّةِ الْأَذَانِ فِي أُذُنِ الْمَوْلُودِ. ❷

یہ حدیث بچہ کے کان میں اذان دیئے جانے کے سنت ہونے کو بتاتی ہے۔

اذان کے فوائد

جو مسلمان اس پر عمل نہیں کرتے وہ ایک طرف نومولود بچہ پر ظلم کرتے ہیں، اور دوسری طرف خود اپنا دینی نقصان کرتے ہیں، اذان کے جہاں بہت سارے فضائل ہیں وہاں

❶ سنن الترمذی: أبواب الأضاحی، باب الأذان فی أُذن المولود، ج۴ ص۹۷، رقم الحدیث: ۱۵۱۴ ❷ مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج۷ ص ۲۶۹۱، رقم الحديث: ۴۱۵۷

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ شیطان ان کلمات سے بے انتہاء اذیت محسوس کرتا ہے، اور بدحواس ہوکر جس تیزی سے بھاگ سکتا ہے بھاگ نکلتا ہے، ارشادِ نبوی ہے:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ. ❶

جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے شیطان بدحواس ہوکر بھاگتا ہے تا آنکہ وہ کلماتِ اذان نہیں سنتا۔

اذان کی حکمت

اس وقت اذان دینے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دشمنِ انسان شیطانِ لعین کے شر سے بچہ بچ جاتا ہے، جو اس وقت خصوصی طور پر چھیڑنے کی تاک میں ہوتا ہے، اور دنیا میں آنے کے ساتھ وہ سب سے پہلے اللہ تعالی کی بڑائی، توحید اور رسالت سے آشنا ہوجاتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ اذان دینے کی حکمت کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

وَالْأَظْهَرُ أَنَّ حِكْمَةَ الْأَذَانِ فِي الْأُذُنِ أَنَّهُ يَطْرُقُ سَمْعَهُ أَوَّلَ وَهْلَةٍ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى وَجْهِ الدُّعَاءِ إِلَى الْإِيمَانِ وَالصَّلَاةِ الَّتِي هِيَ أُمُّ الْأَرْكَانِ. ❷

اذان کی حکمت یہ ہے کہ بچہ کا کان پہلے پہل ذکر اللہ سے اس طرح آشنا ہوتا ہے کہ اس میں ایمان ونماز کی طرف دعوت ہوتی ہے جو ام الارکان ہے۔

اذان کے ساتھ اقامت بھی

گویا بچہ عقائد واعمال دونوں سے اول دن واقف ہوجاتا ہے، کلماتِ ایمان عقائد کو ظاہر کرتے ہیں، اور دعوتِ نماز اعمال کو۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مسند ابو یعلی موصلی کے حوالہ سے ایک مرفوع حدیث نقل کی

❶صحيح البخاری: كتاب الأذان، باب فضل التأذين، ج ١ ص ١٢٥، رقم الحديث: ٦٠٨ ❷مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذباح، باب العقيقة، ج٧ ص ٢٦٩١، رقم الحديث: ٤١٥٧

ہے جس میں یہ تفصیل ہے کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان دی جائے اور بائیں میں اقامت، اوراس کا دنیاوی فائدہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بچہ ام الصبیان جیسی مہلک بیماری کے ضرر سے محفوظ رہے گا، اس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرَى لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ كَذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لِلسُّيُوطِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ. (1)

---

(1) مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج ۷ ص ۲۶۹۱، رقم الحديث: ۴۱۵۷

یہ روایت موضوع ہے، اس روایت کو امام ابویعلی رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ ''مسند أبي يعلى: مسند حسين بن علي، ج ۱۲ ص ۱۵۰، رقم: ۶۷۸۰ ''میں نقل کیا، اوراسی سند کے ساتھ اس روایت کو امام ابن سُنّی رحمہ اللہ نے ''عمل اليوم والليلة: باب ما يعمل بالولد إذا ولد، ص ۵۷۸، رقم: ۶۲۳ ''میں نقل کیا ہے، اس سند کے علاوہ یہ روایت مروی نہیں ہے، اس روایت کا پہلا راوی ''جبارة بن المغلس الحماني ''ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں ''حديثه مضطرب'' یحیی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''كذاب''امام ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''يوضع له الحديث فيرويه ولا يدري''امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان جرحوں کے بعد اس راوی کی موضوع روایات بھی نقل کی ہیں، دیکھئے:

ميزان الأعتدال: ترجمة: جبارة بن المغلس الحماني، ج ۱ ص ۳۸۷، رقم: ۱۴۳۳

اس سند کا دوسرا راوی ''يحيى بن العلاء البجلي الرازي ''ہے، امام ابوحاتم رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں ''ليس بالقوي''امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''كذاب يضع الحديث''امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''متروك''امام یحیی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ليس بثقة''امام ذہبی رحمہ اللہ نے اِس راوی کی موضوع روایات میں زیر بحث روایت کو بھی موضوعات میں نقل کیا ہے، دیکھئے:

ميزان الاعتدال: ترجمة: يحيى بن العلاء البجلي الرازي، ج ۴ ص ۳۹۷، رقم: ۹۵۹۱ ←

حضرت حسین سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس کسی کا بچہ پیدا ہو وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں میں اقامت، فائدہ یہ ہوگا کہ ام الصبیان کی بیماری اسے ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

سورہ اخلاص کی تلاوت

رزین سے روایت ہے کہ بچہ کے کان میں اس وقت سورہ اخلاص بھی پڑھی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کیا ہے، الفاظ یہ ہیں:

وَقَرَأَ فِيُ أُذُنِ الْحَسَنِ سُوْرَةَ الْإِخْلَاصِ. ❶

← اس سند کا تیسرا راوی ''مروان بن سالم الجزری'' ہے، امام احمد اور دیگر محدثین فرماتے ہیں ''لیس بثقة'' امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوحاتم رحمہم اللہ فرماتے ہیں ''منکر الحدیث'' امام ابو عروبہ حرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''یضع الحدیث'' امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''متروک'' امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''متروک الحدیث'' امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''عامة أحادیثه لا یتابعه الثقات علیه'' امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان جرحوں کے بعد اس راوی سے مروی موضوع روایات بھی نقل کی ہیں، دیکھئے:

میزان الاعتدال: ترجمة: مروان بن سالم الجزری، ج ۴ ص ۹۰، رقم: ۸۴۲۵

امام ہیثمی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں ''وفیه مروان بن سالم وهو متروک''

مجمع الزوائد: ج ۴ ص ۵۹، رقم: ۶۲۰۶

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو موضوع نقل کیا ہے، دیکھئے تفصیلاً:

إرواء الغلیل: ج ۴ ص ۴۰۱، رقم: ۱۱۷۴ / سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة: ج ۱ ص ۴۹۱، رقم: ۳۲۱/ ضعیف الجامع الصغیر: ج ۱ ص ۸۴۸، رقم: ۵۸۸۱

❶ یہ الفاظ امام رزین بن معاویہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''التجرید للصحاح الستة'' میں نقل کئے ہیں، لیکن یہ کتاب مطبوعہ نہیں ہے، انہی کے حوالے سے علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے ''جامع الأصول: ج ۱ ص ۳۸۳، رقم (۱۷۶)'' میں یہ الفاظ نقل کر کے آگے لکھتے ہیں ''ولم أجد هذه الزیادة ←

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) حضرت حسن کے کان میں سورہ اخلاص پڑھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا عمل

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے:

رُوِیَ أَنَّ عُـمَـرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ يُؤَذِّنُ فِي الْيُمْنَى وَيُقِيمُ فِي الْيُسْرَى إِذَا وُلِدَ الصَّبِيُّ. ❶

روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کے دائیں کان میں اذان دیا کرتے تھے اور بائیں میں اقامت۔

امام نووی رحمہ اللہ کی رائے

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ بچہ کے کان میں یہ آیت پڑھی جائے:

وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. (آل عمران: ٣٦) ❷

← فـــی الأصـــول ''یعنی یہ اضافہ مجھے اصول کی کتابوں میں نہیں ملا۔ امام رزین رحمہ اللہ ہی کے حوالے سے ان الفاظ کو امام محمد بن محمد بن سلیمان رحمہ اللہ نے ''جمع الفوائد: ج٢ ص ١٩١، رقم (٣٩٨٨)'' میں نقل کیا ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود مجھے یہ الفاظ سند کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں ملے۔

❶ مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٧ ص ٢٦٩١، رقم: ٤١٥٧

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس اثر کو ''شرح السنة'' کے حوالے سے نقل کیا ہے، دیکھئے:

شرح السنة: كتاب الصيد والذبائح، باب الأذان في أذن المولود، ج ١١ ص ٢٧٣، رقم: ٢٨٢٢

❷ مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٧ ص ٢٦٩١، رقم: ٤١٥٧

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے امام نووی رحمہ اللہ کی یہ رائے ''روضة الطالبين'' سے نقل کی ہے، دیکھئے:

روضة الطالبين: كتاب الضحايا، باب العقيقة، فصل، ج٣ ص ٢٣٣

میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

اذان کون دے؟

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اتنی بات کھل کر سامنے آگئی کہ بچہ کے کان میں پیدا ہوتے ہی اذان دینا سنت ہے، اور بقیہ دعائیں مستحب، اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ کے کان میں اذان کوئی صالح اور دیندار خاندان کا ایسا فرد دے جس کا قریبی تعلق ہو، اور یہ جو رواج ہے کہ کسی فقیر یا کسی بچہ سے اذان دلوایا کرتے ہیں یہ غلط اور مسنون طریقہ کے خلاف ہے۔

تحنیک

یہ بھی مستحب ہے کہ مرد صالح چھوارہ یا کھجور چبا کر بچہ کے تالو میں لگائے، جسے اصطلاح میں ''تحنیک'' کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اس کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک مفصل واقعہ حدیث میں آیا ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے لے کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، ساتھ سُوکھی کھجوریں بھی لے گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو گود میں لیا اور دریافت فرمایا کہ تمہارے ساتھ کچھ ہے بھی؟ انہوں نے کہا جی ہاں! چند سُوکھی کھجوریں ہیں، آپ نے ان کو لیا:

فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِى فِىّ الصَّبِىِّ وَحَنَّكَهُ بِهِ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ. (۱)

پھر اسے چبایا پھر اسے اپنے دہن مبارک سے نکال کر بچہ کے منہ میں ڈالا اور اسے تالو

(۱) صحیح البخاری: کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه وتحنیکه، ج۷ ص ۸۴، رقم الحدیث: ۵۴۷۰

میں لگا لیا، اور اس بچہ کا نام عبداللہ رکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں عبداللہ بن زبیر میرے شکم میں تھے جب ان کی پیدائش کا دن قریب آیا تو میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آ گئی، قباء میں قیام رہا، چنانچہ یہ یہیں پیدا ہوئے، ان کو لے کر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور بچہ کو آپ کی پاک گود میں ڈال دیا، پھر آپ نے کھجور مانگی اُسے چبایا پھر اپنا لعاب دہن بچہ کے منہ میں ڈالا، اور سب سے پہلی چیز یہی اس کے پیٹ میں پہنچی، پھر تالوں میں اِسے لگا دیا اور دُعائے برکت فرمائی۔ ❶

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وُلِدَ لِی غُلَامٌ، فَأَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِیمَ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ،وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ، وَدَفَعَهُ إِلَیَّ. ❷

میرے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا میں اسے لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا، آپ نے اس کا نام ابراہیم تجویز فرمایا، برکت کی دعا کی اور چھوارا چبا کر تالو میں لگایا، اور اس کو میرے سپرد کر دیا۔

تحنیک کون کرے؟

محدثین نے تحنیک کے سلسلہ میں تصریح کی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی مرد صالح یہ کام انجام دے:

---

❶ صحیح البخاری: کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه وتحنیکه، ج۷ ص۸۴، رقم الحدیث: ۵۴۶۹ ❷ صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب من سمي بأسماء الأنبیاء، ج۸ ص۴۴، رقم الحدیث: ۶۱۹۸

كـذا فـي الـفتـح اِستِحبَابُ تَحنِيكِ الْمَوْلُود عِندَ وِلَادَتِهِ وَحَمْلِهِ إِلَى صَالِحٍ يُحَنِّكُهُ. ❶

''فتح الباری'' میں ایسا ہی ہے کہ مستحب پیدائش کے وقت چھوارا چبا کر تالوں میں لگانے کا کام کسی نیک صالح کے سپرد کیا جائے۔

تحنیک کی حکمت

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ''عمدۃ القاری'' میں لکھا ہے کہ چھوارا چبا کر لگانے کی وجہ یہ ہے کہ اسے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالی بچے کو حلاوتِ ایمان کی دولت سے مالا مال کرتا رہے۔

تالوں میں لگانے کے لئے تو سب سے بہتر چیز تمر (چھوارا) ہی ہے، یہ میسر نہ ہو سکے تو پھر تر کھجور سے یہ کام لیا جائے، اور یہ بھی نہ ہو تو کوئی دوسری میٹھی چیز ہی سہی، لیکن ان دوسری چیزوں میں سب سے اچھی چیز شہد ہے، کوئی میٹھی چیز نہ مل سکے تو ایسی چیز جسے آگ نے نہ چھوا ہو۔ ❷

---

❶ مصنف نے صحیح البخاری پر حاشیہ سہارنپوری کے حوالے سے ''فتح الباری'' کا حوالہ نقل کیا ہے۔

حاشیہ علی صحیح البخاری: كتاب العقيقة، باب تسمية المولود، ج۲ ص۸۲۲، حاشیہ نمبر۳، قدیمی کتب خانہ

لیکن یہ عبارت ''فتح الباری'' میں نہیں ہے بلکہ ''عمدة القاری'' اور ''الكواكب الدراری'' میں ہے، اور بعینہ یہی الفاظ موجود ہیں، دیکھئے:

عمدة القاری: كتاب العقيقة، باب تسمية المولود غداة يولد...... إلخ، ج ۲۱ ص ۸۳/

الكواكب الدراری: كتاب العقيقة، باب تسمية المولود، ج ۲۰ ص ۴۷

❷ عمدة القاری: كتاب العقيقة، باب تسمية المولود غداة يولد...... إلخ، ج ۲۱ ص ۸۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی بچہ کو آپ کی خدمتِ اقدس میں لاتا آپ اس کے لئے دعا فرماتے، جہاں اور دعائیں دیتے وہاں آپ یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ بَرًّا تَقِيًّا وَأَنْبِتْهُ فِي الْإِسْلَامِ نَبَاتًا حَسَنًا. ❶

اے اللہ! تو اس بچہ کو خدا ترس اور نیکوکار بنا اور اسلام میں اسے اچھی طرح کی نشو ونما عطا فرما۔

---

❶ **شرح شرعة الإسلام: ص ۴۵۵**

صاحب شرعۃ الاسلام سے مراد ''امام محمد بن ابی بکر'' ہیں، لقب ''رکن الاسلام'' ہے، آپ مشہور واعظ گزرے ہیں، اہلِ علم کے درمیان ''امام زادہ'' کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی معروف تصنیف ''شرعۃ الاسلام'' ہے۔ (متوفی ۵۷۳ھ)

الجواهر المضية: ترجمة: محمد بن أبي بكر الواعظ، ج۲ ص ۳۶

حاجی خلیفہ رحمہ اللہ نے ''شرعۃ الاسلام'' کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے:

كتاب نفيس كثير الفوائد في مجلد. قال فيه: فهذه عقود منظومة من سنن سيد المرسلين، منتقدة من كتب الأئمة من علماء الدين، فإنه أول ما يلقن به أطفال أهل الإيمان.

كشف الظنون: ج۲ ص ۱۰۴۴

امام یعقوب بن سیدی علی رحمہ اللہ (متوفی ۹۳۱ھ) نے اس کتاب کی شرح ''**مفاتيح الجنان ومصابيح الجنان**'' کے نام سے لکھی، امام بقورد آفندی رحمہ اللہ (متوفی ۹۹۶ھ) نے اس کتاب کی شرح ''**مرشد الأنام إلى دار السلام في شرعة الإسلام**'' کے نام سے لکھی، حاجی خلیفہ رحمہ اللہ اس شرح کے متعلق لکھتے ہیں ''**وهو من أعظم شروحه**''

كشف الظنون: ج۲ ص ۱۰۴۴

راقم کو یہ الفاظ کتبِ حدیث میں سند کے ساتھ نہیں ملے، نہ ہی یہ اصل کتاب اور شرح دستیاب ہوئی ہے اس لئے حوالے میں مراجعت نہیں کر سکا، مصنف رحمہ اللہ نے جو حوالہ دیا ہے اِسی کو برقرار رکھا ہے۔

چنانچہ ہمیں بھی چاہئے کہ جب کوئی بچہ پہلے پہل دیکھنے کو دیا جائے یہ دعا پڑھیں، اور ساتھ ہی دوسری دعائے برکت دیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

بدعات سے اجتناب

ان تمام بدعات سے بچنا چاہئے جو پیدائش کے وقت عام طور پر عورتیں مشرکانہ رسمیں ادا کرتی ہیں، البتہ خوشی میں مٹھائی کی تقسیم اور اگر میسر ہو تو احباب کی دعوت بلاشبہ جائز ہے، مگر اس طرح نہیں کہ اسے ضروری سمجھا جائے اور قرض لے کر جس طرح بَن پڑے پورا کیا جائے، اس سلسلہ کے بدعات کی تفصیل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ''اصلاح الرسوم'' میں دیکھ لی جائے۔ ❶

بچوں کے لئے اچھے نام

پھر والدین کی ذمہ داری یہ ہے کہ بچہ کا اچھا نام رکھیں، بلکہ مستحب یہ ہے کہ کسی صالح اور پاک باطن سے رکھوائیں، علماء نے صراحت کی ہے:

تَفْوِيْضُ التَّسْمِيَةِ إِلَى الصَّالِحِيْنَ. ❷

مستحب یہ ہے کہ نام تجویز کرنے کی ذمہ داری صلحاء کو سونپی جائے۔

نام کس دن رکھا جائے؟

نام کس دن رکھا جائے؟ اس سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں، بعض میں صراحت ہے کہ ساتویں دن رکھا جائے، بعض روایتوں کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش کے دن رکھا جائے یا پھر جتنا جلد ممکن ہو۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی جا چکی ہے اس میں

❶ اصلاح الرسوم: دوسرا باب، پہلی فصل، ص ۴۶، دوسری فصل، ص ۵۳، تیسری فصل، ص ۵۸

❷ عمدة القاری: کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود...... إلخ، ج ۲۱ ص ۸۵

صراحت ہے کہ آپ نے تحنیک کی، یعنی چھوارا چبا کر تالو میں لگایا اور اسی وقت بچہ کا نام عبداللہ رکھ دیا۔

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ والی حدیث میں بھی صراحت ہے کہ آپ نے اسی دن نام رکھ دیا "فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ" اور انہی احادیث کے پیشِ نظر علماء نے لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پیدائش ہی کے دن بچہ کا نام رکھ دیا جائے "وَالتَّسْمِيَةُ يَوْمَ وِلَادَتِهِ" ❶

علامہ عینی رحمہ اللہ کی صراحت

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے کہ جس وقت بچہ پیدا ہو نام رکھ دیا جائے، اور بھی محدثین کا نام انہوں نے لیا ہے کہ ساتویں دن کا انتظار نہ کرے، جلد سے جلد نام رکھ دے، ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ یہ احادیث ساتویں دن والی سے زیادہ قوی ہیں۔ ❷

ساتویں دن نام رکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث میں صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا نام ساتویں دن رکھا۔ ❸

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے:

أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُوْدِ لِسَابِعِهِ. ❹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ بچے کا نام ساتویں دن رکھا جائے۔

---

❶ عمدة القاری: كتاب العقيقة، باب تسمية المولود...... إلخ، ج ۲۱ ص ۸۵

❷ عمدة القاری: كتاب العقيقة، باب تسمية المولود...... إلخ، ج ۲۱ ص ۸۵

❸ صحيح ابن حبان: كتاب الأطعمة، باب العقيقة، ج ۱۲ ص ۱۲۷، رقم الحديث (۵۳۱۱) ❹ فتح الباری: كتاب العقيقة، باب تسمية المولود، ج ۹ ص ۵۸۹/ عمدة القاری: ج ۲۱ ص ۸۴

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

سَبْعَةٌ مِنَ السُّنَةِ فِی الصَّبِیِّ یَوْمَ السَّابِعِ: یُسَمّٰی وَیُخْتَنُ وَیُمَاطُ عَنْهُ الْأَذٰی. ❶

بچہ کے لئے سات چیزیں سنت ہیں، ساتویں دن نام رکھے، ختنہ کرے اور بال کٹوائے وغیرہ وغیرہ۔

روایات میں تطبیق

یہ اور اس طرح کی دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کا نام ساتویں دن رکھا جائے جو عقیقہ کا دن ہے، ان دونوں طرح کی روایتوں میں تطبیق کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ نام تو جلد سے جلد ہی رکھا جانا مسنون کہا جائے، مگر اس طرح کہ ساتویں دن سے آگے نہ بڑھنے پائے، آخری دن ساتواں ہے، تاکہ عقیقہ میں نام کی تعیین یقینی طور پر ہو جائے۔

تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر عقیقہ کا ارادہ نہ ہو تب پیدائش کے دن ہی نام رکھ دیا جائے، اور اگر عقیقہ کا ارادہ ہو تو نام کی تعیین ساتویں دن کی جائے۔

اچھے نام کی تاکید اور اس کی وجہ

نام بہتر سے بہتر رکھنے کی سعی کی جائے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ، وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ. ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپ کے ناموں کے ساتھ بلائے جاؤ گے، لہذا اپنے نام عمدہ رکھا کرو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

❶ المعجم الأوسط: ج ۱ ص ۱۷۶، رقم الحديث: ۵۵۸ ❷ سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، ج ۴ ص ۲۸۷، رقم الحديث: ۴۹۴۸

ایں خطاب است مر جمیع بنی آدم را، پس پدراں نیز داخل باشند۔ ❶

یہ خطاب تمام بنی آدم کو ہے، لہذا اس میں والدین بھی داخل ہیں۔

قیامت میں ماں کی طرف منسوب کر کے پکارے جانے کی وجہ

صاحب ''اشعۃ اللمعات'' نے یہاں اس روایت میں صراحت کی ہے کہ انسان قیامت کے دن باپ کے نام کے ساتھ فلاں ابن فلاں کہہ کر پکارا جائے گا، اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ قیامت کے دن انسان اپنی ماؤں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ ❷

❶ اَشعۃ اللمعات: کتاب الآداب، باب الاسامی، الفصل الثانی، ج۴ص۵۰

❷ یہ روایت موضوع ہے، اس میں راوی ''اسحاق بن ابراہیم طبری'' ہے، امام ابن عدی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں ''منکر الحدیث'' امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''منکر الحدیث جدا، یأتی عن الثقات بالموضوعات'' امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس راوی سے مروی موضوع روایات میں زیر بحث روایت کو بھی نقل کیا ہے۔

میزان الاعتدال: ترجمة: إسحاق بن إبراهيم الطبری، ج ۱ ص۱۷۷، رقم: ۷۱۹

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس راوی کی موضوع روایات میں زیر بحث روایت کو بھی نقل کیا ہے۔

الكامل فی ضعفاء الرجال: ترجمة: إسحاق بن إبراهيم الطبری، ج ۱ ص ۵۵۹

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں ''هذا حديث لا يصح''

الموضوعات: كتاب البحث وأهوال القيامة، ج۳ ص۲۴۸

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی تلخیص میں اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

تلخيص كتاب الموضوعات: ص ۳۵۰، رقم: ۹۵۲

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں ''حديث لا يصح''

تحفة المودود بأحكام المولود: الباب الثامن، الفصل العاشر، ص ۱۴۸

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں ''هو باطل''

الموضوعات الكبرى: ص ۴۹۵

←

اوراس کی حکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ زنا کی اولاد اس طرح شرمندگی اوررُسوائی سے بچ جائے گی، باپ کا نام لینے میں چونکہ یہ منسوب ہوں گے غیر کی طرف جن سے ان کی ماں کی آشنائی تھی اس لئے ایسا نہ ہوگا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں رعایت ملحوظ ہے کہ آپ بِن باپ کے پیدا ہوئے تھے،اورایک گونہ اس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شرف وفضل بھی ظاہر ہوگا کہ بواسطہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب کا اظہار ہوگا۔ ❶

دونوں روایتوں میں تطبیق

پھرآپ نے لکھاہے کہ اگر ماں والی روایت کوصحیح مان لیاجائے تو کہا جائے گا کہ یہاں تغلیباً ''آبائکم'' کہا گیاہے،جس طرح ماں باپ کے لئے''أبوین'' کالفظ استعمال کرتے ہیں،دوسراجواب یہ دیا گیاہے کہ یہ بھی ہوسکتاہے کہ کبھی باپ کی طرف منسوب ہوکر بلائے جائیں اور کبھی ماں کی طرف منسوب ہوکر یا بعض افراد باپ کے نام کے ساتھ

← علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں''موضوع''

سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: ج ۱ ص ۶۲۱، رقم: ۴۳۳، ۵۴۶۳

درست بات یہ ہے کہ قیامت کے دن والد کے نام کے ساتھ پکاراجائے گا،چنانچہ''سنن أبی داود'' میں روایت ہے''إنكم تدعون يوم القيام بأسمائكم وأسماء آبائكم فأحسنوا أسماء كم''

كتاب الأدب، باب فی تغيير الأسماء، ج۴ ص۲۸۷، رقم الحديث: ۴۹۴۸

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے''باب ما يدعى الناس بآبائهم''اس کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے''إن الغادر يرفع له لواء يوم القيامة يقال: هذه غدرة فلان بن فلان''

صحيح البخاری: كتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم، ج۸ ص ۴۱، رقم الحديث: ۶۱۷۷

❶ اشعۃ اللمعات: کتاب الآداب، باب الآسامی، الفصل الثانی، ج۴ص۵۰

پکارے جائیں اور بعض دوسرے ماں کی طرف نسبت کر کے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض مقامات میں باپ کی طرف نسبت کی جائے اور بعض مقامات میں ماں کی طرف۔ ❶

عمدہ نام رکھنا

خواہ جس کسی کی طرف نسبت کر کے وہ بلائے جائیں مگر اس کا خود نام بھی آئے گا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''نام عمدہ ہو'' عمدہ نام کی تشریح بھی احادیث میں مذکور ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ. ❷

تم انبیائے کرام کے ناموں کے ساتھ نام رکھا کرو، اور اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

عمدہ اور بہترین نام جیسا کہ اس حدیث میں اور دوسری حدیث میں صراحت ہے عبد اللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، اور اسی طرح وہ نام جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور بندہ کی عبدیت کا اظہار ہو، چنانچہ طبرانی میں یہ حدیث موجود ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا سَمَّيْتُمْ فَعَبِّدُوا أَیْ انْسَبُوْا عُبُودِيَّتَهُمْ إِلَى أَسْمَاءِ اللَّهِ. ❸

---

❶ اشعۃ اللمعات: کتاب الآداب، باب الآسامی، الفصل الثانی، ج۴ص۵۰ ❷ سنن أبی داود: كتاب الأدب، باب فی تغيير الأسماء، ج۴ ص۲۸۷، رقم الحديث: ۴۹۵۰

❸ مرقاة المفاتيح: كتاب الآداب، باب الأسامی، ج۷ ص۲۹۹۷، رقم الحديث: ۴۷۵۲

یہ روایت سند کے ساتھ ''المعجم الكبير للطبرانی'' میں ہے، دیکھئے:

المعجم الكبير: ج۲۰ ص۱۷۹، رقم الحديث: ۳۸۳

اس روایت کی سند میں ''ابوامیہ بن یعلی ثقفی'' راوی ہے، جو محدثین کے ہاں نہایت ضعیف ہے، امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ فرماتے ہیں ''متروک'' امام یحیی بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ضعيف ليس حديثه بشئ''

←

جب تم نام رکھا کرو تو عبد کی نسبت کا اظہار کرو یعنی ان کی عبودیت کو خدا کے ناموں کی طرف منسوب کرو۔

انبیائے کرام کے ناموں پر نام رکھنا

پھر ان ناموں کے بعد انبیائے کرام کے اسماء ہیں کہ بچوں کے نام ان کے نام پر رکھے جائیں، چونکہ یہ اشرف المخلوقات ہوتے ہیں اور معصوم، لہٰذا اِن کے اسماء کو بھی نسبتاً شرافت حاصل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں، لہٰذا آپ کے نام پر بھی بچوں کا نام بہت بہتر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام پر بھی نام رکھنے کا حکم فرمایا ہے، مگر اشتباہ کی وجہ سے اپنی حیاتِ طیبہ میں کنیت سے منع فرما دیا تھا، ارشادِ نبوی ہے:

سَمُّوا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي. ❶

میرے نام کے ساتھ نام رکھو مگر میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت اور نام کا اجتماع

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے،

← میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۲۵۴، رقم: ۹۷۱

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں ”رواه الطبرانی وفيه أبو أمية إسماعيل بن يعلى وهو ضعيف جدا“

مجمع الزوائد: ج۸ ص ۵۰، رقم: ۱۲۸۵۴

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ بھی اس روایت کو ”ضعيف جدا“ قرار دیتے ہیں، دیکھئے:

سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: ج۱۴ ص ۱۰۹۰، رقم: ۶۹۹۰

خلاصہ کلام یہ ہے کہ روایت کا مفہوم درست ہے، ”سنن أبی داود“ کی مندرجہ بالا اور دیگر اُن روایات سے تائید بھی ہوتی ہے جن میں اسماء میں عبودیت کے مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، البتہ ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہایت ضعیف ہے۔

❶ صحیح البخاری: کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الأسواق، ج۳ ص۶۵، رقم الحدیث: ۲۱۲۰

ایک شخص نے کہا ''یَا أَبَا الْقَاسِمِ'' آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے، یہ دیکھ کر اس نے بتایا کہ میں اس دوسرے شخص کو مخاطب کر رہا تھا، اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن کنیت نہ رکھو تا کہ اشتباہ نہ ہونے پائے، کوئی نام لے کر تو آپ کو مخاطب کرتا نہیں تھا، قرآن نے اس سے روک دیا تھا: ❶

سورة النور: ٦٣

کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے، لیکن کنیت کے ساتھ مخاطب کرنے میں بے ادبی عرب میں نہیں سمجھی جاتی تھی۔

اگر اشتباہ نہ ہوتا تو کنیت کے رکھنے کی ممانعت بھی نہ ہوتی، چنانچہ حدیث میں مذکور ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک عورت آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میرا بچہ ہوا ہے، میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور کنیت ابوالقاسم، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو یہ پسند نہیں ہے (کیا یہ بات درست ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر وہ کیا بات ہے کہ میرا نام تو جائز ہوا اور میری کنیت پر کنیت حرام ہو، یعنی ایسی بات نہیں ہے۔ ❷

محمد نام کی تعظیم

مختصر یہ کہ اس وقت اگر کوئی آپ کے نام پر نام رکھے یا آپ کی جیسی کنیت، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، محدثین وفقہاء دونوں نے اس کی صراحت کی ہے، اِلا ماشاءاللہ، مگر اس نام کی تعظیم ضروری ہے، خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے:

إِذَا سَمَّيْتُمُ الْوَلَدَ مُحَمَّدًا فَأَكْرِمُوهُ وَأَوْسِعُوا لَهُ فِي الْمَجْلِسِ وَلَا

❶ صحيح البخاری: كتاب البيوع، باب ما ذكر فى الأسواق، ج٣ ص ٦٥، رقم الحديث: ٢١٢٠ ❷ سنن أبی داود: كتاب الأدب، باب فى الرخصة فى الجمع بينهما، ج٤ ص ٢٩٢، رقم الحديث: ٤٩٦٨

تُقَبِّحُوا لَهُ وَجُهًا. ❶

❶تاريخ بغداد: ترجمة: محمد بن إسماعيل العلوى، ج٣ ص٣٠٥، رقم الترجمة: ١٣٩٨ / وفى ذيله: ج١٧ ص١٣، رقم الترجمة: ٢٧٥

یہ روایت سند کے اعتبار سے نہایت ضعیف ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قلت: وهذا إسناد هالك، أحمد بن عامر اتهمه الذهبى، فقال فى ترجمة ابنه عبد اللّٰه بن أحمد بن عامر: عن أبيه عن على الرضا عن آبائه بتلك النسخة الموضوعة الباطلة ما تنفك عن وضعه أو وضع أبيه. وللحديث طريق أخرى، رواه الخطيب فى "تاريخ بغداد: ج٣ ص٩٠" والديلمى: ج١ ص٦٠، عن أبى الحسن محمد بن على بن الحسن العلوى: حدثنى أبى أبو إسماعيل على بن الحسين: حدثنى أبى الحسين بن الحسن قال: حدثنى جدى محمد بن القاسم عن أبيه عن زيد بن الحسن عن أبيه عن على به. قلت: وهذا إسناد ضعيف مجهول، ما بين زيد بن الحسن ومحمد بن على العلوى لم أجد من ترجمهم، وأما العلوى فترجمه الخطيب وروى عن أبى سعد الإدريسى أنه كان يجازف فى الرواية فى آخر عمره. مات سنة ٣٩٥.

سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: ج٦ ص٨٤، ٨٥، رقم: ٢٥٧٣ / ضعيف الجامع الصغير وزيادته: ج١ ص٧٩، رقم: ٥٥٧

فائدہ: محمد اور احمد رکھنے کی فضیلت سے متعلق مرفوع جتنی روایات ہیں وہ سب غیر معتبر ہیں۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے "باب التسمية بمحمد" کے تحت نو (٩) موضوع روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وقد روى فى هذا الباب أحاديث ليس فيها ما يصح"

الموضوعات: كتاب المبتدأ، ج١ ص١٥٤ تا ١٥٨

علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لم يصح فى فضل التسمية به حديث، بل قال الحافظ أبو العباس تقى الدين بن تيمة الحرانى رحمه اللّٰه تعالى: كل ما ورد فيه فهو موضوع.

سبل الهدى والرشاد: أبواب أسمائه، الباب الثالث، ج١ ص٤١٤ ←

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرواور اسے مجلس میں جگہ دو اور اس کے لئے منہ نہ بگاڑو۔

بُرے نام کی ممانعت

انبیائے کرام اور عبداللہ وعبدالرحمٰن وغیرہ کے علاوہ دوسرے ایسے نام بھی رکھے

← علامہ زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وذكر بعض الحفاظ أنه لم يصح فى فضل التسمية بمحمد حديث، وزعم ابن تيمية أن كل ما ورد فيه موضوع متعقب.

شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية: ج۷ ص۳۰۷

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَكُلُّ حَدِيثٍ يَشْتَمِلُ عَلَى فَسَادٍ أَوْ ظُلْمٍ أَوْ عَبَثٍ أَوْ مَدْحِ بَاطِلٍ أَوْ ذَمِّ حَقٍّ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ فَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ برئ. وَمِنْ هَذَا الْبَابِ أَحَادِيثُ مَدْحِ مَنِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ أَوْ أَحْمَدُ وَأَنَّ كُلَّ مَنْ يُسَمَّى بِهَذِهِ الأَسْمَاءِ لا يَدْخُلُ النَّارَ. وَهَذَا مُنَاقِضٌ لِمَا هُوَ مَعْلُومٌ مِنْ دِينِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّارَ لا يُجَارُ مِنْهَا بِالأَسْمَاءِ وَالأَلْقَابِ وَإِنَّمَا النَّجَاةُ مِنْهَا بِالإِيمَانِ وَالأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ.

المنار المنيف فی الصحيح والضعيف: ص۵۷، رقم: ۸۰

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِذَا سَمَّيْتُمُ الْوَلَدَ مُحَمَّدًا فَعَظِّمُوهُ وَوَقِّرُوهُ وَبَجِّلُوهُ وَلا تُذِلُّوهُ وَلا تُحَقِّرُوهُ وَلا تُجَبِّهُوهُ تَعْظِيمًا لِمُحَمَّدٍ. فيه متهم بالوضع. وفى معناه: أحاديث أخر لا تصح.

الفوائد المجموعة: ص۳۲۸، رقم: ۳۲

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''ومنها: الأحاديث التى تروى فى التسمية بأحمد لا يثبت منها شيئ ''اس کتاب کے حاشیہ میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''ومثلها فى البطلان الأحاديث فى فضل التسمية بمحمد'' دیکھئے تفصیلاً:

المصنوع فى معرفة أحاديث الموضوع: ص۲۴۸، رقم: ۴۴۶

جا سکتے ہیں جن سے شرک کی بو نہ آتی ہو، یا جن سے بری بات کا یا بری عادت کا اظہار نہ ہو، حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کے نام رکھنے سے منع فرماتے تھے، اور کوئی بُرا سا نام ہوتا تو آپ اسے اچھے نام سے بدل دیتے تھے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الْإِسْمَ الْقَبِيحَ. ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ناموں کی تبدیلی

کسی نے ''عاص'' نام رکھا، یا ''اصرم'' تو آپ نے فوراً اسے بدل بدل دیا۔ ❷

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ اپنے دادا کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ان کا نام ''حزن'' تھا، آپ کی خدمت میں جب وہ آئے تو آپ نے کہا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام ''حزن'' ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ. ❸

بلکہ تمہارا نام ''سہل'' ہے۔

انہوں نے کہا جو نام میرے ماں باپ نے میرا رکھا ہے اسے میں بدل نہیں سکتا، ابن المسیب کا بیان ہے:

---

❶ سنن الترمذی: أبواب الأدب، باب ما جاء فی تغییر الأسماء، ج۵ ص۱۳۵، رقم الحدیث: ۲۸۳۹ ❷ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عاصی'' نام ''مطیع'' سے بدلا۔ (صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر، باب لا یقتل قرشی صبرا بعد الفتح، ج۳ ص۱۴۰۹، رقم الحدیث: ۱۷۸۲) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اصرم'' نام ''زرعہ'' سے بدلا (سنن أبی داود: کتاب الأدب، باب فی تغییر الاسم القبیح، ج۴ ص۲۸۸، رقم الحدیث: ۴۹۵۴)

❸ صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب تحویل الاسم إلی اسم أحسن منه، ج۸ ص۴۳، رقم الحدیث: ۶۱۹۳

فَمَا زَالَتْ فِينَا الْحُزُونَةُ بَعْدُ. ❶

اب تک ہم لوگوں میں حزن و ملال کے اثرات باقی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''شرح سفر السعادۃ'' میں مکمل بحث کی ہے کہ اسم و مسمّی میں جو مناسبت ہوتی ہے یعنی نام کا اس شخص پر عموماً جو اثر ہوا کرتا ہے اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ ❷

بہر حال یہ تو مسلّم ہے کہ جن ناموں سے جنگ و جدال، حزن و غم یا اس طرح کی کوئی اور بُو محسوس ہوتی ہو ان ناموں سے بچنا چاہئے۔

کبر و غرور والے نام کی ممانعت

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ناموں سے بھی منع کیا ہے جن سے کبر و غرور کی بُو آتی ہو، آپ نے ایک دفعہ فرمایا: بدترین نام یہ ہے کہ کوئی بچہ کا نام ''ملک الاملاک'' رکھے، الفاظ یہ ہیں:

أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ. ❸

قیامت کے دن بدترین نام اللہ تعالیٰ کے یہاں اس شخص کا نام ہوگا جس کا نام شہنشاہ رکھا جائے۔

مسلم شریف میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَخْبَثُهُ وَأَغْيَظُهُ عَلَيْهِ، رَجُلٍ كَانَ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ، لَا مَلِكَ إِلَّا اللّٰهُ. ❹

❶ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب تحويل الاسم إلى اسم أحسن منه، ج۸ ص۴۳، رقم الحديث: ۶۱۹۳ ❷ شرح سفر السعادۃ: فصل در سنن حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص۳۸۴،۵۸۳ ❸ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله، ج۸ ص۴۵، رقم الحديث: ۶۲۰۵ ❹ صحيح مسلم: كتاب الآداب، باب تحريم التسمية بملك الأملاك، ج۳ ص۱۶۸۸، رقم الحديث: ۲۱۴۳

قیامت کے دن اللہ تعالی کے یہاں مبغوض اور خبیث ترین شخص وہ ہوگا جس کا نام ملک الاملاک (شہنشاہ) ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کے سوا کسی کو حکومت حاصل نہیں۔

معلوم ہوا کہ ایسے نام جو صفاتِ الٰہیہ کے لئے مخصوص ہیں ان کے ساتھ کسی انسان کا نام رکھنا درست نہیں ہے، شہنشاہ انسان نہیں ہوسکتا اس لئے اس طرح کا نام ہرگز نہ رکھا جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ کسی نے اپنا نام عزیز رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو منع فرمادیا کہ اللہ تعالی کا نام ہے۔ ❶

البتہ عبدالعزیز نام رکھنا درست ہوگا۔

حدیث کی کتابوں میں ایک مستقل باب ہی ''الأسماء والکنٰی'' کے عنوان سے ہے، اس میں پوری تفصیل موجود ہے، یہاں اختصار پیشِ نظر ہے اس لئے بقدرِ ضرورت پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

ملائکہ کے نام کی ممانعت

ملائکہ کے نام پر نام رکھنا مکروہ ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں اس بات کی صراحت کی ہے، لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ملائکہ کے نام کے ساتھ نام رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ❷

جیسے کہ کوئی جبرئیل ❸

❶ سنن أبی داود: کتاب الأدب، باب فی تغییر الاسم القبیح، ج۴ ص ۲۸۹، رقم الحدیث: ۴۹۵۹ ❷ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الآداب، باب الأسامی، ج۹ ص ۱۰

❸ ''جبرئیل'' غیر عربی نام ہے، اصل میں ''کوریال'' تھا، جب اسے عربی زبان میں تبدیل کیا گیا تو کثرتِ استعمال کی وجہ سے ''جبرئیل'' ہوگیا:

قَالَ ابْنُ جِنِّی: وَأَصْلُهُ ''کُورْیَالُ'' فغُیِّرَ بِالتَّعْرِیبِ وَطُولِ الْاِسْتِعْمَالِ إِلٰی مَا تَرَی.

الإتقان فی علوم القرآن: النوع التاسع والستون، ج۴ ص ۷۸

نام رکھ دے، اوراس کی تائید میں تاریخ بخاری سے یہ روایت نقل کی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرَادٍ: سَمُّوا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا تُسَمُّوا بِأَسْمَاءِ الْمَلَائِكَةِ. ❶

عبداللہ بن جرار سے روایت ہے کہ انبیاء کے نام پر نام رکھو، اور فرشتوں کے نام پر نام نہ رکھو۔

ساتویں دن نام رکھنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی نظر میں

نام کس دن رکھا جائے اس کی تفصیل اوپر علمی طور پر بیان کی جا چکی ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

امّا تسمیہ مولود و نام اورا سنت آنست کہ در روز ہفتم باشد چنانچہ در عقیقہ نیز سنت ہم

---

❶ **التاریخ الکبیر: ترجمة: عبد الله بن جراد، ج۵ ص۳۵/ مرقاة المفاتیح: کتاب الآداب، باب الأسامی، ج۷ ص۲۹۹۶**

یہ روایت سنداً نہایت ضعیف ہے، اس میں ایک راوی ''ابوقتادہ شامی'' ہے، امام یحیی بن معین رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں ''**لیس بشیء، کتبنا عنه ثم ترکناه**''

میزان الاعتدال: ج۴ ص۵۶۴، رقم:۱۰۵۲۸

ایک راوی ''عبداللہ بن جراد'' ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق لکھتے ہیں ''**مجهول لا یصح خبره، لأنه من روایة یعلی بن الأشدق الکذاب**'' امام ابوحاتم رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں ''**لا یعرف ولا یصح خبره**''

میزان الاعتدال: ج۲ ص۴۰۰، رقم: ۴۲۴۳

امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں ''**فی إسناده نظر**'' امام بخاری رحمہ اللہ کی اس اصطلاح کی وضاحت کے لئے دیکھئے:

الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل: ص۳۴۸، ۳۴۹/ معجم المصطلحات الحدیثیة: ص۴۰۳، ۴۰۴

چنیں است، ترمذی از ابن عمر آوردہ کہ پیغمبر امر کرد بہ تسمیہ مولود در روز ہفتم۔ ❶

بچہ کا نام رکھنے میں سنت یہ ہے کہ ساتویں دن رکھا جائے جیسا کہ عقیقہ میں بھی یہی سنت ہے، ترمذی میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن بچہ کا نام رکھنے کا حکم دیا۔

ساتویں دن سے پہلے نام رکھے جانے کے متعلق علماء کی رائے

شرح شرعۃ الاسلام (ص ۴۵۹) میں ہے:

وَمِنْ حُقُوقِ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَن يُّسَمِّيَهُ عِنْدَ الْوِلادَةِ أَىْ فِى الْيَوْمِ السَّابِعِ لَا قَبْلَهُ صَرَّحَ بِهِ فِىْ شَرْحِ ا لْمَصَابِيْحِ أَحْسَنَ الْأَسْمَاءِ.

بچہ کا باپ پر یہ بھی حق ہے کہ پیدائش کے وقت اس کا بہترین نام رکھے، یعنی ساتویں دن نہ کہ اس سے پہلے، شرح المصابیح میں اس کی صراحت ہے۔

اصولِ حدیث کے پیش نظر یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ قولی حدیث کو ترجیح دی جائے اور نام ساتویں دن رکھا جائے، فقہاء نے بھی اسی کو مستحب لکھا ہے:

يُسْتَحَبُّ لِمَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ أَنْ يُسَمِّيَهُ يَوْمَ أُسْبُوعِهِ. ❷

جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ اس کا نام ساتویں دن رکھے۔

نام میں غیر اللہ کی طرف نسبت جائز نہیں

ایسا نام ہرگز نہ رکھا جائے جس میں خدا کے سوا کسی اور کا بندہ ہونا معلوم ہو، یہ بالاتفاق حرام ہے:

وَلَا يَجُوزُ نَحْوُ عَبْدِ الْحَارِثِ وَلَا عَبْدِ النَّبِيِّ، وَلَا عِبْرَةَ بِمَا شَاعَ فِيمَا

❶ شرح سفر السعادۃ: فصل در سنن حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص ۳۸۳

❷ رد المحتار: كتاب الأضحية، خاتمة، ج ۹ ص ۵۵۴

بَيْنَ النَّاسِ. ❶

جیسے عبد عمر، عبد الکعب، عبد الحسن، عبد الحسین، بندہ علی، اور اس طرح کا کوئی اور نام، ایسے نام رکھنے کہ جن کا تذکرہ اپنے نیک بندوں میں نہ خدا نے کیا ہو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ملے اور نہ مسلمانوں میں رائج ہوں مناسب نہیں ہے، ایسے نام سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ❷

عقیقہ اسلام کی نظر میں

والدین پر ایک حق اسلام کی طرف سے یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن وہ اپنے بچہ کا عقیقہ کریں تا کہ وہ بہت ساری آفتوں اور مصائب سے اپنی آئندہ زندگی میں محفوظ رہے اور اگر موت مقدر ہو تو آخرت میں اپنے والدین کی شفاعت کا ذریعہ بن سکے۔

عقیقہ مستحب ہے

عقیقہ مستحب ہے، یعنی قدرت اگر رکھتا ہے تو اُسے ضرور کرنا چاہئے، یوں گنجائش ہے

---

❶مرقاة المفاتيح: كتاب الآداب، باب الأسامى، ج٩ ص ١١

وأما ما اشتهر من التسمية بعبد النبى فظاهره كفر.

شرح الفقه الأكبر: ص ١٩٣

فقال أبو محمد بن حزم اتَّفقُوا على تَحرِيم كل اسم معبد لغير الله كَعَبْدِ الْعُزَّى وَعَبْدِ هُبل وَعَبْدِ عَمرو وَعَبْدِ الْكَعْبَة وَمَا أشبه ذَلِك حاشا عَبْدُ الْمُطَّلِبُ انتهى فَلَا تَحِلُّ التَّسْمِيَةُ بِعَبْدِ عَلِيٍّ وَلَا عَبْدِ الْحُسَيْن وَلَا عَبْدِ الْكَعْبَةِ.

تحفة المودود بأحكام المولود: الباب الثامن، الفصل الثانى، ص ١١٣

❷التَّسْمِيَةُ بِاسْمٍ لَمْ يَذْكُرْهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي عِبَادَةٍ وَلَا ذَكَرَهُ رَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَسْتَعْمِلُهُ الْمُسْلِمُونَ تَكَلَّمُوا فِيهِ، وَالْأَوْلَى أَنْ لَا يَفْعَلَ.

رد المحتار: كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، ج٩ ص ٦٨٩ / الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الثانى والعشرون، ج٥ ص ٣٦٢

کہ اگر وہ نہ کرے گا تو کسی گناہ کا مرتکب نہ ہوگا۔ ❶

لیکن ایک بہتر چیز کا چھوڑنے والا کہا جائے گا، اس لئے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کا عقیقہ کیا تھا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا، نیز تمام امت کو بھی حکم ہے کہ وہ اپنے بچوں کا عقیقہ کیا کریں، بلکہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ خود اپنا عقیقہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت کیا تھا: ❷

❶ حنفیہ جس حدیث سے استحباب ثابت کرتے ہیں وہ یہ ہے:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ العَقِيقَةِ؟ فَقَالَ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوقَ. كَأَنَّهُ كَرِهَ الْإِسْمَ وَقَالَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ.

سنن أبی داود: کتاب الضحایا: باب فی العقیقة، ج۳ ص۱۰۷، رقم الحدیث: ۲۸۴۲

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى الْإِسْتِحْبَابِ.

عمدة القاری: کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه وتحنیکه، ج ۲۱ ص ۸۳

یہ استحباب کی دلیل ہے۔

❷ مسند البزار: مسند أنس بن مالک، ج۱۳ ص۴۷۸، رقم الحدیث: ۷۲۸۱

یہ روایت موضوع ہے، امام بزار رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے ''عبداللہ بن محرر'' راوی کے متعلق لکھتے ہیں:

وهُو ضَعِيفُ الْحَدِيثِ جِدًّا، وَإِنَّما يُكْتَبُ مِنْ حَدِيثِهِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ.

امام احمد رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں ''ترک الناس حدیثه'' امام جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''هالک'' امام دارقطنی اور محدثین کی جماعت فرماتے ہیں ''متروک'' امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''لیس بثقة'' امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''کان من خیار عباد الله إلا أنه کان یکذب ولا یعلم ویقلب الأخبار ولا یفهم'' امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان جرحوں کے بعد ''ومن بلایاه'' کہہ کر اس موضوع روایت کو نقل کیا ہے، اور اس راوی سے مروی دیگر موضوع روایات بھی نقل کی ہیں، دیکھئے تفصیلاً:

←

حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اَلْغُلَامُ عَقِيقَةٌ، فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى. ❶

لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے اذیت دور کرو۔

ایذاء کی چیز دور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سر کے بال منڈوا دو اور پیدا ہونے کے وقت جو آلائش ہو اُسے اسی وقت صاف کرو، اور یہ بھی منشا ہو سکتا ہے کہ اس طرح بچے سے ان اذیتوں کا دفعیہ کرو جو پیش آنے والی ہیں۔

← **میزان الاعتدال: ج۲ ص ۵۰۰، رقم: ۴۵۹۱**

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت باطل ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''**إنما تركوا عبد الله بن محرر بسبب هذا الحديث**''

''عبداللہ بن محرر'' کے متعلق نقل کرتے ہیں ''**ضعيف متفق على ضعفه قال الحفاظ هو متروك**''

المجموع شرح المهذب: باب العقيقة، ج۸ ص ۴۳۲

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ بالا جرحیں نقل کی ہیں، دیکھئے:

التلخيص الحبير: كتاب العقيقة، ج۴ ص ۳۶۲

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں ''**عبد الله بن محرر ليس حديثه بحجة**''

الاستذكار: كتاب العقيقة، ج۵ ص ۳۱۸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں ''**أن النبي صلى الله عليه وسلم عق عن نفسه بعد النبوة لا يثبت**''

فتح الباري: ج۹ ص ۵۹۵

❶ **سنن الترمذي: أبواب الأضاحي، باب الأذان في أُذن المولود، ج۴ ص ۹۷، رقم الحديث: ۱۵۱۵**

تحقیق لفظِ عقیقہ

عقیقہ کے معنی لغت میں ان بالوں کے ہیں جو بچہ کے سر پر پہلے پہل آتے ہیں، یوں تو انسان وحیوان کے بچے کے عام بال کو بھی کہتے ہیں چونکہ اس بال کے مونڈنے کے ساتھ جانور بھی ذبح ہوتا ہے، اس لئے عرفِ عام میں جانور کے ذبح کرنے کو بھی عقیقہ کہا جانے لگا، مختصر یہ ہے کہ اوپر کی حدیث میں صراحت کے ساتھ دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، ایک جانور ذبح کرنے کا جسے ''فَأَهْرِيقُوْا عَنْهُ دَمًا '' سے تعبیر کیا گیا ہے، اور دوسرا بچہ کے سر سے بال اتروانے کو جسے ''أَمِيطُوْا عَنْهُ الْأَذٰى '' سے ظاہر کیا گیا ہے۔

عقیقہ میں جانور ذبح کرنا

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تشریح ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ، لَا يَضُرُّكُمْ أَذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا. (1)

(عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک اور تمہارے لئے نقصان دہ نہیں ہیں کہ وہ نر ہوں یا مادہ۔

یعنی اگر لڑکا ہو تو اس کی طرف سے عقیقہ میں دو بکریاں ذبح کی جائیں اور اگر لڑکی ہو تو ایک، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ جانور نر ہی ہو، بلکہ بکری کی جگہ بکرا بھی کیا جا سکتا ہے، ادائیگی استحباب میں دونوں برابر ہیں، جو آسانی سے فراہم ہو جائے یا جس کو عقیقہ کرنے والا پسند کرے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

وَفِيهِ إِشْعَارٌ بِأَنَّ نَحْوَ شَاةٍ وَنَمْلَةٍ وَحَمَامَةٍ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الذُّكُورِ وَالْإِنَاثِ،

(1) سنن أبی داود: كتاب الضحايا، باب فی العقيقة، ج٣ ص١٠٥، رقم الحديث: ٢٨٣٥

وَإِنَّمَا يَتَبَيَّنُ الْمُرَادُ بِانْتِهَاضِ الْقَرِينَةِ. ❶

اس حدیث میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ شاۃ، نملہ اور حمامہ کے جیسے الفاظ مذکر ومؤنث دونوں میں مشترک طور پر استعمال ہوتے ہیں، مذکر ومؤنث کی تعیین قرینہ سے ہوتی ہے۔

عقیقہ کی اہمیت

عقیقہ کی اہمیت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ. ❷

لڑکا عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ میں جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال مونڈے جائیں۔

عقیقہ کے فوائد

عقیقہ کے ساتھ گروی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سلامتی اور آفات وحوادث سے اس کی حفاظت کا بڑی حد تک عقیقہ پر دارومدار ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کئی معنی بیان کئے ہیں، لکھتے ہیں:

يَعْنِي أَنَّهُ مَحْبُوسٌ سَلَامَتِهِ عَنِ الْآفَاتِ بِهَا أَوْ إِنَّهُ كَالشَّيْءِ الْمَرْهُونِ لَا يَتِمُّ الِاسْتِمْتَاعُ بِهِ دُونَ أَنْ يُقَابِلَ بِهَا لِأَنَّهُ نِعْمَةٌ مِنَ اللَّهِ عَلَى وَالِدَيْهِ، فَلَا بُدَّ لَهُمَا مِنَ الشُّكْرِ عَلَيْهِ. ❸

یعنی اس کی سلامتی آفات وحوادث سے عقیقہ پر موقوف ہے، یا وہ مثل ایسی گروی رکھی

---

❶ مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٨ ص ٨٦

❷ سنن أبي داود: كتاب الضحايا، باب في العقيقة، ج٣ ص ١٠٦، رقم الحديث: ٢٨٣٧

❸ مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٨ ص ٧٦

ہوئی چیز کے ہے جس سے پورا فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے یہ اللہ تعالی کی والدین پر ایک نعمت ہے جس کا شکریہ ان پر ضروری ہے۔

عقیقہ اور شفاعتِ والدین

تیسرے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ گروی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ اگر بغیر عقیقہ کے مرگیا تو وہ اس حدیث کے حکم میں داخل نہیں ہوگا، جس میں آیا ہے کہ لڑکا مرنے کے بعد اپنے والدین کے لئے باعثِ شفاعت ہے، اور بعض علماء نے سب سے بہتر اسی معنی کو قرار دیا ہے:

وَأَجْوَدُهَا مَا قَالَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ مَعْنَاهُ أَنَّهُ إِذَا مَاتَ طِفْلًا وَلَمْ يُعَقَّ عَنْهُ لَمْ يَشْفَعْ فِي وَالِدَيْهِ. ❶

سب سے عمدہ وہ معنی ہیں جسے امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے کہ ماحصل یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوا اور وہ بغیر عقیقہ کے مرجائے تو اپنے والدین کی شفاعت نہ کرے گا۔

عقیقہ اور صحت وراحت

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے اس معنی کی مخالفت کی ہے وہ پہلے معنی پر زور دیتے ہیں۔ ❷

اچھا یہ ہے کہ دونوں معنی مراد لئے جائیں کہ جس طرح دنیا میں صحت وراحت اور نعمت کا کامل شکریہ عقیقہ سے وابستہ ہے، اسی طرح آخرت میں اس کے والدین کے لئے ذریعہ شفاعت قرار پانا بھی اسی سے متعلق ہے، گویا بچہ کی اپنی بھلائی اور نشو ونما میں بھی عقیقہ کو دخل ہے اور دوسروں کے لئے مفید ہونے میں بھی، اس حدیثِ مذکور سے عقیقہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کس قدر مفید اور نفع بخش ہے، ایک دوسری حدیث میں ہے:

❶مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٨ ص٧٨

❷مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٨ ص٧٨/ الميسر فی شرح المصابيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٣ ص٩٤٨، ٩٤٩

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ العَقِيقَةِ؟ فَقَالَ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوقَ... مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ. ❶

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی بچہ میں نافرمانی پسند نہیں کرتا، اور فرمایا کہ جس کا بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو اُسے چاہئے کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں دو بکری کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک۔

عقیقہ کا حسن ادب میں دخل

منشا یہ ہے کہ اگر باپ چاہتا ہے کہ اس کا بچہ آگے چل کر اطاعت گزار اور فرمانبردار بنے، گستاخی اور نافرمانی سے دور رہے، اور اس میں حسنِ ادب کی جلوہ گری ہو، تو پھر اسے عقیقہ میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، اگر یہاں عقیقہ میں اس کی طرف سے عقوق یعنی نافرمانی ہوگی تو جب بچہ بڑا ہوگا اس کی طرف سے بھی گستاخی کے مظاہرے دیکھنے میں آئیں گے، اور اللہ تعالی اسے پسند نہیں کرتا کہ ایسی نوبت کسی باپ کو پیش آئے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی صراحت

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کے ابتدائی جملوں کا مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فَمَنْ شَاءَ أَنْ لَا يَكُونَ وَلَدُهُ عَاقًّا لَهُ فِي كِبَرِهِ فَلْيَذْبَحْ عَنْهُ عَقِيقَةً فِي صِغَرِهِ، لِأَنَّ عُقُوقَ الْوَالِدِ يُورِثُ عُقُوقَ الْوَلَدِ وَلَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوقَ. ❷

❶ سنن أبي داود: كتاب الضحايا، باب في العقيقة، ج۳ ص۱۰۷، رقم الحديث: ۲۸۴۲ ❷ مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج۸ ص۸۰

یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد سنِ شعور کو پہنچ کر نافرمان نہ ثابت ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کا بچپنے میں عقیقہ کرے، اس لئے کہ عقیقہ میں باپ کی نافرمانی یعنی اس کا عقیقہ نہ کرنا اولاد کی نافرمانی کے جذبات پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس عقوق و نافرمانی کو پسند نہیں کرتا۔

اس تمہید کے بعد اصل منشا حدیث میں ''فَلْیَنْسُکْ'' سے بیان کیا گیا ہے کہ اسے عقیقہ کرنا چاہئے۔

''لَا یُحِبُّ اللہُ الْعُقُوْقَ'' کے معنی بیان کرتے ہوئے صاحبِ مرقاۃ لکھتے ہیں:

فَقَالَ: لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوقَ أَیْ تَرْکُ ذٰلِکَ مِنَ الْوَالِدِ مَعَ قُدْرَتِهِ عَلَیْهِ یُشْبِهُ إِضَاعَةَ الْمَوْلُودِ حَقَّ أَبَوَیْهِ، وَلَا یُحِبُّ اللّٰهُ ذٰلِکَ. ❶

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عقوق یعنی قدرت کے باوجود باپ کے لئے عقیقہ کا ترک پسند نہیں کرتا ہے، جو کہ اولاد کا اپنے والدین کے حق کو ضائع کر دینا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا۔

راوی کی طرف سے زیادتی اور اس کی حقیقت

ماقبل میں مذکورہ حدیث میں راوی کا یہ اضافہ ہے:

کَأَنَّهُ کَرِهَ الِاسْمَ. ❷

گویا کہ آپ نے نام پسند نہیں کیا۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ عقیقہ کے ساتھ اس رسمِ دینی کا نام رکھنا پسند نہیں فرمایا، یہ راوی کی ذاتی رائے ہے، اور اس باب کی تمام احادیث کے پیش نظر یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ راوی یا جن لوگوں نے اس رائے کی موافقت کی ہے وہ صحیح مفہوم سے دور

❶ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الصید والذبائح، باب العقیقة، ج۸ ص۸۰، ۸۱ ❷ سنن أبی داود: کتاب الضحایا، باب فی العقیقة، ج۳ ص۱۰۷، رقم الحدیث: ۲۸۴۲

جا پڑے ہیں، صحیح مفہوم وہی ہے جس کی تعبیر اوپر صاحبِ مرقاۃ نے کی ہے، آپ خود پڑھ آئے کہ مختلف حدیثوں میں لفظ عقیقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے، پھر ناگواری کی بات کسی طرح عقل وفہم میں نہیں آتی۔

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ کی رائے

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے بھی اس کا رد کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

هُوَ كَلَامٌ غَيْرُ سَدِيدٍ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الْعَقِيقَةَ فِي عِدَّةِ أَحَادِيثَ، وَلَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْإِسْمَ لَعَدَلَ عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ، وَمِنْ عَادَتِهِ تَغْيِيرُ الْإِسْمِ إِذَا كَرِهَهُ. ❶

یہ کہنا درست نہیں ہے اس وجہ سے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حدیثوں میں عقیقہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اگر یہ نام ناگوارِ خاطر ہوتا تو اسے دوسرے نام سے بدل دیتے جیسا کہ اس سلسلہ میں آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی نام ناپسند ہوتا تو اُسے بدل دیتے۔

لڑکے کے لئے دو جانوروں کا استحباب

اوپر کی ان دونوں حدیثوں میں اس کی صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکوں کے لئے دو بکرے یا بکریوں کا حکم فرمایا ہے، اور لڑکیوں کے لئے ایک بکرا یا بکری کا، اور اسی وجہ سے محققین علماء اسی طرف گئے ہیں کہ مستحب طریقہ یہی ہے، اس لئے کہ ابوداود کی روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا. ❷

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے

❶ مرقاة المفاتيح: كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، ج٨ ص ٨١ ❷ سنن أبي داود: كتاب الضحايا، باب في العقيقة، ج٣ ص١٠٧، رقم الحديث: ٢٨٤١

عقیقہ میں ایک ایک مینڈھا ذبح کیا۔

اور نسائی میں ''کبشین کبشین'' کا لفظ آیا ہے۔ ❶

یعنی پہلی روایت کا منشاء یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا کیا، اور دوسری روایت میں دودو کی صراحت ہے، اس لئے فقہاء نے ایک کو جائز قرار دیا ہے، اور دو کو مستحب کہا ہے تا کہ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی صورت پیدا ہو جائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی رائے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولکن حدیث عن الغلام شاتان اقوی واصح است زیرا کہ جماعتے از اکابر صحابہ آں را روایت می کنند، ترمذی گفتہ دریں باب حدیث از علی وعائشہ وام کرز وبریدہ وابی ہریرہ وعبد اللہ بن عمرو انس وسلمان بن عامر وابن عباس آمدہ وحدیث ام کرز حسن صحیح است وعمل بریں است نزد اہلِ علم۔ ❷

لیکن جس حدیث میں لڑکے کے لئے عقیقہ میں دو بکری ذبح کرنے کا حکم ہے وہ زیادہ اقوی اور صحیح ہے، اس وجہ سے کہ اکابر صحابہ کرام کی ایک جماعت اس کی راوی ہے، ترمذی نے بیان کیا کہ اس باب میں حضرت علی وعائشہ، ام کرز، بریدہ، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، انس، سلمان بن عامر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے حدیث آئی ہے، اور ان حدیثوں میں ام کرز کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اہلِ علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

❶ سنن النسائی: کتاب العقیقة، باب العقیقة عن الجاریة، ج۷ ص ۱۶۵، رقم الحدیث: ۴۲۱۹ ❷ شرح سفر السعادة: فصل در سننِ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص۳۸۲/ سنن الترمذی: أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی العقیقة، ج۴ ص ۹۶، رقم الحدیث: ۱۵۱۳

دو جانوروں کے استحباب کی وجہ

دوسری اصولی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ووجہ دیگر در ترجیح ذبح وشاۃ از پسر آں کہ قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از فعل اقوی واتم است، چہ فعل احتمال اختصاص بحضرت نبوت دارد، بخلاف قول کہ اختصاص ندارد بہ یکے از آحادِ امت۔ ❶

لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں دو بکرے ذبح کرنے کا جس حدیث میں حکم آیا ہے اس کی دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول آپ کے فعل سے اقوی واتم ہے، اس وجہ سے کہ فعل میں آپ کی ذات کے ساتھ اختصاص کا احتمال ہے بخلاف قول کے کہ اس میں کسی کے ساتھ اختصاص کا کوئی احتمال نہیں ہے۔

اصولِ حدیث میں یہ بات طے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اختصاص کا احتمال رکھتا ہے، مثلاً صومِ وصال۔ ❷

اور اس طرح کی اور بہت سی چیزیں، مگر قول میں اس طرح کا کوئی احتمال نہیں رہتا، پھر فعل اس کے علاوہ زیادہ سے زیادہ جواز پر دلالت کرتا ہے، مگر قول کم سے کم استحباب پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی دلالت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

دیگر آں کہ فعل دل است بر جواز، چہ فعل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حرام مکروہ نہ بود، وقول دال است بر استحباب، چہ ادنی امر وطلب شارع ندب واستحباب است۔ ❸

---

❶ شرح سفر السعادۃ: فصل در سننِ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص۳۸۲ ❷ صحیح البخاری: کتاب الصوم، باب التنکیل لمن أکثر الوصال، ج۳ ص۳۷، رقم الحدیث: ۱۹۶۵

❸ شرح سفر السعادۃ: فصل در سننِ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص۳۸۲

دوسری وجہ یہ ہے کہ فعل جواز کو بتاتا ہے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حرام اور مکروہ نہیں ہوتا ہے اور قول استحباب پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ حضرت شارع کے امر وطلب کا درجہ کم سے کم استحباب ہے۔

لڑکے کی جانب سے دو جانوروں کی وجوہِ ترجیح

''شرح سفر السعادۃ'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ کا واقعہ ام کرز والی حدیث سے پہلے کا ہے، اس لئے کہ غزوہ احد کے سال حضرت حسن کی پیدائش ہے، اور اس کے دوسرے سال حضرت حسین کی، اور ام کرز کی حدیث حدیبیہ کے سال سے متعلق ہے، اور یہ اصول ہے کہ بعد والی چیز پہلی کے لئے ناسخ کا حکم رکھتی ہے۔ پھر عقلی طور پر بھی لڑکے کے لئے دو بکری والی حدیث کو ہی راجح قرار دینا چاہیے، اس لئے کہ لڑکے کو لڑکی پر میراث میں فضیلت حاصل ہے، ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر دیا گیا ہے، ''لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ'' ارشادِ ربانی ہے، یہی حال شہادت والے مسئلہ میں ہے کہ ایک مرد کو دو عورت کے مقابلہ میں رکھا گیا ہے۔

علاوہ ازیں دوسرے مسئلوں میں بھی مرد کو عورت پر فضیلت بخشی گئی ہے، اور اس طرح کے دوسرے وجوہِ شرعی کے پیش نظر یہ بات محقق معلوم ہوتی ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے عقیقہ میں کئے جانے بہتر ہیں، اگرچہ ایک بھی درست ہے۔ ❶

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی صراحت

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ أَقَلُّ النَّدْبِ فِي حَقِّهِ عَقِيقَةً وَاحِدَةً وَكَمَالُهُ ثِنْتَانِ. ❷

❶ شرح سفر السعادۃ: فصل در سننِ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص ۳۸۲

❷ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الصید والذبائح، باب العقیقۃ، ج ۸ ص ۷۹

لڑکے کے حق میں کم سے کم مستحب ایک بکرا ہے، اور درجہ کمال دو میں ہے۔

پھر جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک بکرا عقیقہ میں ذبح کیا: ❶

اس کی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ممکن ہے کہ ایک پیدائش کے دن کیا ہو اور دوسرا عقیقہ کے دن، یا ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہو اور ایک حضرت علی یا حضرت فاطمہ نے اس طرح دو ہو گئے۔

عقیقہ کی ایک عقلی حکمت

عقیقہ کی جہاں اور وجہیں بیان کی گئی ہیں عقلاً اس میں ایک یہ بھی فائدہ معلوم ہے کہ اسلام ہر باپ کو عملی تعلیم دینا چاہتا ہے کہ وہ بچوں کو تربیت میں مال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے اور ساتھ ہی اس کی صفائی کا بھی لحاظ و خیال رکھے۔

عقیقہ میں بال کاٹنا اور اس کے برابر چاندی صدقہ کرنا

جانور کے ذبح کرنے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی حکم فرمایا کہ اس کے بال منڈوائے جائیں، اور اس کے برابر چاندی یا سونا خیرات کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

عَقَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ، وَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ! احْلِقِي رَأْسَهُ، وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً ، قَالَ: فَوَزَنَتْهُ فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا أَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ. ❷

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کی طرف سے ایک بکرا عقیقہ کیا اور

---

❶ سنن أبی داود: کتاب الضحايا، باب فی العقيقة، ج۳ ص۱۰۷، رقم الحديث: ۲۸۴۱

❷ سنن الترمذی: أبواب الأضاحی، باب العقيقة بشاة، ج۴ ص۹۹، رقم الحديث: ۱۵۱۹

حضرت فاطمہ سے کہا کہ اے فاطمہ! اس کے سر کے بال منڈوا دے اور اس کے برابر چاندی صدقہ کردے، پس ہم نے اسے وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر ہوا یا کچھ کم۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمل

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے تمام بچوں میں ایسا ہی کیا:

وَزَنَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعَرَ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ، وَزَيْنَبَ وَأُمِّ كُلْثُومٍ، فَتَصَدَّقَتْ بِزِنَةِ ذٰلِكَ فِضَّةً. ❶

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن وحسین وزینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے بال وزن کیے اور اس کے برابر چاندی صدقہ کی۔

سر پر زعفران کا تیل ملنا

اور سر مونڈ کر اس کے سر پر زعفران یا صندل مَلا جائے:

كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا، فَلَمَّا جَاءَ اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً، وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ. ❷

حضرت بریدہ کا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی کا ہم میں سے بچہ ہوتا تو وہ بکرا ذبح کرتا، اور اس کا خون بچہ کے سر پر مَل دیتا، مگر جب اسلام آیا تو ہمارا یہ دستور ہو گیا ہے کہ ساتویں دن ہم اس کے عقیقہ میں بکرا ذبح کرتے ہیں اور سر مونڈ کر زعفران مَل دیتے ہیں۔

ساتویں دن عقیقہ نہ ہونے کی صورت میں بال کا حکم

اگر کوئی ساتویں دن جو عقیقہ کا مستحب دن ہے جانور نہ ملنے کی وجہ سے یا اور کسی مجبوری

❶ موطأ الإمام مالك: كتاب العقيقة، باب ما جاء في العقيقة، ج٢ ص ٥٠١، رقم الحديث: ١٨٣٩ ❷ سنن أبي داود: كتاب الضحايا، باب في العقيقة، ج٣ ص١٠٧، رقم الحديث: ٢٨٤٣

کی وجہ سے عقیقہ نہ کر سکے تو بھی اُسے چاہئے کہ ساتویں دن بال کاٹ دے اور اس کے برابر چاندی خیرات کردے، عقیقہ بعد میں کرتا رہے جس کی تفصیل آرہی ہے، اس لئے کہ حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِرَأْسِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اِبْنَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَوْمَ سَابِعِهِمَا، فَحُلِقَ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِوَزْنِهِ فِضَّةً وَلَمْ يَجِدْ ذِبْحًا. ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ساتویں دن حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بال حلق کردیئے جائیں، چنانچہ منڈوا دیا گیا، پھر اسے وزن کرکے اس کے برابر چاندی صدقہ کردی گئی اور آپ کو ذبح کے لئے جانور نہیں ملا۔

ایسا ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حلق تو ساتویں دن ہوگیا اور بال برابر چاندی بھی صدقہ کردی گئی مگر عقیقہ بعد میں ہوا، اس لئے کہ کسی حدیث میں صراحت نہیں کہ دونوں ساتھ ساتھ ہوئے۔

عقیقہ کس دن مستحب ہے؟

اس میں شبہ نہیں کہ مستحب یہی ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کیا جائے جیسا کہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُسَمَّى، وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ. ❷

اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور نام رکھا جائے اور سر منڈوا دیا جائے۔

ساتویں دن نہ ہوسکے تو کیا کرے؟

اور بھی حدیثوں میں ساتویں دن کی صراحت موجود ہے جو اوپر نقل کی جاچکی ہیں،

❶ المعجم الأوسط: باب الألف، ج ۱ ص ۴۶، رقم الحديث: ۱۲۷

❷ سنن الترمذی: أبواب الضحايا، باب من العقيقة، ج ۴ ص ۱۰۱، رقم الحديث: ۱۵۲۲

البتہ اگر ساتویں دن میسر نہ ہو سکے تو چودہویں دن یا اکیسویں دن، پھر اسی طرح سات سات کا اضافہ کرتا چلا جائے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث ہے:

اَلْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ، أَوْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، أَوْ إِحْدَى وَعِشْرِينَ. ❶

عقیقہ ساتویں دن ہے یا چودہویں دن یا اکیسویں دن۔

❶ المعجم الأوسط: ج۵ ص۱۳۶، رقم الحديث: ۴۸۸۲/ السنن الكبرى: جماع أبواب العقيقة، ج۹ ص۵۱۰، رقم الحديث: ۱۹۲۹۳

یہ روایت سند کے اعتبار سے نہایت ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں

''لم يرو هذا الحديث عن قتادة إلا إسماعيل بن مسلم''

المعجم الأوسط: ج۵ ص۱۳۶

امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''وفيه إسماعيل بن مسلم المكي وهو ضعيف لكثرة غلطه ووهمه''

مجمع الزوائد: باب العقيقة، ج۴ ص۵۹، رقم الحديث: ۶۲۰۲

اس روایت کی سند میں ''اسماعیل بن مسلم مکی'' ہیں، جن کے متعلق محدثین کی آراء درج ذیل ہیں:

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ضعیف'' امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''منكر الحديث'' امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''متروک'' امام یحیی بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''كان لم يزل مختلطا كان يحدثنا بالحديث الواحد على ثلاثة أضرب'' امام یحیی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ليس بشيء'' امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''لا يكتب حديثه'' امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس راوی سے مروی موضوع روایات بھی نقل کی ہیں، دیکھئے تفصیلاً:

ميزان الاعتدال: ترجمة: إسماعيل بن مسلم المكي، ج۱ ص۲۴۹، ۲۵۰، رقم: ۹۴۵

البتہ یہی مضمون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں ''ولكن ذاک يوم السابع فإن لم يكن ففي أربعة عشرة فإن لم يكن ففي إحدى وعشرين''

←

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

اکیسویں دن نہ ہو سکے تو پھر اسی طرح سات سات کا اضافہ کرتا چلا جائے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ نبوت ملنے کے بعد کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا. ❶

← المستدرک علی الصحیحین: کتاب الذبائح، ج۴ ص۲۶۶، رقم الحدیث: ۷۵۹۵، قال الحاکم هذا حدیث صحیح الإسناد ووافقه الذهبی

یاد رہے کہ اہل علم کا عمل اسی پر ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُذْبَحَ عَنِ الْغُلَامِ الْعَقِيقَةُ يَوْمَ السَّابِعِ، فَإِنْ لَمْ يَتَهَيَّأْ يَوْمَ السَّابِعِ فَيَوْمَ الرَّابِعَ عَشَرَ، فَإِنْ لَمْ يَتَهَيَّأْ عُقَّ عَنْهُ يَوْمَ حَادٍ وَعِشْرِينَ.

سنن الترمذی: أبواب الأضاحی، باب من العقیقة، ج۴ ص۱۰۱، رقم: ۱۵۲۲

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّوْنَ أَن يَّذْبَحَ عَنِ الْغُلَامِ الْعَقِيقَةَ يَوْمِ السَّابِعِ. فَإِن لَمْ يَتَهَيَّأْ يَوْمَ السَّابِعِ فَيَوْمَ الرَّابِعِ عَشَرَ، فَإِن لَمْ يَتَهَيَّأْ عَقَّ عَنْهُ يَوْمِ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ.

عمدة القاری: کتاب العقیقة، باب إماطة الأذی عن الصبی فی العقیقة، ج۲۱ ص۱۳۰

اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے اور مستحب ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے، اگر مہیا نہ ہو سکے تو چودہویں دن اور اگر اس دن بھی مہیا نہ ہو سکے تو اکیسویں دن عقیقہ کرے۔

❶مسند البزار: مسند أنس بن مالک، ج۱۳ ص۴۷۸، رقم الحدیث: ۷۲۸۱

یہ روایت موضوع ہے، امام بزار رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے ''عبداللہ بن محرر'' راوی کے متعلق لکھتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ جِدًّا، وَإِنَّما يُكْتَبُ مِنْ حَدِيثِهِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ.

امام احمد رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں ''ترک الناس حدیثه'' امام جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''ھالک'' امام دارقطنی اور محدثین کی جماعت فرماتے ہیں ''متروک'' امام ابن معین رحمہ اللہ ←

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ نبی ہونے کے بعد کیا۔

عقیقہ نہ چھوڑا جائے

صاحبِ شرعۃ الاسلام نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وَفِيهِ تَنْبِيهٌ عَلَى أَنَّهَا لَا تَسْقُطُ بِالْفَوْتِ عَنِ الْوَقْتِ الْمَعْهُودِ. ❶

اس میں تنبیہ ہے کہ وقت گزر جانے سے عقیقہ ساقط نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ اگر ساتویں دن کوئی کسی وجہ سے عقیقہ کی قدرت نہ رکھتا ہو تو بعد میں

←فرماتے ہیں "ليس بثقة" امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں "كان من خيار عباد الله إلا أنه كان يكذب ولا يعلم ويقلب الأخبار ولا يفهم" امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان جرحوں کے بعد "ومن بلاياه" کہہ کر اس موضوع روایت کو نقل کیا ہے، اور اس راوی سے مروی دیگر موضوع روایات بھی نقل کی ہیں، دیکھئے تفصیلاً:

ميزان الاعتدال: ج۲ ص۵۰۰، رقم: ۴۵۹۱

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت باطل ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں "إنما تركوا عبد الله بن محرر بسبب هذا الحديث"

"عبداللہ بن محرر" کے متعلق نقل کرتے ہیں "ضعيف متفق على ضعفه قال الحفاظ هو متروك"

المجموع شرح المهذب: باب العقيقة، ج۸ ص۴۳۲

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ بالا جرحیں نقل کی ہیں، دیکھئے:

التلخيص الحبير: كتاب العقيقة، ج۴ ص۳۶۲

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں "عبد الله بن محرر ليس حديثه بحجة"

الاستذكار: كتاب العقيقة، ج۵ ص۳۱۸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں "أن النبي صلى الله عليه وسلم عق عن نفسه بعد النبوة لا يثبت"

فتح الباري: ج۹ ص۵۹۵

❶شرح شرعة الاسلام: ص۴۵۵

سات دن کے اضافہ کے حساب سے جب ممکن ہو عقیقہ کر دے خواہ سات برس یا پچاس برس ہو جائیں۔

دعائے عقیقہ

عقیقہ کرنے کے وقت یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ فُلَانٍ دَمُھَا بِدَمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَعَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ وَجِلْدُھَا بِجِلْدِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا فِدَاءً لِابْنِ فُلَانٍ مِّنَ النَّارِ. ❶

اے اللہ! یہ عقیقہ فلاں کا ہے (فلاں کی جگہ نام لے) اس (جانور) کا خون اس (فلاں) کے خون کے بدلے، اس کا گوشت اس کے گوشت کے بدلے، اس کی ہڈی اس کی ہڈی کے بدلے، اس کی کھال اس کی کھال کے بدلے، اور اس کے بال اس کے بال کے بدلے قبول کر لے، اور اس جانور کو فلاں کے بیٹے کا فدیہ بنا دے جہنم کی آگ سے (محفوظ رکھنے کے لئے) ❷

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذْبَحُوا عَلَی اسْمِہٖ، وَقُولُوا: بِاسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ لَکَ وَإِلَیْکَ، ھٰذِہٖ عَقِیقَۃُ فُلَانٍ. ❸

اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرو، اور کہو "**بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ لَکَ وَإِلَیْکَ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ فُلَانٍ**" یعنی یہ فلاں کا عقیقہ ہے۔

---

❶ شرح شرعۃ الإسلام: ص ۴۵۵/ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ: کتاب الذبائح، ج ۲ ص ۲۱۳ ❷ لڑکے کے بجائے لڑکی ہو تو لڑکی کا نام لے اور ابن کی جگہ بنت کہے اور مذکر کی ضمیر کو مؤنث سے بدل دے۔ ❸ مصنف عبد الرزاق: ج ۴ ص ۳۳۰، رقم الحدیث: ۷۹۶۳/ مسند أبی یعلی: ج ۸ ص ۱۷، رقم الحدیث: ۴۵۲۱

امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف ایک غلط انتساب

عقیقہ کے سلسلہ میں بعض جزئیات کے بیان سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات صاف کردی جائے کہ جن لوگوں نے عقیقہ کے بدعت ہونے کی نسبت حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالَّذِیْ نُقِلَ عَنْهُ أَنَّهَا بِدْعَةٌ أَبُو حَنِیْفَةَ. قُلْتُ: هَذَا افْتِرَاءٌ فَلَا یَجُوْزُ نِسْبَتُهُ إِلَى أَبِیْ حَنِیْفَةَ وَحَاشَا أَن یَّقُوْلَ مِثْلَ هَذَا: وَإِنَّمَا قَالَ: لَیْسَتْ بِسُنَّةٍ فَمُرَادُهُ إِمَّا لَیْسَتْ بِسُنَّةٍ مُؤَكَّدَةٍ. ❶

جن لوگوں نے نقل کیا ہے کہ عقیقہ امام اعظم کے نزدیک بدعت ہے میں کہتا ہوں کہ یہ سراسر افتراء ہے، اس کی نسبت امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف درست نہیں ہے اور وہ اس سے پاک ہیں کہ ایسی بات کہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عقیقہ سنت نہیں ہے جس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ نہیں ہے (بلکہ مستحب ہے)۔

اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ امام اعظم رحمہ اللہ اس عقیقہ کو بدعت کس طرح قرار دیدیں گے جس کا ثبوت کتبِ حدیث سے ظاہر و باہر ہے، یہ نسبت یا تو کسی نے غلطی سے کردی ہے، یا کسی مخالف مسلک کا کام ہے جو ناسمجھی سے نقل ہوتا آرہا ہے۔ ❷

❶ عمدة القاری: کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود غداة یولد لمن یعق عنه وتحنیکه، ج ۲۱ ص ۸۳

❷ **یہ غلط فہمی کیسے رائج ہوئی:** امام محمد رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ) نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ "لا یعق عن الغلام ولا عن الجاریة" یعنی لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

الجامع الصغیر: مسائل متفرقة لیست لها أبواب، ص ۵۳۴

ملک العلماء علامہ کاسانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ یہ عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

←

بکرے بکری کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی

بکرے بکری کے علاوہ ان جانوروں کا عقیقہ میں ذبح کرنا جائز ہے جن کا قربانی میں

← بدائع الصنائع: کتاب التضحیة، کیفیة الوجوب، ج۴ ص ۲۰۴/ الفتاوی الھندیة: کتاب الکراھیة، الباب الثانی والعشرون، ج۵ ص ۳۴۲

اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' میں حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ (متوفی ۸۱ھ) کا قول ''العقیقة کانت فی الجاھلیة'' (عقیقہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا) نقل کرنے کے بعد فرمایا ''وبه نأخذ وھو قول أبی حنیفة رحمه اللہ'' یعنی ہم اسی قول کو لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

کتاب الآثار: کتاب البیوع، باب زکاة الجنین والعقیقة، ص۱۷۸، رقم الحدیث: ۸۱۰

اور موطا میں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''أما العقیقة فبلغنا أنھا کانت فی الجاھلیة وقد فُعِلَتْ فی أول الإسلام ثم نسخ الأضحی کل ذبح کان قبله''

موطأ الإمام محمد: کتاب الضحایا وما یجزئ منھا، باب العقیقة، ص ۲۹۱

یعنی عقیقہ زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا، اور ابتدائے اسلام میں بھی کیا جاتا رہا پھر قربانی نے ہر ذبح کو منسوخ کردیا۔

اِن عبارات کو دیکھ کر بعض حضرات کو شبہ ہوا کہ امام اعظم رحمہ اللہ اور ان کے متبعین عقیقہ کو مکروہ وممنوع قرار دیتے ہیں جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے، کیونکہ علامہ صدر الشہید (متوفی ۵۳۶ھ) نے ''الجامع الصغیر'' کی مذکورہ عبارت کی شرح میں لکھا ہے ''یرید أنه لیس بسنة لکنه مباح'' یعنی اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے مباح ہے۔

شرح الجامع الصغیر للصدر الشھید: مسائل متفرقة لیست لھا أبواب، ص ۶۳۴

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۲ھ) نے بھی ''جامعِ صغیر'' کی عبارت کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

خلاصة الفتاوی: کتاب الکراھیة، الفصل التاسع، ج۴ ص۳۷۷

چنانچہ علامہ ابن رُشد رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں: ←

ذبح کرنا جائز ہے، اور جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں ان کا عقیقہ بھی درست نہیں، پھر صفات جانور کے وہی عقیقہ میں بھی ہیں جو قربانی میں ہیں۔

←   وذهب الجمهور إلى أنها سنة وذهب أبو حنيفة إلى أنها ليست فرضا ولا سنة، وقد قيل: إن تحصيل مذهبه أنها عنده تطوع.

بداية المجتهد: كتاب العقيقة، ص ۳۵۹

تطوع ہونے کے قول کو علامہ شامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے بھی "شرح الطحاوی" سے نقل کیا ہے۔

رد المحتار: كتاب الأضحية، ج۹ ص ۵۴۰

رہی یہ بات کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا، ابتدائے اسلام میں کئے جانے کے بعد منسوخ ہو گیا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ کا وجوب منسوخ ہوا ہے، نفسِ عقیقہ کا نسخ نہیں ہوا ہے۔

النكت الطريفة في التحدث عن ردود ابن أبي شيبة على أبي حنيفة للإمام الكوثري: العقيقة، ص ۱۴۹ / التعليق الممجد على موطأ الإمام محمد: ص ۲۹۱

امام طحاوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۱ھ) نے "مشکل الآثار: ج۳ ص ۸۱ میں "باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في العقيقة، وهل هو على الوجوب أو على الاختيار" میں اور قاضی ابوالمحاسن یوسف بن موسی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۳ھ) نے "المعتصر من المختصر" میں عقیقہ کے بارے میں جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ وجوب منسوخ ہوا ہے نفسِ عقیقہ کا نسخ ہونا ثابت نہیں ہے۔ نیز جس "بدائع الصنائع" میں "الجامع الصغير" کی مذکورہ عبارت سے کراہتِ عقیقہ کا اشارہ سمجھا گیا ہے اسی "بدائع الصنائع" میں ہے "ذكر محمد في العقيقة: فمن شاء فعل ومن شاء لم يفعل" یعنی امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ کے بارے میں اختیار حاصل ہے، چاہے تو آدمی عقیقہ کر لے اور چاہے تو نہ کرے، اس کے بعد لکھا ہے "وهذا يشير إلى الإباحة فيمنع كونها سنة" یعنی یہ عقیقہ کے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہے، اس سے عقیقہ کے سنت ہونے کا ثبوت نہیں ملتا، لہٰذا اس پر سنت ہونے کا حکم لگانا ممنوع ہے (لیکن مباح ہونے کی نفی نہیں ہوتی)۔

بدائع الصنائع: كتاب التضحية، كيفية الوجوب، ج۴ ص ۲۰۴ / الفتاوى الهندية: ←

چنانچہ عقیقہ میں گائے، بیل، بھیڑ اور اونٹ وغیرہ بھی ذبح ہوسکتے ہیں، اسی طرح جن جانوروں میں قربانی کے سات حصے ہوتے ہیں ان میں عقیقہ میں ایک حصہ لڑکی کے لئے اور

← کتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون، ج۵ ص ۳۶۲

اسی کے پیشِ نظر علامہ کردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) نے عقیقہ کو مباح قرار دیا ہے ''العقيقة مباح''

الفتاوى البزازية: كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات، ج۲ ص ۳۸۹/ الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون، ج۵ ص ۳۶۲

علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کا قول مباح ہونے کا نقل کیا ہے۔

الميزان الكبرى للشعراني: ج۲ ص ٦٨

بلکہ آگے ''بدائع الصنائع'' ہی میں عقیقہ کو تقرب الی اللہ لکھا ہے ''ذلک جهة التقرب إلى الله تعالى عزّ شأنه بالشكر على ما أنعم عليه من الولد، كذا ذكر محمد رحمه الله في نوادر الضحايا''

بدائع الصنائع: كتاب التضحية، شرائط جواز إقامة الواجب، ج۴ ص ۲۰۹/ رد المحتار: كتاب التضحية، تنبيه، ج۹ ص ۵۴۰

علامہ شامی رحمہ اللہ کا رجحان بھی تطوع اور تقرب الی اللہ ہونے کی طرف ہے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''ما مرّ يؤيد أنها تطوع على أنه وإنه قلنا: إنها مباحة، لكن بقصد الشكر تصير قربة فإن النية تصير العادت عبادات والمباحات طاعات''

رد المحتار: كتاب الأضحية، تنبيه، ج۹ ص ۵۴۰

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ ''عقیقہ امر مستحب ہے''

باقیاتِ فتاوی رشیدیہ: کتاب الاضحیہ، عقیقہ اور متعلقہ مسائل، ص ۲۳۷

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أنه ماذا أريد من كون العقيقة في الجاهلية وكونها متروكة مرفوضة في الإسلام؟ إن أريد أنها كانت واجبة ولازمة في الجاهلية وكان أهل الجاهلية يوجبونها على أنفسهم فلما جاء الإسلام رفض وجوبه ولزومه فهذا لا يدل على نفي الاستحباب ←

دو حصہ لڑکے کے لئے درست ہے، بلکہ جس طرح لڑکے میں ایک بکرا بھی کافی ہو جاتا ہے گائے وغیرہ کا ایک حصہ بھی کفایت کر جائے گا۔

← أو المشروعية أو السنية بل على نفى الضرورة فحسب، وهو غير مستلزم لعدم المشروعية أو الكراهة وإن أريد أنها كانت فى الجاهلية مستحبة أو مشروعة، فلما جاء الإسلام رفض استحبابها وشرعيتها، فهو غير مسلم فهذه كتب الحديث المعتبرة مملوءة من أحاديث شرعية العقيقة واستحبابها كما ذكرنا نبذا منها.

التعليق الممجد: كتاب الضحايا، باب العقيقة، ج٢ ص ٦٦٥

واختلف الروايات عن الحنفية والمعروف فى فروعهم أنها مندوبة وهو الصواب، والثانية: أنها مباحة، والثالثة أنها بدعة، وأنكرها العينى وبسط الكلام على رد هذا القول وأثبت الاستحباب.

لامع الدرارى: ج٣ ص ٣٠٦

''مالا بدمنہ'' کے آخر میں عقیقہ کے احکام میں مختصر رسالہ موجود ہے، اس میں مرقوم ہے:

حامداً ومصلیا بدانکہ عقیقہ نزدِ امام مالک وامام شافعی وامام احمد سنتِ مؤکدہ است وبہ روایتے از امام احمد واجب ونزدِ امام اعظم مستحب وقول بہ بدعت بودنش افتراء است برامام ہمام کذا فی العاجلۃ الدقیقۃ۔

مالا بدمنہ: رسالہ احکام عقیقہ، ص ۲۱۷

ترجمہ: جان لو کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عقیقہ سنتِ مؤکدہ ہے اور امام احمد کی ایک روایت کی رو سے عقیقہ واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب ہے اور جو امام صاحب کی طرف بدعت کا قول منسوب ہے وہ امام ہمام پر افتراء ہے۔

سوال: عقیقہ کو مباح لکھا ہے تو اس اباحت سے ثواب نکلتا ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت امام صاحب سے یہ روایت ہے کہ عقیقہ مباح ہے پس مباح میں ثواب جب ہوتا ہے کہ وہ عبادت کی نیت سے کیا جاوے، پس امام صاحب کے قول سے مراد یہ ہے کہ جیسا واجب میں ثواب ہوتا ہے وہ اس میں نہیں رہا اور سب ائمہ کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے۔

فتاوی رشیدیہ: کتاب الاضحیہ والعقیقہ، ص ۶۹۲ ←

قربانی کے ساتھ عقیقہ

ردالمحتار میں صراحت ہے کہ اگر کوئی ایک ہی جانور میں قربانی بھی کرے اور عقیقہ بھی تو

← سوال: عقیقہ سنت ہے یا واجب؟

جواب: عقیقہ واجب نہیں ہے سنت ہے اگر وسعت ہو تو عقیقہ کرنا اولیٰ وافضل ہے۔

کفایت المفتی: کتاب العقیقہ، ج ۱۲ ص ۱۵۴

سوال: عقیقہ در مذہب حنفیہ سنت است یا واجب یا مستحب یا مباح؟

جواب: صحیح ایں است کہ عقیقہ در مذہبِ حنفیہ مستحب است، نہ سنت "**كما في الشامي: يستحب لمن ولد له ولد إلخ**"

عزیز الفتاوی: کتاب الاضحیہ والعقیقہ، ج ۱ ص ۶۸۲

سوال: بچہ پیدا ہونے کے بعد جو عقیقہ کیا جاتا ہے، یہ عمل سنت ہے یا واجب؟

جواب: عقیقہ سنت ہے۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل: عقیقہ، ج ۵ ص ۴۷۸

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول مشہور یہی ہے کہ عقیقہ محض مباح ہے نہ واجب اور نہ سنت۔

بدائع: ج ۵ ص ۶۹ / عالمگیری: ج ۵ ص ۳۶۲

اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ بقرعید کی قربانی نے تمام قربانیوں کو منسوخ کر دیا، اکثر فقہاء کے نزدیک عقیقہ مسنون ہے، اور یہی صحیح ہے اور اس سلسلہ میں کئی حدیثیں موجود ہیں، اسی بنا پر خود احناف کے بھی محقق علماء اس کے مستحب یا مسنون ہونے کے قائل ہیں، خود امام طحاوی رحمہ اللہ نے مستحب قرار دیا ہے، یہی رائے مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ کی بھی ہے، علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ قربانی کے ساتھ عقیقہ کا حصہ شریک ہو تو درست ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی عقیقہ کو کم از کم مستحب کا درجہ ضرور دیتے تھے، رہ گئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ قربانی واجب ہونے کے بعد عقیقہ واجب نہیں رہا، محض مستحب کا درجہ رکھتا ہے۔

حلال وحرام: ص ۴۵۰ / قاموس الفقہ: ج ۴ ص ۴۱۰

یہ درست ہوگا، مثلاً گائے، بیل، بھینس، بھینسا میں پانچ حصے قربانی کے ہوں اور دو حصے عقیقہ کے تو یہ جائز ہے۔ ❶

عقیقہ کا گوشت

عقیقہ کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو قربانی کے گوشت کا، یعنی تین حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کردے، اور بقیہ دو حصوں میں خود، دوست اور عزیز واقارب مل کر کھائیں، اور اگر کُل کا کُل خود ہی گھر میں رکھ لے تو اس کی بھی گنجائش ہے، مگر افضل طریقہ کے خلاف ہے، پھر جس طرح قربانی کا گوشت خود کھا سکتا ہے عزیز واقارب کو دے سکتا ہے اور دوسروں میں تقسیم کرسکتا ہے، عقیقہ میں بھی ایسا کرنا جائز ہے کہ عقیقہ کرنے والے کا پورا گھر یعنی بچہ کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، چچا چچی، تمام رشتہ دار بخوشی کھا سکتے ہیں، کسی کے لئے بھی ناجائز نہیں، البتہ ایک ران قابلہ (دایہ) یعنی بچہ جنانے والی کو دینا اچھا ہے، خواہ وہ مسلمہ ہو یا غیر مسلمہ۔ ❷

عقیقہ کے جانور کی کھال

البتہ بعض ائمہ نے یہ لکھا ہے کہ عقیقہ میں اگر جانور کی ہڈی نہ توڑی جائے تو اچھا ہے۔ ❸

---

❶ رد المحتار: كتاب الأضحية، تنبيه، ج۹ ص ۵۴۰

❷ اس کا تذکرہ حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے: ''أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْعَقِيقَةِ الَّتِي عَقَّتْهَا فَاطِمَةُ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ :إِنْ تَبْعَثُوا إِلَى الْقَابِلَةِ مِنْهَا بِرِجْلٍ، وَكُلُوا وَأَطْعِمُوا وَلَا تَكْسِرُوا مِنْهَا عَظْمًا''

المراسيل لأبي داود: باب في العقيقة، ص۲۷۸، رقم الحديث: ۳۷۹

❸ روایات میں اِس کا تذکرہ آیا ہے، دیکھئے:

المراسيل لأبي داود: باب في العقيقة، ص۲۷۸، رقم الحديث: ۳۷۹/ معرفة السنن والآثار: ج۱۴ ص ۶۹، رقم الحديث: ۱۹۱۴۳

←

یوں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، عقیقہ کے جانور کی کھال کا بھی وہی حکم ہے جو قربانی کے جانور کا کہ اسے دباغت دلوا کر اپنے استعمال میں لاسکتا ہے، اور بیچنے کے بعد پیسے صدقہ کر ڈالے اپنے مصرف میں نہ لائے۔ ❶

عقیقہ کا جانور کون ذبح کرے اور عقیقہ کے اخراجات

عقیقہ کا جانور لڑکے کے باپ کو خود ذبح کرنا چاہیئے اگر وہ ذبح کرنا جانتا ہو، ورنہ قریبی رشتہ دار جیسے دادا، چچا وغیرہ، گو یہ بھی جائز ہے کہ ان رشتہ داروں کے علاوہ کوئی دوسرا ذبح کردے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس طرح لڑکے کے نان نفقہ اور پرورش کا بار باپ کے سر ہے اسی طرح عقیقہ کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہے، یہ خود اپنے مال سے عقیقہ کرے گا، البتہ اگر باپ تنگدست ہو تو مجبوری میں ماں عقیقہ کرے گی، بچے کا مال عقیقہ میں خرچ نہیں کیا جائے گا۔

جس طرح قربانی کا گوشت بیچنا ممنوع ہے عقیقہ کا گوشت بیچنا بھی ممنوع ہے، جس طرح قصاب کو اجرت میں قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں اسی طرح عقیقہ کا گوشت دینا بھی درست نہیں ہے، یوں غریب ہونے کی وجہ سے یا پڑوسی ہونے کی وجہ سے یا دوست ہونے

← روایتِ منقولہ میں جو کچھ ہے وہ وجوبی حکم نہیں بلکہ تفاؤلاً استحبابی چیز ہے، اگر اسی حد تک رکھا جائے تو ٹھیک ہے لیکن اگر اس کو درجہ واجب دیا جائے تو اس میں کراہت آجائے گی۔

فتاویٰ محمودیہ: کتاب العقیقہ، ج ۱۷ ص ۵۲۷

حاصل یہ ہے کہ جن روایات میں عدم کسر کا حکم ہے وہ وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے، چونکہ عوام نے اس کو واجب کا درجہ دے دیا ہے اور کسر عظام کو ناجائز اور ممنوع سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ غلط و قابل اصلاح ہے اس لئے علماء نے اس کی تردید فرمائی ہے۔

احسن الفتاوی: کتاب الاضحیہ والعقیقہ، ج ۷ ص ۵۳۷

❶ تحفة المودود بأحكام المولود: الفصل العشرون فی حکم جلدها وسواقطها، ص ۸۹، ۹۰

کی وجہ سے یا اسی طرح کی کسی اور وجہ سے دینا درست ہوگا۔ ❶

غلط رسوم سے اجتناب

عقیقہ میں جو خلافِ شریعت رسمیں ہیں ان سے بچنا ضروری ہے، فضول خرچی، نام ونمود اور ریاء وشہرت کے لئے گھر لٹانے سے بچنا چاہیے۔

یہ بات اچھی طرح یاد رکھی جائے کہ فضول رسموں کی وجہ سے ایک شرعی چیز بھاری بن جاتی ہے اور اس کی انجام دہی ناممکن ہوجاتی ہے لیکن اگر کتاب وسنت کی روشنی میں یہی چیز انجام دی جائے تو کم سے کم پیسوں میں بڑی آسانی سے انجام پذیر ہوجاتی ہے، لہذا عقیقہ کو بھی سادہ طریقہ پر شریعت کے مطابق انجام دینا چاہیے، رشتہ داروں کی دعوت اور محلے گاؤں میں کھانا تقسیم کرنے کی رسم کی وجہ سے نفسِ عقیقہ سے بچہ کو ہرگز محروم نہیں کرنا چاہیے۔

ختنہ اور اس کی حیثیت

والدین پر ایک شرعی حق یہ بھی ہے کہ لڑکے کا ختنہ کرائے، ختنہ کے معنی اس بچہ کی شرمگاہ کے اگلے حصہ کی اوپر کی جھلّی کا کاٹنا جس سے اس کا سِرا کھل کر نکل آئے اور اس کی صفائی وغیرہ آسانی کے ساتھ ہوسکے۔ ❷

ختنہ کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اوپر بھی گزر چکی ہے کہ انہوں نے

❶ تحفة المودود بأحكام المولود: الباب السادس، ص ٧٠/ حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: كتاب الأضحية، ج٦ ص ٤٨٦/ العقود الدرية: كتاب الذبائح، ج٢ ص ٢١٣ ❷ لسان العرب: ج١٣ ص١٣٧، ١٣٨/ غريب الحديث: ج١ ص ١٣٣/ القاموس للفيروزآبادي: ص ١٠٩٩

فرمایا کہ بچہ کے لئے ساتویں دن سات چیزیں سنت ہیں (۱) عقیقہ کرنا (۲) نام رکھنا (۳) بال اُتروانا وغیرہ وغیرہ اوراسی طرح ختنہ کرانا بھی:

سَبْعَةٌ مِنَ السُّنَةِ فِي الصَّبِيِّ يَوْمَ السَّابِعِ: يُسَمَّى وَيُخْتَنُ وَيُمَاطُ عَنْهُ الْأَذَى. ❶

ساتویں دن بچہ کے سلسلہ میں سات سنتیں: نام رکھا جائے، ختنہ کیا جائے اور اس سے اذیت دور کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

نواسہ رسول کا ختنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بچوں کا عقیقہ کرایا، نام رکھا، بال اُتروائے، ان کے بال برابر چاندی صدقہ کی اوران کا ختنہ کرایا۔ ❷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں فطرت سے متعلق چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے وہاں آپ نے ختنہ کو بھی شمار کیا ہے۔ ❸

ختنہ کی اہمیت اسلام میں

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ختنہ سنت ہے، اور یہی اکثر ائمہ کا مذہب ہے،

❶ المعجم الأوسط: ج ۱ ص ۱۷٦، رقم الحديث: ۵۵۸

اس روایت کی سند میں ''روّاد بن جرّاح'' نامی روای ضعیف ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں ''وفی سنده ضعف''

فتح الباری: ج۹ ص ۵۸۹

نیز آپ فرماتے ہیں ''وفيه رواد بن الجراح وهو ضعيف''

التلخيص الحبير: ج۴ ص ۳٦۷

❷ المعجم الكبير: ج۳ ص ۲۹، رقم الحديث: ۲۵۷۱

❸ صحيح البخاری: كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، ج۷ ص ۱٦۰، رقم الحديث: ۵۸۹۱

مگر یہ ایسی سنت ہے جو شعارِ اسلام کے درجہ میں ہے، اور جس کی ادائیگی ضروی ہے یعنی اگر کبھی کوئی آبادی اس سنت کے ترک پر اتفاق کرلے گی تو اس سے جنگ کی جائے گی، اور امام وقت کا فریضہ ہوگا کہ اسے اس سنت کے اجراء پر مجبور کرے:

(الْخِتَانَ سُنَّةٌ) كَمَا جَاءَ فِي الْخَبَرِ (وَهُوَ مِنْ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ) وَخَصَائِصِهِ (فَلَوْ اجْتَمَعَ أَهْلُ بَلْدَةٍ عَلَى تَرْكِهِ حَارَبَهُمْ) الْإِمَامُ فَلَا يُتْرَكُ إِلَّا لِعُذْرٍ. ❶

ختنہ سنت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا لیکن یہ اسلام کے شعار وخصائص میں داخل ہے، لہٰذا اگر کسی شہر کے رہنے والے اس کے ترک پر اتفاق کرلیں گے تو امام وقت ان سے جنگ کرے گا، پس معلوم ہوا کہ ختنہ سوائے عذرِ معقول کے ترک نہیں کیا جائے گا۔

حدیث نبوی ہے:

اَلْخِتَانُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ وَمَكْرَمَةٌ لِلنِّسَاءِ. ❷

---

❶ الدر المختار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥١

امام قاضی خان رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۲ھ) اس بات کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

إذا اجتمع أهل مصر على ترك الختان قاتلهم الإمام كما يقاتلهم فى ترك سائر السنن.

فتاوى قاضى خان: كتاب الحظر والإباحة، فصل فى الختان، ج٢ ص ٣٦٨

❷ المعجم الكبير: ج٧ ص ٢٧٣، رقم الحديث: ٧١١٢/ مسند أحمد: ج٣٤ ص ٣١٩، رقم الحديث: ٢٠٧١٩

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) اس روایت اور اس میں موجود راوی ''حجاج بن ارطاۃ'' کے متعلق فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخِتَانُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ مَكْرُمَةٌ لِلنِّسَاءِ وَاحْتَجَّ مَنْ جَعَلَ الْخِتَانَ سُنَّةً بِحَدِيثِ أَبِي الْمَلِيحِ هَذَا وَهُوَ يَدُورُ عَلَى حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ وَلَيْسَ مِمَّنْ يُحْتَجُّ بِمَا انْفَرَدَ بِهِ وَالَّذِي أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ الْخِتَانُ فِي الرِّجَالِ عَلَى مَا وَصَفْنَا.

التمهيد: ج ٢١ ص ٥٩

←

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ

صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قدوم نامی مقام میں اسی سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا تھا، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً. ❶

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے قدوم نامی مقام پر ایک سو بیس سال کی عمر میں ختنہ کیا۔❷

ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ جس روایت میں اسی سال کی عمر کا تذکرہ ہے اس کی مراد یہ ہے کہ نبوت کے اسی سال بعد آپ نے ختنہ کیا، اور جس روایت میں ایک سو بیس سال ہے اس کا منشا یہ ہے کہ اس وقت آپ کی کل عمر پیدائش کے بعد سے ایک سو بیس سال کی ہو چکی تھی، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَجَمَعَ بِأَنَّ الْأَوَّلَ مِنْ حِينِ النُّبُوَّةِ، وَالثَّانِي مِنْ حِينِ الْوِلَادَةِ. ❸

ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پہلی میں نبوت کا اعتبار کیا گیا

← حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّ الْحَدِيثَ لَا يَثْبُتُ لِأَنَّهُ مِنْ رِوَايَةِ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ.

فتح الباری: ج۱۰ ص ۳۴۱

❶صحیح البخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالی: واتخذ الله إبراهیم خلیلا، ج۴ ص ۱۳۹، رقم الحدیث: ۳۳۵۶/ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل إبراهیم الخلیل علیه السلام، ج۴ ص ۱۸۳۹، رقم الحدیث: ۲۳۷۰

❷المستدرک علی الصحیحین: کتاب تواریخ المتقدمین، ج۲ ص ۶۰۰، رقم الحدیث: ۴۰۲۲، قال الحاکم والذهبی: علی شرط البخاری ومسلم/ الأدب المفرد: باب الختان الکبیر، ص ۴۲۸، رقم الحدیث: ۱۲۵۰

❸رد المحتار: کتاب الخنثی، مسائل شتی، ج۶ ص ۷۵۲

ہے اور دوسری میں پیدائش کا۔

اس طرح پھر کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا ہے، یوں بحیثیت روایت پہلی حدیث اصحّ ہے۔

وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ. ❶

پہلی روایت اصح ہے۔

ختنہ کی ابتداء

انبیاء علیہم السلام اکثر مختون پیدا ہوئے، بلکہ کُل سوائے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے، اور ختنہ کی ابتداء انہی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے، حضرت ابن المسیب رحمہ اللہ کا بیان ہے:

كَانَ إِبْرَاهِيمُ أَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ وَأَوَّلَ النَّاسِ اِخْتَتَنَ وَأَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ شَارِبَهُ. ❷

حضرت ابراہیم پہلے شخص ہیں جنہوں نے میزبانی کا شرف حاصل کیا، اور پہلے شخص ہیں جن کا ختنہ سب سے پہلے ہوا، اور لوگوں میں پہلے ہیں جنہوں نے مونچھیں کاٹیں۔

ختنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

ابوداود میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں داخل ہو وہ کفر کے بال ترشوادے اور ختنہ کرے۔ ❸

❶ رد المحتار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥٢ ❷ موطأ مالك: كتاب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في السنة في الفطرة، ج٢ ص ٩٢١، رقم الحديث: ٣٤٠٨/ مصنف ابن أبي شيبة: كتاب الأدب، في الختانة من فعلها، ج٥ ص٣١٧، رقم الحديث: ٢٦٤٦٧ ❸ سنن أبي داود: كتاب الطهارة، باب في الرجل يسلم فيؤمر بالغسل، ج١ ص٩٨، رقم الحديث: ٣٥٦

ختنہ کے فوائد

جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے اتنی بات نکھر کر سامنے آ گئی کہ ختنہ ایک ایسا عظیم اسلامی شعار ہے جس کی ادائیگی مسلمانوں کا مخصوص شیوہ ہے۔ اس کے فوائد اہل علم نے مختلف انداز میں بیان کیے ہیں، جس کا قدرے مشترک یہ ہے کہ انسان میں اس کی وجہ سے صفائی، پاکی اور لذت میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ ''شرح سفر السعادۃ'' میں ہے:

امام فخر الدین رازی در حکمت شریعتِ ختان نکتہ گفتہ است کہ حشفہ چوں مستور بود، بقلفہ نرم بود وقوی بود لذتِ وے نزد مباشرت وچوں قطع کردہ شود پوست قلفہ درشت شود ولذت بسبب آں ضعیف گردد، وبالجملہ احساس لمس بسطح مسطور اتم واکمل بود از سطح مکشوف، چناں از حالِ لسان وشفتین تجربہ می کرد ولائقِ شریعت کہ وسط ومعتدل است میان جانبین افراط وتفریط، تقلیل وتعدیل لذت است نہ قطعِ آں مطلقاً ونہ افراط دراں وختان موجب اعتدال است دراں۔ ❶

امام فخر الدین رازی نے ختنہ کے مشروع ہونے کے سلسلہ میں نکتہ بیان کیا ہے، وہ یہ کہ حشفہ جب تک جھلی میں چھپا رہتا ہے نرم ہوتا ہے، اور مباشرت میں مرد کو زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے، اور جب حشفہ کے اوپر کی جھلی کاٹ دی جاتی ہے تو اس میں سختی آ جاتی ہے اور اس سختی کی وجہ سے لذت میں کمی واقع ہو جاتی ہے، مختصر یہ کہ چھپے ہوئے حصہ میں لمس میں لذت کا احساس پورے طور پر ہوتا ہے باعتبار کھلے ہوئے حصہ کے، جیسا کہ زبان اور ہونٹ کی حالت سے تجربہ کیا جاتا ہے اور اسلام ایک متوسط ومعتدل دین ہے جو افراط وتفریط کے درمیان ہے، یہ لذت میں اعتدال پیدا کرتا ہے ختم نہیں کرتا اور ختنہ سے اعتدال پیدا ہوتا ہے نہ افراط وتفریط۔

ختنہ سے ایک طرف مرد کی لذت میں اعتدال پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف عورت کی

❶ شرح سفر السعادۃ: فصل در سننِ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص ۳۸۴

لذت میں غیر مختون سے جو کمی رہتی تھی اس کا ازالہ ہو جاتا ہے، اور اس طرح یہ بھی اپنا پورا حق پا لیتی ہے۔

ختنہ کس عمر میں ہونا چاہئے

ختنہ کے فوائد اور بھی لوگوں نے لکھے ہیں ❶

یہاں تفصیل میں جانا نہیں ہے، پہلے بعض حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ ختنہ کے متعلق فرمایا گیا کہ ساتویں دن مسنون ہے۔

امام مکحول رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لڑکے حضرت اسحاق علیہ السلام کا ختنہ ساتویں دن کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تیرہویں سال میں، چنانچہ یہی طریقہ ان کی اولاد میں باقی رہا، یعنی عام طور سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان میں اسی عمر میں ختنہ کراتے رہے۔ ❷

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا ختنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ. ❸

---

❶ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ختنہ کی حکمتیں اور فوائد تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں، دیکھئے:

تحفة المودود بأحكام المولود: الباب التاسع، الفصل السابع، ص ١٨٥ تا ١٩٠

❷ شرح سفر السعادات: فصل در سننِ حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در عقیقہ، ص ۳۸۴

وَخُتِنَ إِسْمَاعِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً, وَخُتِنَ إِسْحَاقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ سَبْعَةِ أَيَّامٍ.

السنن الكبرى للبيهقي: كتاب الأشربة والحد فيها، باب السلطان يكره على الاختتان، ج٨ ص ٥٦٥، رقم الحديث: ١٧٥٧٣

❸ المعجم الأوسط: ج٧ ص ١٢، رقم الحديث: ٦٧٠٨ / السنن الكبرى للبيهقي: ج٨ ص ٥٦٢، رقم الحديث: ١٧٥٦٣

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنین کا ختنہ ساتویں دن کرایا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ختنہ ساتویں دن ہونا چاہئے اور یہی مسنون ہے، اور تجربہ سے ایسا ہی کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ساتویں دن کا ختنہ بچہ کے لئے آرام دہ ہے، اور والد کے لئے بھی اچھا ہوتا ہے کہ وہ عقیقہ کے ساتھ اس ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہوجاتا ہے، اور بعض خاندانوں میں ساتویں ہی دن ختنہ کا رواج اب بھی ہے، چنانچہ خاکسار کے یہاں اس وقت یہی طریقہ رائج ہے۔

ختنہ اس وقت ہو جب بچہ توانا ہوجائے

لیکن بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ وفاتِ نبوی کے وقت آپ کی عمر کتنی ہوگی؟ کہا کہ اس وقت میرا ختنہ ہوچکا تھا، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

وَكَانُوا لَا يَخْتِنُونَ الرَّجُلَ حَتَّى يُدْرِكَ. ❶

وہ لوگ مرد کا ختنہ اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک وہ توانا نہ ہوجائے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ بچہ خوب توانا و مضبوط ہوجاتا تھا تو صحابہ کرام ختنہ کیا کرتے تھے، یعنی بالکل بچپنے میں ختنہ نہیں کرایا کرتے تھے۔

ختنہ کے سلسلہ میں فقہاء کی صراحت

بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ ختنہ کا مستحب وقت سات سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کرایا جائے:

اِبْتِدَاءُ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ لِلْخِتَانِ مِنْ سَبْعِ سِنِينَ إِلَى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً

---

❶ صحیح البخاری: کتاب الاستئذان، باب الختان بعد الکبر ونتف الإبط، ج۸ ص۶۶، رقم الحدیث: ۶۲۹۹

هُوَ الْمُخْتَارُ كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَجُوزُ بَعْدَ سَبْعَةِ أَيَّامٍ مِنْ وَقْتِ الْوِلَادَةِ. ❶

ختنہ کا مستحب وقت سات سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ہے، اور یہی مختار ہے، اور بعضوں نے کہا کہ پیدائش سے ساتویں دن ختنہ کرنا بھی جائز ہے۔

صاحبِ درمختار لکھتے ہیں:

(وَوَقْتُهُ) غَيْرُ مَعْلُومٍ وَقَبْلَ (سَبْعٍ) سِنِينَ كَذَا فِي الْمُلْتَقَى وَقِيلَ عَشْرٌ وَقِيلَ أَقْصَاهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَقِيلَ الْعِبْرَةُ بِطَاقَتِهِ وَهُوَ الْأَشْبَهُ. ❷

ختنہ کا وقت معلوم نہیں ہے، البتہ بعضوں نے ختنہ کے لئے سات سال کی عمر بتائی ہے، بعضوں نے دس سال اور بعضوں نے کہا انتہائی عمر بارہ سال ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ بچہ کی طاقت کا اعتبار ہے، اور یہی آخری قول فقہ کے مطابق ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ سے متعین وقت کی روایت نہیں ہے

صاحبِ درمختار حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لَا عِلْمَ لِي بِوَقْتِهِ وَلَمْ يَرِدْ عَنْهُمَا فِيهِ شَيْءٌ فَلِذَا اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِيهِ. ❸

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ختنہ کا وقت کا مجھے علم نہیں ہے، اور صاحبین سے بھی اس سلسلہ میں کوئی روایت منقول نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ مشائخ کا اس باب میں اختلاف ہے۔

❶ الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، ج٥ ص٣٥٧/ الفتاوى السراجية: كتاب الكراهية، باب الوليمة والختان، ص٧٥ ❷ الدر المختار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص٧٥١ ❸ الدر المختار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص٧٥١

سات سال میں ختنہ اور اس کی وجہ

فقہاء کی اس صراحت سے معلوم ہوا کہ ختنہ کا کوئی وقت امام اعظم یا صاحبین سے منقول نہیں ہے، جنہوں نے سات سال کی عمر میں کہا انہوں نے اس حدیث پر قیاس کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ. ❶

اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ وَقِيلَ سَبْعٌ) لِأَنَّهُ يُؤْمَرُ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَهَا فَيُؤْمَرُ بِالْخِتَانِ، حَتَّى يَكُونَ أَبْلَغَ فِي التَّنْظِيفِ. ❷

بعض نے سات کی عمر میں ختنہ کے لئے اس وجہ سے کہا کہ اس عمر میں نماز کا حکم ہے، لہذا اسی عمر میں ختنہ کا بھی حکم کیا جائے گا تا کہ نظافت پورے طور پر حاصل ہو سکے۔

پھر ''خزانۃ الاکمل'' کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ أَصْغَرَ مِنْهُ فَحَسَنٌ، وَإِنْ كَانَ فَوْقَ ذَلِكَ قَلِيلًا فَلَا بَأْسَ بِهِ. ❸

اگر اس سے کم عمری میں ختنہ کرا دیا جائے تو اور بہتر ہے، اور اگر اس سے تھوڑی سی عمر بڑھ جائے تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔

دس اور بارہ سال کی عمر میں ختنہ اور اس کی وجہ

اور جن علماء نے دس سال کی عمر میں ختنہ تجویز کیا ہے انہوں نے حدیث کے دوسرے حصہ پر قیاس کیا ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے جب دس سال کی

❶ سنن أبي داود: كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام، ج ۱ ص ۱۳۳، رقم الحديث: ۴۹۵ ❷ رد المحتار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج ۶ ص ۷۵۱

❸ رد المحتار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج ۶ ص ۷۵۱

عمر میں پہنچ جائیں تو نماز کے لئے ان کو مارو۔❶

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے،❷

اور بارہ سال انتہائی قرار دینے کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ اس کے بعد بلوغ کی عمر شروع ہوجاتی ہے یعنی بلوغ کی ابتداء اسی بارہ سال کی عمر سے شروع ہوتی ہے، چنانچہ بعض لڑکے اس عمر میں بالغ بھی ہوجاتے ہیں، اور فقہائے کرام نے بھی بلوغ کی کمتر مدت اسی بارہ سال کو قرار دیا ہے:

وَأَدْنَى مُدَّتِهِ لَهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً. ❸

لڑکے کے لئے بلوغ کی کم سے کم مدت بارہ سال ہے۔

طاقت پر محمول ہونے کی وجہ

اور جن لوگوں نے طاقت پر اسے محمول کیا ہے، اسے اشبہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ جس قدر جلد ہوجائے اچھا ہے، تاخیر کی وجہ فقہاً صرف یہی ہوسکتی ہے کہ بچہ ختنہ کی تکلیف کو برداشت نہ کرسکے، اگر بچہ ساتویں دن اسے برداشت کرلیتا ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہے تو پھر اسی دن مناسب ہوگا۔

ساری تفصیل پڑھنے کے بعد خاکسار جس نتیجہ تک پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ جلد سے جلد والی صورت اختیار کی جانی چاہئے، اور اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمارے لئے اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں کا ختنہ ساتویں دن کیا جیسا کہ حدیث نقل ہوچکی ہے۔ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اسی پر عمل عمدہ ہے، یوں ضروری نہیں ہے اس لئے کہ دوسری حدیثیں بھی اس سلسلہ میں مروی ہیں

❶سنن أبی داود: کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام، ج ۱ ص ۱۳۳، رقم الحدیث: ۴۹۵ ❷رد المحتار: ج۶ ص ۷۵۱

❸تنویر الأبصار: کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، ج۶ ص ۱۵۴

جیسا کہ اوپر نقل کی گئیں۔

ساتویں دن ختنہ کے متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ کی رائے

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاخْتَلَفُوْا فِیْ وَقْتِهِ، فَقَالَتِ الشَّافِعِيَّةُ: بَعْدَ الْبُلُوْغِ وَيُسْتَحَبُّ فِی السَّابِعِ بَعْدَ الْوِلَادَةِ اِقْتِدَاءً بِأَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَإِنَّهُ خَتَنَهُمَا يَوْمَ السَّابِعِ مِنْ وِلَادَتِهِمَا، رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِیْ (مُسْتَدْرَكِهِ) مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَالَ: صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ. ❶

ختنہ کے وقت میں اختلاف ہے، شافعیہ بعد بلوغ کے قائل ہیں اور مستحب یہ ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کیا جائے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی ہوتی ہے، جو آپ نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے دیا تھا، اور آپ کے ان دونوں نواسوں کا ختنہ پیدائش کے ساتویں دن ہوا تھا، حاکم نے یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے، اور اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کی اس صراحت سے جہاں خاکسار کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ساتویں دن ختنہ مستحب ہے، گو گنجائش اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

عورتوں کا ختنہ

رہا عورتوں کے ختنہ کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ ان کے لئے سنت نہیں ہے، یوں اگر کر دیا جائے تو مضائقہ بھی نہیں بلکہ پسندیدہ ہے:

❶ عمدة القاری: كتاب الاستئذان، باب الختان بعد الكبر ونتف الإبط، ج ۲۲ ص ۲۷۲ / المستدرك على الصحيحين: كتاب الذبائح، ج ۴ ص ۲۶۴، رقم الحديث: ۷۵۸۸، قال الحاكم: هذا الحديث صحيح الإسناد ووافقه الذهبی.

خِتَانُ الْمَرْأَةِ لَيْسَ سُنَّةً بَلْ مَكْرُمَةً لِلرِّجَالِ. ❶

عورتوں کا ختنہ سنت نہیں ہے بلکہ مَردوں کی عزت افزائی کے لئے ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے بھی بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت نہیں ہے جس طرح مَردوں کا، البتہ بعض لوگوں نے مستحب لکھا ہے:

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ مُسْتَحَبٌّ لِلنِّسَاءِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خِتَانُ الرِّجَالِ سُنَّةٌ وَخِتَانُ النِّسَاءِ مَكْرُمَةٌ. ❷

بعضوں نے کہا کہ مَردوں کا ختنہ سنت ہے اور عورتوں کا مستحب اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَردوں کا ختنہ سنت ہے اور عورتوں کا موجبِ کرامت۔ ❸

❶ الدر المختار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥١

❷ الدر المختار: مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥١

❸ المعجم الكبير: ج٧ ص٢٧٣، رقم الحديث: ٧١١٢/ مسند أحمد: ج٣٤ ص ٣١٩، رقم الحديث: ٢٠٧١٩

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ٤٦٣ھ) اس روایت اور اس میں موجود راوی ''حجاج بن ارطاۃ'' کے متعلق فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخِتَانُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ مَكْرُمَةٌ لِلنِّسَاءِ وَاحْتَجَّ مَنْ جَعَلَ الْخِتَانَ سُنَّةً بِحَدِيثِ أَبِي الْمَلِيحِ هَذَا وَهُوَ يَدُورُ عَلَى حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ وَلَيْسَ مِمَّنْ يُحْتَجُّ بِمَا انْفَرَدَ بِهِ وَالَّذِي أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ الْخِتَانُ فِي الرِّجَالِ عَلَى مَا وَصَفْنَا.

التمهيد: ج ٢١ ص ٥٩

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (متوفی ٨٥٢ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّ الْحَدِيثَ لَا يَثْبُتُ لِأَنَّهُ مِنْ رِوَايَةِ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ.

فتح الباري: ج١٠ ص ٣٤١

عورتوں کا ختنہ ضروری نہیں

حاصل یہ ہوا کہ عورتوں کا ختنہ مَردوں کے اکرام کے لئے ہے مسنون نہیں ہے، عورتوں کا ختنہ کردینے سے وہ مَردوں کے زیادہ مرغوب ہوجاتی ہیں، اوران کے چہرہ پر رونق آجاتی ہے:

لِأَنَّهُ أَلَذُّ فِي الْجِمَاعِ. ❶

اس لئے کہ ختنہ کے بعد عورتیں مجامعت میں لذیذ ترین بن جاتی ہیں۔

ہندوستان میں عورتوں کا ختنہ کا رواج بالکل باقی نہیں رہا، اور غالبًا دوسرے ممالک میں بھی یہی حال ہے، اور جب یہ ضروری بھی نہیں ہے اور نہ کوئی خاص فائدہ ہے تو اس کی کوئی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ ❷

لڑکوں کا ختنہ ضروری ہے

مرد کے ختنہ کی وجہ بیان کی جاچکی ہے کہ حشفہ جب تک صاف نکل نہیں آتا پیشاب کے قطرات اس اوپر کی جھلی میں رک جاتے ہیں اور پاکی پورے طور پر حاصل نہیں ہو پاتی ہے، اس لئے مردوں کے لئے ختنہ ضروری قرار دیا گیا، پھر اسے شعارِ اسلام کا درجہ حاصل ہے، اس کا بھی تقاضا ہے کہ مرد اس سنت کو ہر حال میں ادا کریں۔

مختون بچہ

لیکن اگر کوئی بچہ اس طرح پیدا ہوا کہ اس کا حشفہ ظاہر ہے اس طرح کہ اگر کوئی دیکھے تو وہ اسے غیر مختون نہ سمجھے تو پھر اس کے ختنہ کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، اسی طرح اگر ختنہ میں پوری جھلی صاف طور پر کٹ نہ سکے، مگر اکثر حصہ صاف ہوجائے تو پھر مزید دوبارہ ختنہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

---

❶ الدر المختار: مسائل شتی، ج٦ ص ۷۵۱ ❷ عورتوں کے ختنہ کی ابتداء حضرت ہاجرہ سے ہوئی، اور وہ حضرت سارہ کی قسم کی تکمیل کے طور پر، اس واقعہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ظفیر الدین

جوانی اور بڑھاپے میں ختنہ

کوئی جوان یا بوڑھا شخص اسلام قبول کرے اور بغیر کسی خاص اذیت کے وہ اپنا ختنہ کر سکے تو اسے کر لینا چاہئے، لیکن اگر ایسی اذیت ہو جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں ضروری بھی نہیں ہے:

كَشَيُخٍ أَسُلَمَ وَقَالَ أَهُلُ النَّظَرِ لَا يُطِيقُ الْخِتَانَ تُرِكَ أَيُضًا. ❶

جیسے بوڑھا جو مسلمان ہو جائے اور بصیرت رکھنے والے کہیں کہ اس میں ختنہ کی طاقت نہیں ہے تو اس کا ختنہ بھی ترک کر دیا جائے گا۔

دوسری جگہ صراحت ہے:

وَقِيلَ فِي خِتَانِ الْكَبِيرِ إِذَا أَمُكَنَهُ أَنُ يَخُتِنَ نَفُسَهُ فَعَلَ، وَإِلَّا لَمُ يَفُعَلُ إِلَّا أَنُ لَا يُمُكِنَهُ النِّكَاحُ أَوُ شِرَاءُ الْجَارِيَةِ. ❷

بالغ کے ختنہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر اس کے لئے بطور خود ختنہ کرنا ممکن ہو تو کر لے ورنہ چھوڑ دے، اگر اسے کسی ایسی عورت سے نکاح ممکن ہو جو ختنہ کر سکے تو کر لے یا لونڈی خرید لے۔

جس کا ماحصل یہ ہوا کہ اگر کسی بالغ کو ختنہ کرانا ہے تو یا تو وہ خود کر لے یا ممکن ہو تو وہ کسی ایسی عورت سے نکاح کر لے جو اس کا ختنہ کر سکے، یا کسی ایسی لونڈی کو خرید لے جو ختنہ کرنا جانتی ہو، مختصر یہ ہے کہ حتی الوسع اسے ختنہ کرانا چاہئے:

وَالظَّاهِرُ فِي الْكَبِيرِ أَنَّهُ يُخُتَنُ وَيَكُفِي قَطُعُ الْأَكُثَرِ. ❸

ظاہر یہ ہے کہ بالغ ختنہ کرے اور ختنہ میں اکثر قلفہ کا کٹ جانا کافی ہے۔

---

❶ الدر المختار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥١

❷ الدر المختار: كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، ج٦ ص ٣٨٢

❸ الدر المختار: كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، ج٦ ص ٣٨٢

ختنہ کی وجہ

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے ختنہ کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ راہِ خدا میں اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کریں، یہ ایک امتحان تھا جس میں ابراہیم علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا تھا، اور وہ کامیاب بھی ہوئے، اس کی یادگار کے طور پر ختنہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے لختِ جگر کے خون کے سلسلہ میں جھنجوڑے گئے تھے ہر شخص اپنے ایک حصہ کو کاٹ کر اور خون بہا کر ذرا جھنجھوڑ دیا جائے اور اس امتحان سے گزر جائے تا کہ معلوم ہو کہ ہر مسلمان اسلام کے حکم کے آگے اس طرح کی اذیت بخوشی برداشت کرسکتا ہے، اپنے لئے بھی اور اپنے بچے کے لئے بھی۔ ❶

ختنہ کی اجرت

فقہاء نے اس کی بھی صراحت کردی ہے کہ اگر اس بچہ کی مِلک میں مال نہ ہو جس کا ختنہ ہو رہا ہے تو یہ بار باپ برداشت کرے گا:

وَأُجُرَةُ خِتَانِ الصَّبِيِّ عَلَى أَبِيهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ. ❷

بچہ کی ختنہ کی اجرت اس کے باپ کے ذمہ ہوگی، اگر اس بچہ کی مِلک میں مال نہیں ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور ختنہ

اوپر اشارہ کر چکا ہوں کہ انبیائے کرام کے مختون پیدا ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، یہ تو متفق علیہ ہے کہ کچھ انبیائے کرام مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے، اور یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام غیر مختون پیدا ہوئے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ صرف چودہ انبیائے کرام مختون پیدا ہوئے تھے جن کے نام یہ ہیں:

---

❶ رد المحتار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥٢

❷ رد المحتار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥١

١......حضرت آدم علیہ السلام　　٢......شیث علیہ السلام

٣......نوح علیہ السلام　　٤......لوط علیہ السلام

٥......ہود علیہ السلام　　٦......صالح علیہ السلام

٧......شعیب علیہ السلام　　٨...... یوسف علیہ السلام

٩......موسیٰ علیہ السلام　　١٠......سلیمان علیہ السلام

١١......زکریا علیہ السلام　　١٢......عیسیٰ علیہ السلام

١٣......حنظلہ بن صفوان علیہ السلام

١٤......اور خاتم النبیین حضرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحب درمختار نے علامہ سیوطی کے حوالہ سے اس سلسلہ میں سترہ انبیائے کرام کا نام لیا ہے، اوران ناموں کا اضافہ کیا ہے:

١٥......حضرت ادریس علیہ السلام　　١٦......حضرت سام علیہ السلام

١٧......حضرت یحییٰ علیہ السلام (١)

لیکن صاحب شرعۃ الاسلام نے لکھا ہے:

وَسَيَجِيءُ مِنَ الْمُصَنِّفِ أَنَّهُ قَدْ وُلِدَ الْأَنْبِيَاءُ كُلُّهُمْ مَخْتُونِينَ مَسْرُورِينَ أَىْ مَقْطُوعَ السُّرَّةِ كَرَامَةً لَهُمْ لِئَلَّا يَنْظُرَ أَحَدٌ إِلَى عَوْرَاتِهِمْ إِلَّا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهُ خَتَنَ نَفْسَهُ لِيَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ بَعْدَهُ فَتَخْصِيصُهُ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ لَيْس

(١) الدر المختار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥١، ٧٥٢

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اشعار میں مختون انبیاء کا تذکرہ کیا ہے:

وَفِي الرُّسُلِ مَخْتُونٌ لَعَمْرُكَ خِلْقَةً　　ثَمَانٍ وَتِسْعٌ طَيِّبُونَ أَكَارِمُ

وَهُمْ زَكَرِيَّا شِيثُ إِدْرِيسُ يُوسُفُ　　وَحَنْظَلَةٌ عِيسَى وَمُوسَى وَآدَمُ

وَ نُوحٌ شُعَيْبٌ سَامَ لُوطٌ وَ صَالِحٌ　　سُلَيْمَانُ يَحْيَى هُودُ يس خَاتَمُ

الدر المختار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج٦ ص ٧٥١، ٧٥٢

لِمَا يَنبَغِيُ. ❶

مصنف کی طرف سے یہ آئے گا کہ انبیائے کرام کل کے کل مختون پیدا ہوئے اور ناف کٹے ہوئے، ان کی شرافت کے اظہار کے لئے تا کہ کوئی بھی ان کا ستر دیکھنے نہ پائے، البتہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام مختون پیدا نہیں ہوئے، انہوں نے خود اپنا ختنہ کیا تا کہ بعد والوں میں آپ کی یہ سنت جاری ہو سکے، لہذا صرف چودہ انبیاء کی تخصیص مناسب نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا تمام انبیائے کرام مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لئے مختون نہیں پیدا ہوئے کہ آپ سے اس ختنہ کی سنت رائج ہو، اور دنیا میں آپ کے بعد یہ طریقہ جاری رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختنہ کے سلسلہ میں اختلاف

علامہ شامی رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون پیدا ہونے کے سلسلہ میں اختلاف نقل کیا ہے:

وَ قَدِ اخْتُلِفَ الرُّوَّاةُ وَ الْحُفَّاظُ فِيُ وِلَادَةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْتُونًا، وَلَمْ يَصِحَّ فِيهِ شَيْءٌ وَأَطَالَ الذَّهَبِيُّ فِيُ رَدِّ قَوْلِ الْحَاكِمِ أَنَّهُ تَوَاتَرَتْ بِهِ الرِّوَايَةُ، وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُمْ ضُعْفُ الْحَدِيْثِ بِهِ وَقَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنَ الْحُفَّاظِ اَلْأَشْبَهُ بِالصَّوَابِ أَنَّهُ لَمْ يُوْلَدْ مَخْتُوْنًا. ❷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون پیدا ہونے میں روات وحفاظ کا اختلاف ہے، اور اس سلسلہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے، اور امام حاکم کے اس قول کی امام ذہبی نے زور دار تردید کی ہے جس میں انہوں نے تواتر ثابت کیا تھا، ضعف بہرحال ثابت ہے اور محققین

❶ شرح شرعة الإسلام: ص ۳۰۱

❷ رد المحتار: كتاب الخنثى، مسائل شتى، ج۶ ص ۷۵۲

حفاظ نے کہا کہ درست کے قریب تر یہ ہے کہ آپ مختون پیدا نہیں ہوئے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختون پیدا ہونا مسلّم نہیں ہے، واللہ اعلم۔

زیورات کے لئے بچیوں کے کان ناک چھیدنا

یہ ایک ضمنی بحث تھی جو درمیان میں آگئی ورنہ اس وقت پیش نظر مسلمان بچوں کی تربیت کا مسئلہ ہے، لہذا پھر بات وہیں سے شروع کی جارہی ہے۔

بچیوں کے کان چھدوانا درست ہے

بچیوں کے کان چھیدنے کا مسئلہ بھی اگر یہاں بیان کر دیا جائے تو اچھا رہے گا، فقہاء نے لکھا ہے کہ بچیوں کے کان میں بالیوں کے لئے جو سوراخ کیا جاتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ جائز ہے:

وَلَا بَأْسَ بِثَقْبِ أُذُنِ الْبِنْتِ وَالطِّفْلِ اسْتِحْسَانًا. ❶

بچی کے کانوں میں سوراخ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بچوں کا کان چھیدنا جائز نہیں

متن میں ''طفل'' واؤ کے ساتھ ہے مگر یہ غلط ہے، اس لئے کہ کان کا سوراخ بالیوں کے لئے ہوتا ہے جو عورتیں کانوں میں پہنتی ہیں اور انہی کو یہ چیز زیب بھی دیتی ہے، لڑکوں اور مردوں کے لئے اس طرح کی زینت جائز نہیں ہے، اور ''حاوی القدسی'' میں صراحت ہے:

وَلَا يَجُوزُ ثَقْبُ آذَانِ الْبَنِينَ. ❷

---

❶ الدر المختار: كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٦ ص ۴۲۰

❷ رد المحتار: كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٦ ص ۴۲۰/ الحاوى القدسی: كتاب الاستحسان فی الحظر والإباحة، باب فی أنواع متفرقة، ج۲ ص ۳۲۳

بچوں کا کان چھیدنا جائز نہیں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی اس غلطی پر تنبیہ کی ہے، لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ وَالطِّفْلِ) ظَاهِرُهُ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الذَّكَرُ مَعَ أَنَّ ثَقْبَ الْأُذُنِ لِتَعْلِيقِ الْقُرْطِ، وَهُوَ مِنْ زِينَةِ النِّسَاءِ، فَلَا يَحِلُّ لِلذُّكُورِ. ❶

طفل سے ظاہراً مذکر مراد ہے، حالانکہ کانوں کا سوراخ بالیوں کے لٹکانے کے لئے ہوتا ہے، اور یہ عورتوں کے لئے زینت ہے، لہذا مردوں کے لئے درست نہیں ہوگا۔

ناک میں سوراخ کرانا

بعض شہروں میں عورتیں ناک میں سوراخ کراتی ہیں اور نتھ اور بیسہ پہنتی ہیں، فقہاء نے اسے بھی جائز قرار دیا ہے:

وَهَلْ يَجُوزُ الْخِزَامُ فِي الْأَنْفِ، لَمْ أَرَهُ. ❷

اور کیا نتھ ناک کے اندر جائز ہے؟ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

اس پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

(قَوْلُهُ لَمْ أَرَهُ) قُلْتُ: إِنْ كَانَ مِمَّا يَتَزَيَّنُ النِّسَاءُ بِهِ كَمَا هُوَ فِي بَعْضِ الْبِلَادِ فَهُوَ فِيهَا كَثَقْبِ الْقُرْطِ وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِيَّةُ عَلَى جَوَازِهِ. ❸

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ ان چیزوں میں ہے جس سے عورتوں کو زینت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ بعض شہروں میں رائج ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے بالیوں کے لئے سوراخ کرنا، اور شافعیہ سے اس کے جواز کی صراحت مذکور ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاں ناک میں سوراخ کرنے کا رواج ہے اور جہاں عورتیں

---

❶ رد المحتار: كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، ج٦ ص ٤٢٠

❷ رد المحتار: كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، ج٦ ص ٤٢٠

❸ رد المحتار: كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، ج٦ ص ٤٢٠

ناک میں زیور پہنتی ہیں وہاں یہ درست ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

خواتین کے ختنہ اور کان چھیدنے کی ابتداء کیسے ہوئی

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے کانوں میں سوراخ اور بالی پہننے کی تاریخ بیان کی ہے کہ اس کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہوئی، امام واقدی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں تھیں، مدت دراز تک ان کے ہاں کوئی بچہ نہیں ہوا، جب مایوس ہو چکیں تو انہوں نے اپنی لونڈی ہاجرہ نامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہبہ پیش کردی، اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ہاجرہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچہ پیدا ہوا، یہ دیکھ کر طبعی غیرت حضرت سارہ میں اُبھر آئی، بہت رنجیدہ ہوئیں اور اپنی لونڈی ہاجرہ پر انسانی تقاضہ سے از راہِ شک غصہ آیا اور قسم کھالی کہ وہ ان کے تین اعضاء کاٹ ڈالیں گی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم اپنی قسم پوری بھی کروگی یا نہیں؟ حضرت سارہ نے کہا کیسے کروں؟ عجیب قسم میں نے کھائی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم پوری کرنے کے لئے یہ کرو کہ ہاجرہ کے دونوں کانوں میں سوراخ کر ڈالو، دو عضو یہ ہو جائیں گے اور تیسرے یہ کہ ان کا ختنہ کرادو، اس طرح تمہاری قسم پوری ہو جائے گی، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد حضرت ہاجرہ نے اپنے کانوں میں بالیاں پہن لیں جس کی وجہ سے ان کا حسن نکھر آیا۔ (۱)

کان چھیدنے کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے

بچیوں کے کانوں میں سوراخ کے مسئلہ میں امام غزالی رحمہ اللہ نے شدت اختیار کی ہے، اور ان کا ذاتی رجحان اس کے عدم جواز پر ہے، اور لکھا ہے کہ کوئی اطلاع اس کے جواز کی نہیں پہنچی ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

---

(۱) روضة المحبين ونزهة المشتاقين: الباب الثاني والعشرون، ص ۲۹۸

وَلا أَرَى رُخْصَةً فِي تَثْقِيبِ أُذُنِ الصَّبِيَّةِ لِأَجْلِ تَعْلِيقِ حَلْقِ الذَّهَبِ فِيهَا فَإِنَّ هَذَا جَرْحٌ مُولِمٌ وَمِثْلُهُ مُوجِبٌ لِلْقِصَاصِ فَلا يَجُوزُ إِلَّا لِحَاجَةٍ مُهِمَّةٍ كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَالْخِتَانِ. ❶

سونے کی بالیوں کے لٹکانے کے لئے بچی کے کان چھیدنا میں جائز نہیں سمجھتا، اس لئے کہ یہ ایک تکلیف دہ زخم ہے اور ایسا زخم موجبِ قصاص ہوتا ہے، لہذا سوائے اہم ضرورت کے یہ جائز نہیں ہوگا، اور بالیوں سے زینت حاصل کرنا کوئی اہم نہیں ہے، اہم ضرورت میں فصد یا پچھنا لگانا اور ختنہ جیسی چیزیں ہیں۔

فقہائے امت کی رائے

لیکن اوپر شامی اور درمختار کے حوالہ سے لکھا جاچکا ہے کہ یہ جائز ہے، اور امام غزالی رحمہ اللہ کے زمانے میں خواہ بالیاں پہننا اہم نہ رہا ہو لیکن موجودہ دَور میں یہ عام رواج ہے، اور کانوں میں سوراخ کوئی ایسی اذیت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے حرام و ناجائز کہہ دیا جائے، آج کل چھوٹی بچیاں بخوشی اپنے کان چِھدواتی ہیں، پھر موجودہ دور میں کوئی تشویشناک زخم نہیں ہوتا۔

عہد نبوی میں کان چھیدوانا

ہمارے اس زمانہ میں ہر جگہ جواز کا فتوی دیا جاتا ہے اور شرعاً وعقلاً اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں، پھر اس وقت اور بھی جبکہ کانوں میں سوراخ کا یہ رواج عہد نبوی سے چلا آرہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس پر انکار نہیں فرمایا، بلکہ بذریعہ سکوت اسے باقی رکھا:

وَلا بَأْسَ بِثَقْبِ آذَانِ الْأَطْفَالِ مِنَ الْبَنَاتِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ فِي

❶ إحياء علوم الدين: كتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ج ٢ ص ٣٤١

زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ كَذَا فِي الْكُبْرَى. ❶

بچیوں کے کانوں میں سوراخ کرنا جائز ہے اس لئے کہ عہد نبوی میں لوگ ایسا کیا کرتے تھے اور آپ کی طرف سے کوئی انکار نہیں پایا گیا۔

جو کچھ پیش کیا گیا اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ بچیوں کے کان چھیدنا جائز ہے اور اسی طرح ان کا ان میں بالیاں لٹکانا بھی، اور جس طرح یہ چھوٹی بچیوں کے لئے درست ہے بڑی عورتوں کے لئے بھی درست ہے۔

بچیوں کے لئے چاندی، سونا اور ریشم کا استعمال

بچی کو سونے اور چاندی کے زیورات پہنانا خواہ گلے میں ہوں یا کان میں یا ناک میں جائز ہے، اسی طرح رنگین اور ریشمی کپڑا پہنانا بھی درست ہے، مگر بچوں کے لئے یہ چیزیں جائز نہیں ہیں، صاحب درمختار نے صراحت کی ہے:

(وَكُرِهَ إِلْبَاسُ الصَّبِيِّ ذَهَبًا أَوْ حَرِيرًا) فَإِنَّ مَا حَرُمَ لُبْسُهُ وَشُرْبُهُ حَرُمَ إِلْبَاسُهُ وَإِشْرَابُهُ. ❷

بچہ کو سونا اور ریشم پہنانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جن چیزوں کا پہننا اور پینا حرام ہے اس کا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہوتا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لِأَنَّ النَّصَّ حَرَّمَ الذَّهَبَ وَالْحَرِيرَ عَلَى ذُكُورِ الْأُمَّةِ بِلَا قَيْدِ الْبُلُوغِ، وَالْحُرِّيَّةِ وَالْإِثْمُ عَلَى مَنْ أَلْبَسَهُمْ لِأَنَّا أُمِرْنَا بِحِفْظِهِمْ...... وَلَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ. ❸

شریعت میں صراحت کے ساتھ سونا اور ریشم امت کے مردوں کے لئے مطلقاً حرام

❶ الفتاوى الهندية: كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، ج۵ ص۳۵۷

❷ الدر المختار: كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس، ج۵ ص۳۶۳

❸ رد المحتار: كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس، ج۵ ص۳۶۲

کیا گیا ہے، اس میں نہ بلوغ کی قید ہے اور نہ آزادی کی، اور گناہ اس پر ہوگا جو بچوں کو پہنائے گا، اس لئے کہ ہمیں ان کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، البتہ عورتوں کے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔

لڑکوں کے لئے سونے اور ریشم کا استعمال

دراصل اس کی بنیاد وہ حدیث ہے جس میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِإِنَاثِ أُمَّتِي، وَحُرِّمَ عَلَى ذُكُورِهَا. ❶

سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال کیا گیا، اور مردوں کے لئے حرام قرار دیا گیا۔

اس حدیث میں ذکور کا لفظ آیا ہے جس کے معنی مذکر کے ہیں، اور یہ لفظ اپنے عموم کے اعتبار سے جس طرح بالغین کو شامل ہے بچوں کو بھی شامل ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالذُّكُورُ بِعُمُومِهِ يَشْمَلُ الصِّبْيَانَ أَيْضًا لَكِنَّهُمْ حَيْثُ لَمْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ التَّكْلِيفِ حُرِّمَ عَلَى مَنْ أَلْبَسَهُمْ. ❷

لفظ ذکور کو اپنے عموم کی وجہ سے بچوں کو بھی شامل ہے مگر چونکہ یہ غیر مکلّف ہیں اس لئے اس حرمت کی ذمہ داری پہنانے والے پر ہوگی۔

سونا چاندی کے برتن کا استعمال

یعنی اس کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جو بچے کو ریشم یا سونا چاندی پہنائیں گے، سونا چاندی

❶ سنن النسائی: کتاب الزینة، تحریم الذهب علی الرجال، ج۸ ص ۱۶۰، رقم الحدیث: ۵۱۴۸ ❷ مرقاة المفاتیح: کتاب اللباس، الفصل الثانی، ج۷ ص ۲۷۷۹، رقم الحدیث: ۴۳۴۱

میں حرمت مرد اور بچے کے لئے اور حلت بچی اور عورت کے لئے زیورات کے سلسلہ میں ہے، باقی سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال تو یہ مرد وعورت دونوں کے لئے حرام ہے، چنانچہ دوسری حدیث میں صراحت ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

نَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْرِبَ فِيْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَأَنْ نَأْكُلَ فِيْهَا. ❶

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چاندی اور سونے کے برتن میں پینے اور کھانے سے روکا ہے۔

انگوٹھی وغیرہ کا استثناء

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی پہلی حدیث کے ضمن میں صراحت کی ہے:

وَالْمُرَادُ مِنَ الذَّهَبِ حُلِيُّهُ وَإِلَّا فَالْأَوَانِيْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ حَرَامٌ عَلَى الذُّكُوْرِ وَالْإِنَاثِ، وَكَذَا حُلِيُّ الْفِضَّةِ مُخْتَصٌّ بِالنِّسَاءِ إِلَّا مَا اسْتُثْنِيَ لِلرِّجَالِ مِنَ الْخَاتَمِ وَغَيْرِهِ. ❷

سونے سے مراد اس کے زیورات ہیں، ورنہ سونے اور چاندی کے برتن مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے حرام ہیں، ایسا ہی چاندی کا زیور صرف عورتوں سے مخصوص ہے، البتہ مردوں کے لئے بعض مخصوص چیزوں کا استثناء کیا گیا ہے جیسے انگوٹھی وغیرہ۔

استثناء میں ضرورت مند مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی اور سونے کے بٹن ہیں، اسی طرح ہلتے ہوئے دانت کو باندھنے کے لئے چاندی کے تار کا استعمال جائز ہے، خود

❶ شرح السنة للبغوي: كتاب اللباس، باب تحريم لبس الحرير والديباج على الرجال، ج۱۲ ص ۳۱، رقم الحديث: ۳۱۰۲ ❷ مرقاة المفاتيح: كتاب اللباس، الفصل الثاني، ج۷ ص ۲۷۹، رقم الحديث: ۴۳۴۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی، اور اپنے دستِ مبارک میں پہنی، تا وفات یہ انگوٹھی آپ کے پاس رہی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، پھر حضرت عمر کے ہاتھ میں، پھر حضرت عثمان غنی کے ہاتھ میں، تا آنکہ حضرت عثمان کے ہاتھ سے نکل کے وہ کنویں میں گر گئی، اور بہت جستجو وتلاش کے بعد بھی نہ مل سکی۔ ❶

بچوں کو مہندی لگانا درست نہیں

بچوں کے ہاتھ پاؤں کا مہندی سے رنگنا، جیسا کہ عورتیں کیا کرتی ہیں درست نہیں ہے:

وَيُكْرَهُ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَخْضَبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَكَذَا لِلصَّبِيِّ إِلَّا لِحَاجَةٍ. ❷

مردوں کے لئے ہاتھوں اور پاؤں کا رنگنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسا ہی بچے کے لئے۔

پازیب وغیرہ کا حکم

یعنی دوا کے طور ان چیزوں کا استعمال اگر بچوں اور مردوں کے لئے کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بعض جگہ بچوں کو پازیب اور بالا (کنگن) پہنانے کا رواج ہے، مگر یہ بھی ناجائز اور قابلِ ترک ہے:

(وَيُكْرَهُ) لِلْوَلِيِّ إِلْبَاسُ (الْخَلْخَالِ أَوْ السِّوَارِ لِصَبِيٍّ). ❸

بچوں کو پازیب اور کنگن پہنانا ولی کے لئے جائز نہیں ہے۔

تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، یہ سارے مسائل ''اصلاح الرسوم'' اور ''بہشتی زیور'' وغیرہ میں غالبًا لکھے ہوئے ہیں وہاں دیکھ لئے جائیں۔ ❹

❶ رد المحتار: كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٦ ص ٣٥٩

❷ رد المحتار: كتاب اللباس، فصل في اللبس، ج٦ ص ٣٦٢ ❸ تنوير الأبصار مع الدر المختار: كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٦ ص ٤٢٠

❹ اصلاح الرسوم: دوسرا باب، تیسری فصل، ص ۵۷/ بہشتی زیور: حصہ ششم، ص ۲۷

بچوں کی پرورش

اسلام نے جہاں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے مستقل ضابطہ اور قانون بنایا ہے وہاں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اس کی بھی وضاحت کردی ہے کہ ان معصوم نونہالوں کی پرورش کن لوگوں کے ذمہ ہے۔

یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رب العالمین نے ان بن کھلے ہوئے پھولوں کی آبیاری کا انتہائی جذبہ ان دونوں کے سینوں میں پیوست کردیا ہے جن کے ظاہری ملاپ نے انہیں وجود کی دولت سے نوازا ہے، کوئی والدین ایسے نہیں ہیں جو اپنے جگر پاروں پر نثار نہ ہوتے ہوں اور ان کے شاندار مستقبل کے متمنی نہ ہوں۔

والدین کی ذمہ داری

مگر کبھی صورت حال ایسی سامنے آجاتی ہے کہ ان معصوموں کے والدین میں باہم ناچاکی ہوجاتی ہے اور ہر ایک ان میں سے بچہ کی پرورش کا قانونی مربی بننا چاہتا ہے، اور یہ مسلّم ہے کہ اس کشمکش میں بچہ کی اذیت پنہاں ہوتی ہے، اس لئے ضرورت بھی تھی کہ اس سلسلہ میں کوئی ضابطہ مقرر کردیا جائے تاکہ اس طرح کے نازک مرحلے میں اس نوشاہِ ذیشان کے عیش وآرام میں کوئی ادنی فرق نہ آنے پائے، اور جو کل ملک وملت کی قسمت کا مالک بننے والا ہے اس کی تعلیم وتربیت میں کوئی خامی راہ نہ پاسکے۔ اسلام کسی مرحلہ پر بھی بچہ کی تکلیف برداشت نہیں کرتا بلکہ اس کی تربیت اس طرح کرتا ہے کہ مستقبل میں وہ ہر طرح کے فضائل ومحاسنِ اخلاق سے آراستہ ہو اور ان تمام رذائل اخلاق سے پاک ہو جو عقل سلیم میں معیوب ہیں تاکہ وہ صحیح معنوں میں انسانیت کا مرقع اور حسن اخلاق کا پیکر ثابت ہو۔

کتاب اللہ میں حقوقِ اولاد کا بیان

پرورش کے سلسلہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ. (البقرۃ: ۲۳۳)

اور مائیں کامل دو سال اپنے بچوں کو دودھ پلایا کریں، یہ مدت ان کے لئے ہے جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہیں، اور اس کے باپ کے ذمہ ہے ان ماؤں کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق، کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ حکم نہیں دیا جاتا، کسی ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف نہیں پہنچانا چاہئے اور نہ کسی باپ کو، اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں بچہ کی پرورش اسی طرح محرم قرابتدار کے ذمہ ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تفسیری ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں، خواہ نکاح باقی ہو یا طلاق ہو چکی ہو، یہ مدت اس کے لئے ہے جو کوئی شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے، اور جو تکمیل نہ کرنا چاہے دو سال سے کم میں چھڑا دینا درست ہے، جیسا عنقریب آتا ہے۔ اور جس کا شرعاً نسب کے اعتبار سے بچہ ہے یعنی باپ، اس کے ذمہ ہے ان ماؤں کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق جبکہ وہ نکاح یا عدت میں ہوں اور زوجہ کے نان ونفقہ کا قاعدہ اور مسئلے مشہور ہیں۔ کسی شخص کو خدا کی طرف سے کوئی حکم نہیں دیا جاتا، مگر اس کی برداشت کے موافق، سو عورتوں کو دودھ پلانا سہل تھا ان کو اس کا حکم دیا گیا۔ کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے، یعنی بچہ کے ماں باپ آپس میں ضدا ضدی نہ کریں مثلاً ماں دودھ پلانے سے معذور ہو اور باپ اس پر یہ سمجھ کر زبردستی کرے کہ آخر اس کا بھی بچہ ہے جھک مارے گی اور پلا دے گی، یا یہ کا باپ مفلس ہے اور ماں کو کوئی معذوری بھی نہیں، پھر دودھ پلانے سے یہ سمجھ کر انکار کرے کہ اس کا بھی تو بچہ ہے

جھک مار کر کسی سے پلوائے گا۔اور اگر باپ زندہ نہ ہو تو مثلِ طریق مذکور کے بچہ کی پرورش کا انتظام اس محرم قرابتدار کے ذمہ ہے جو شرعاً بچہ کے وارث ہونے کا حق رکھتا ہو،عنقریب اس کی تفصیل فوائد میں آئے گی۔ ❶

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ پرورش کی ذمہ داری اولاً والدین کے سر ہے کہ دونوں مل کر اپنے اس معصوم ننھے منے بچہ کی تربیت کے فرائض انجام دیں اور تربیت میں ان تمام امور کی رعایت کریں جو اس کی زندگی کو ہر پہلو سے مزین کردے،اور کوئی ایسی خامی باقی نہ رہنے پائے جو بچے کے مستقبل کو تاریک بنانے والی ہو۔

ذمہ داری ڈالنے میں ہر ایک کا لحاظ

قرآن کریم نے پرورش کا بوجھ ہر ایک کے سر اس کی استعداد کے مطابق رکھا ہے،کوئی ایسی صورت تجویز نہیں کی ہے جس پر عمل کسی کے لئے ناممکن ہو، بچہ کی خوراک قدرت نے ماں کی چھاتی ودیعت کردی ہے،اس لئے کہ کل تک جو دودھ کا قطرہ اپنے جسم میں نہیں رکھتی تھی بچہ کی پیدائش کے ساتھ اس کے سینے میں دودھ کا ایک ایسا چشمہ جاری کردیا گیا ہے جو بچے کی بھوک اور پیاس کی تلافی کرسکتا ہے، پھر ہر آن وہ قدرتی طور پر تیار ہوتا رہتا ہے اور اُبلتا رہتا ہے، اگر مرض کا حملہ نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ قدرتی چشمہ رک جائے یا بند ہوجائے، ماں کو حکم ہے کہ وہ اپنے اسی قدرتی خزانے کو بچہ پر نثار کرتی رہے،اور اس میں اس کی طرف سے کسی بخل یا ضد کا اظہار ہرگز نہ ہو۔

ماں کے ذمہ رضاعت اور باپ کے سر دوسری ذمہ داری

باپ قدرتی طور پر اس قدرتی چشمہ حیوان سے محروم ہے،لیکن قدرت نے اسے جیسے قُویٰ عطا کئے ہیں ان سے بچے کی ماں محروم ہے،لہٰذا باپ کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی کمائی سے

❶ بیان القرآن: سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ کے تحت، ج ا ص ۱۵۷

اس شیریں چشمہ کو تقویت پہنچانے میں دریغ نہ کرے، وہ اپنی محنت ومشقت اور عقل وفہم سے جائز روپے حاصل کرے، اور بچہ کی ماں پر فیاضی سے خرچ کرے کہ بچہ کی ماں کی خوراک اور اس کی بہترین غذا ہی بچہ کی خوراک میں اضافہ کا ذریعہ بن سکتی ہے، پھر ماں اگر روزی اور دوسری ضروریاتِ زندگی سے آزاد ہوگی تو بےفکری سے اپنی پوری خدمت بچہ کی تربیت پر صرف کرسکتی ہے، پھر نفسیاتی طور پر ایسا دودھ بچہ میں صالح خون پیدا کرے گا، اور اس کی اولوالعزمی کا ذریعہ بنے گا، خدانخواستہ اگر کوئی ماں ذہنی پریشانی سے دوچار ہوگی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ بچہ اس سے متاثر نہ ہو، اس لئے کہ ماں کے افکار شیرخوار بچہ پر کسی نہ کسی حیثیت سے یقیناً اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔

قانونی ذمہ داری باپ کے سر

صحیح طریقہ تو یہی ہے کہ والدین میل ملاپ سے بچہ کی تربیت میں بخوشی حصہ لیں، لیکن کسی وجہ سے اگر اختلافی شکل پیدا ہوجائے تو اس سلسلہ میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں پر دودھ پلانا گو دیانتاً واجب ہے مگر قضاءً واجب نہیں، اور دودھ پلانے والی کا انتظام باپ کے ذمہ ہے، البتہ بعض ناگزیر صورتوں میں ماں پر دودھ پلانا ضروری قرار دیا گیا، مثلاً بچہ ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ نہ پیئے یا باپ ایسا مفلس ہو کہ کسی دوسری دودھ پلانے والی کا انتظام اس کے بس کی بات نہ ہو وغیرہ وغیرہ:

فَالْحَاصِلُ أَنَّ الْأَبَ يَجِبُ عَلَيْهِ إِرْضَاعُ وَلَدِهِ وَعَلَيْهِ أَن يَّتَّخِذَ لِأَجْلِهِ ظِئْرًا وَلَا يَجِبُ الْإِرْضَاعُ عَلَى الْأُمِّ بَلْ هُوَ مَنْدُوْبٌ عَلَيْهَا إِلَّا إِذَا لَمْ يَقْبَلِ الصَّبِيُّ غَيْرَ ثَدْيِ أُمِّهِ أَوْ كَانَ الْأَبُ عَاجِزًا عَنِ اسْتِيْجَارٍ أَوْ لَمْ يُوْجَدْ لَهُ ظِئْرًا فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ عَلَى الْأُمِّ إِرْضَاعُهُ، فَإِنْ أَرْضَعَتْ لَا يَجُوْزُ لَهَا الْأُجْرَةُ مَا دَامَتْ زَوْجَةً أَوْ مُعْتَدَّةً، وَ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا يَجُوْزُ لَهَا أَخْذُ الْأُجْرَةِ، وَ عَلَى الْأَبِ إِعْطَاؤُهَا بِالْمَعْرُوْفِ. (1)

(1) التفسيرات الأحمدية: سورة البقرة آیت نمبر ۲۳۳ کے تحت، ص ۱۴۰

حاصل یہ کہ بچہ کے دودھ کا انتظام اس کے باپ پر واجب ہے کہ وہ اس کے لئے کسی انّا (دودھ پلانے والی) کو مقرر کرے، ماں پر واجب نہیں، البتہ مستحب ہے، ہاں اس وقت یقیناً ماں پر دودھ پلانا واجب ہو جائے گا کہ بچہ کسی اور کا دودھ قبول نہ کرے، یا باپ اپنے افلاس کی وجہ سے کسی اَنّا کو رکھنے سے مجبور ہے، یا رکھ تو سکتا ہے مگر کوئی انّا نہیں ملتی، ماں اگر دودھ پلاوے اور وہ اس کے باپ کے نکاح میں باقی رہے، یا عدت میں تو اس کے لئے اجرت لینا درست نہیں ہے، لیکن جب نکاح یا عدت میں نہیں ہے تو البتہ اس کے لئے اجرت لینا جائز ہے اور بچہ کے باپ کا فریضہ ہے کہ وہ حسبِ دستور اجرت ادا کرے۔

باپ پر ذمہ داری کی وجہ

پرورش کی ذمہ داری باپ کے سر اس لئے شریعت نے ڈالی ہے کہ پورے طور پر یہ اس کا تحمل کر سکتا ہے، اور درحقیقت بچہ کا نسب باپ سے ملتا ہے یعنی اولاد باپ کی ہوتی ہے:

إِنَّمَا وَلَدَتْ لِأَجْلِهِمْ إِذِ الْأَوْلَادُ لِلْآبَاءِ وَالنَّسَبِ إِلَيْهِمْ...... وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ النَّسَبَ إِلَى الْآبَاءِ. ❶

بلاشبہ ماں نے بچہ باپ کے لئے ہی جنا ہے کیونکہ اولاد باپ کی کہی جاتی ہے، اور اسی کی طرف منسوب ہوتی ہے، قرآن کا لفظ "**عَلَى الْمَوْلُودِ لَه**" بتا رہا ہے کہ نسب کی نسبت آباء کی طرف ہوگی۔

اخراجات کا بھی باپ ہی ذمہ دار ہے، اگر وہ اخراجات برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے:

وَالنَّفَقَةُ عَلَى الْأَبِ وَلَا تُجْبَرُ الْأُمُّ عَلَيْهِ لِأَنَّهَا عَسَتْ تَعْجِزُ عَنِ الْحَضَانَةِ. ❷

بچہ کا نان نفقہ باپ کے ذمہ ہے، اس سلسلے میں ماں پر ذمہ داری اس لئے نہیں ہے کہ

---

❶ التفسيرات الأحمدية: سورة البقرة آیت نمبر ۲۳۳ کے تحت، ص ۱۴۱

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ومن أحق به، ج ۲ ص ۴۳۹

وہ فطرتاً اس بار کے اٹھانے سے کسی وقت بھی عاجز ہو سکتی ہے۔

رضاعت کے سلسلے میں ماں پر جبر

یعنی اگر ماں بچہ کی پرورش سے انکار کر دے، یا مطالبہ ترک کر دے تو ایسی حالت میں سارا بوجھ باپ کے سر ہوگا کہ وہ بچہ کی پرورش کا اچھے سے اچھا نظم کرے، البتہ اگر کوئی دودھ پلانے والے نہ مل سکے، یا کوئی تیار نہ ہو تو پھر ماں پر واجب ہوگا کہ وہ بچہ کو دودھ پلائے، اور اس سلسلہ میں اپنی دلچسپی اور فراخ حوصلگی کا اظہار کرے اور قانوناً اُسے اس وقت اس خدمت پر مجبور کیا جائے گا اور اس کا انکار نہیں سنا جائے گا:

أَمَّا إِذَا كَانَ لَا تُوجَدُ مَنْ تُرْضِعُهُ تُجْبَرُ الْأُمُّ عَلَى الْإِرْضَاعِ صِيَانَةً لِلصَّبِيِّ عَنِ الضَّيَاعِ. (1)

جب کوئی دودھ پلانے والی نہ مل سکے تو اس وقت ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ بچہ ضائع نہ ہونے پائے۔

رضاعت میں ماں مقدم ہے

یہ صورت اس وقت ہے جب ماں کسی وجہ سے دودھ پلانے کے لئے آمادہ نہ ہو، لیکن اگر وہ خود دودھ پلانا چاہے اور اپنی نگرانی میں پرورش کے فرائض انجام دے تو اس کا حق سب سے پہلے اِسی کو حاصل ہے، باپ چاہے تو بھی بچہ کو ماں سے جدا نہیں کر سکتا، جس کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے جو اوپر نقل کی گئی۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئی اور اپنی رودادِ غم ان الفاظ میں سنانے لگی:

إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً،

(1) الهداية: كتاب الطلاق، باب النفقة، فصل فى نفقة الأولاد الصغار، ج ۲ ص ۴۴۷

وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي. ❶

یہ میرا گوشہ جگر ہے جس کے لئے میرا اشکم مرکز تھا، اور میرا سینہ چشمہ رواں اور میری گود گہوارہ، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور پھر (اس پر ظلم یہ کہ اس آنکھ کی ٹھنڈک کو) مجھ سے چھین لینے کا ارادہ بھی رکھتا ہے۔

اسی کی یہ روداد غم آپ نے بڑے صبر کے ساتھ سنی، اور پھر آخر میں فیصلہ کے طور پر فرمایا:

أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي. ❷

اس بچہ کی حق دار تو ہی ہے مگر اس وقت تک جب تک (کسی غیر محرم سے) شادی نہ کرلے۔

حدیث میں یہ حکم مطلقاً ہے لیکن فقہائے کرام نے دوسری احادیث اور آثار کے پیشِ نظر اسے مقیّد کیا ہے کہ نکاح سے مراد یہ ہے کہ لڑکے کے غیر رشتہ دار سے کرے، اور اگر وہ لڑکے کے رشتہ دار سے نکاح کرے گی تو اس سے اس کا حق ختم نہیں ہوگا:

قَدْ قَيَّدَ عُلَمَاؤُنَا قَالُوا بِنِكَاحِ غَيْرِ مَحْرَمٍ يَسْقُطُ وَبِمَحْرَمٍ لَا كَأُمٍّ نَكَحَتْ عَمَّهُ لِقِيَامِ الشَّفَقَةِ. ❸

ہمارے علماء نے اس حکم کو مقید بیان کیا ہے اور فرمایا ہے بچہ کے غیر رشتہ دار سے اگر نکاح کرے گی تو حقِ پرورش ساقط ہوجائے گا ورنہ نہیں، جیسے وہ اس بچہ کے چچا سے نکاح کرلے تو حق ختم نہ ہوگا اس لئے کہ شفقت قائم ہے۔

❶ سنن أبي داود: كتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ج۲ ص۲۸۳، رقم الحديث: ۲۲۷٦ ❷ سنن أبي داود: كتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ج۲ ص۲۸۳، رقم الحديث: ۲۲۷٦ ❸ اللمعات شرح المشكاة: كتاب النكاح، باب بلوغ الصغير وحضانته في الصغر، الفصل الثاني، ج٦ ص۲۱۴

ماں کی تقدیم کی وجہ

ماں کو ترجیح اس کی شفقت ہی کی وجہ سے حاصل ہے، اور چچا کی وجہ سے اس میں کمی کا اندیشہ بالکل نہیں، چنانچہ صاحبِ ہدایہ نے عقلی دلیل یہ دی ہے:

وَلِأَنَّ الْأُمَّ أَشْفَقُ وَأَقْدَرُ عَلَى الْحَضَانَةِ فَكَانَ الدَّفْعُ إِلَيْهَا أَنْظَرَ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ الصِّدِّيقُ بِقَوْلِهِ: رِيقُهَا خَيْرٌ لَهُ مِنْ شَهْدٍ وَعَسَلٍ. ❶

ماں بچہ پر زیادہ بلکہ سب سے بڑھ کر شفیق ہوتی ہے، اور پرورش پر پورے طور پر قادر ہوتی ہے، اس لئے اس کے سپرد کرنا زیادہ مناسب ہے، حضرت صدیق اکبر نے اشارہ فرمایا ہے کہ ماں کا لعابِ دہن بچہ کے لئے شہد سے بڑھ کر ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دیدی، چنانچہ وہ بچہ لے کر جدا ہوگئی، یہ بچہ آپ سے ہی تھا، اور اس کا نام عاصم تھا، ایک دن آپ کی نظر اس بچے پر پڑ گئی، شفقت پدری سے بیتاب ہوگئے اور آپ نے چاہا اسے لے لیں، اس کی ماں نے مزاحمت کی، اس چھینا جھپٹی سے گھبرا کر بچہ رونے لگا، چنانچہ یہ مقدمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا، آپ نے فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا:

يَا عُمَرُ! مَسْحُهَا وَحِجْرُهَا وَرِيحُهَا خَيْرٌ لَهُ مِنْكَ حَتَّى يَشِبَّ الصَّبِيُّ فَيَخْتَارَ. ❷

اے عمر! اس کی ماں کا اس پر ہاتھ پھیرنا اور اس کی پیار بھری گود اور اس کی بُو اس وقت تک اس بچہ کے لئے تمہاری شفقت سے بہتر ہے جب تک وہ جوان نہ ہوجائے، البتہ بعد

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ومن أحق به، ج ۲ ص ۴۳۸

❷ مصنف ابن أبي شيبة: كتاب الطلاق، ما قالوا في الرجل يطلق امرأته ولها ولد صغير، ج ۴ ص ۱۸۰، رقم الحديث: ۱۹۱۲۳

جوانی اسے اختیار حاصل ہوگا (خواہ تمہارے ساتھ رہے یا ماں کے پاس)۔

ماں کے حق کی مدت

ماں کو حقِ پرورش میں ترجیح سات سال کی عمر تک ہے، اس عمر میں پہنچ کر بچہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ تنہا بذاتِ خود کھا پی سکے اور پاخانہ پیشاب کر سکے، فقہاء کے الفاظ یہ ہیں:

وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْغُلَامِ حَتَّى يَأْكُلَ وَحْدَهُ وَيَشْرَبَ وَحْدَهُ وَيَلْبَسَ وَحْدَهُ وَيَسْتَنْجِيَ وَحْدَهُ. ❶

ماں اور نانی لڑکے کی پرورش کی حقدار اس وقت تک ہے کہ وہ خود سے تنہا کھا پی سکے، کپڑا پہن لے اور خود استنجاء کر لے۔

اور اس عمر کا اندازہ فقہاء نے اسی سات سال کی عمر سے کیا ہے:

وَالْخَصَّافُ قَدَّرَ الْاِسْتِغْنَاءَ بِسَبْعِ سِنِينَ اِعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ. ❷

عادت پر قیاس کر کے امام خصاف نے بے نیازی کی مدت سات سال کی عمر لگائی ہے۔

اور عادتاً اس عمر میں بلاشبہ لڑکا اس لائق ہو جاتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم دو اور نماز پڑھنا سکھاؤ۔

آداب وتعلیم والد کے ذمہ

آداب اور تعلیم کی ذمہ داری غریب ماں کے بس کی بات بھی نہیں، یہ خدمت باپ ہی حسن وخوبی سے انجام دے سکتا ہے اور عام طور سے اولوالعزمی اور اونچی تعلیم کا جو معیار ایک باپ قائم کر سکتا ہے، ماں اتنا اونچا سوچ بھی نہیں سکتی، بلکہ لاڈ پیار میں بگاڑنے کا ہی خطرہ لگا ہوتا ہے، صاحب ہدایہ نے وجہ لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ومن أحق به، ج ٢ ص ٤٣٩

❷ الهداية: كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ومن أحق به، ج ٢ ص ٤٤٠

وَوَجْهُهُ أَنَّهُ إِذَا اسْتَغْنَى يَحْتَاجُ إِلَى التَّأَدُّبِ وَالتَّخَلُّقِ بِآدَابِ الرِّجَالِ وَأَخْلَاقِهِمْ، وَالْأَبُ أَقْدَرُ عَلَى التَّأْدِيبِ وَالتَّثْقِيفِ. ❶

دن رات کی ضرورتوں میں جب بچہ خود کفیل بن جاتا ہے تو اسے تہذیب وشائستگی اور مردانہ اخلاق واوصاف کی حاجت ہوتی ہے اور یہ مسلم ہے کہ باپ کو تادیب اور آراستگی پر زیادہ قدرت ہوتی ہے (ماں اتنا نہیں کرسکتی)۔

والد پر جبر

اور یہی وجہ ہے کہ خدانخواستہ اگر کوئی باپ اس عمر کے بعد بچہ کی سرپرستی سے بھاگنا چاہے اور اپنے اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلو تہی کرے تو اس کو معاف نہ کیا جائے گا، بلکہ اس ذمہ داری کے قبول کرنے پر اسے مجبور کیا جائے گا اور جان بچانے کی اجازت نہیں دی جائے گی:

وَيُجْبَرُ الْأَبُ عَلَى أَخْذِ الْوَلَدِ بَعْدَ اسْتِغْنَائِهِ عَنْ الْأُمِّ لِأَنَّ نَفَقَتَهُ وَصِيَانَتَهُ عَلَيْهِ بِالْإِجْمَاعِ. ❷

ماں سے بچہ جب بے نیاز ہوجائے گا تو باپ مجبور کیا جائے گا کہ وہ لڑکے کو اپنی زیر تربیت رکھے، اس لئے کہ اس کا بار اور اس کی حفاظت سب متفقہ طور پر باپ ہی پر ہے۔

جبر کی وجہ

بچہ کا نفقہ ہر حال میں پیدائش سے لے کر بلوغ تک باپ ہی کے ذمہ ہے، یہاں جبر کی وجہ یہ ہے کہ اب جس عمر میں بچہ پہنچ چکا ہے وہ تعلیم وتربیت کا خصوصی زمانہ ہے، اس کے اخراجات اور اس سلسلہ کا اہتمام باپ کے سوا اور کون برداشت کرسکتا ہے۔ بچہ سات سال بعد ماں کے یہاں باپ سے بے نیاز بن کر رہنا بھی چاہے تو اسے اس کی اجازت نہیں دی

❶ الهداية: كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ومن أحق به، ج۲ ص ۴۴۰

❷ فتح القدير: كتاب الطلاق، باب حضانة الولد ومن أحق به، ج۴ ص ۳۶۸

جائے گی، البتہ نگرانی باپ کرلے اور رہے ماں کے پاس اسے اس کے مستقبل کے پیش نظر پسند بھی کرلے تو اس کی اجازت ہوگی۔ بچہ کو اس عمر میں خود مختار نہ بنایا جائے گا، اس لئے کہ اولاً یہ عمر عدم بلوغ کی خود مختاری کی نہیں ہوتی، دوسرے اگر اسے خود سر چھوڑ دیا جائے گا تو یہ اس راستہ کو اختیار کرے گا جس میں اسے کھیل اور تفریح کی آزادی مل سکے، چنانچہ امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُخَيَّرُ الْغُلَامُ لِأَنَّهُ لَا يَخْتَارُ إِلَّا شَرَّ الْأَمْرَيْنِ. ❶

لڑکے کو اختیار نہیں سونپا جائے گا اس لئے کہ وہ بدترین صورت ہی کو اختیار کرے گا۔

نابالغ اولاد خود مختار نہیں

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ لڑکا تو فطرتاً اس کی خواہش کرے گا کہ لکھنے پڑھنے اور دوسری چیز سے نجات ملے، حالانکہ باپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے بال بچوں کی تربیت ایسی کرو جو اسے جہنم کے راستہ سے الگ کرکے جنت کی طرف لے جائے، پھر باپ کو تعلیم وتربیت پر ایسی پوری قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ماں کے بس کی بات ہے اور نہ کسی اور کے:

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هُوَ كَذَلِكَ لِأَنَّهُ يَخْتَارُ اللَّعِبَ وَالْإِعْرَاضَ عَنْ تَعَلُّمِ الْأَدَبِ وَالْخَيْرِ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْأَبَ أَقْوَمُ بِتَأْدِيبِهِ وَتَعْلِيمِهِ، وَأَنَّ فِي كَوْنِهِ عِنْدَ الْأُمِّ ضَرَرًا عَلَيْهِ لِأَنَّهُ يَنْشَأُ عَلَى أَخْلَاقِ النِّسَاءِ. ❷

ابوبکر جصاص نے کہا کہ بات یونہی ہے کہ بچہ لہو ولعب سے دلچسپی لے گا، اور تہذیب وشائستگی سے جان چُرائے گا، حالانکہ حکم خداوندی یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اور یہ معلوم ہے کہ بچہ کی تعلیم وتربیت پر باپ پوری قدرت رکھتا

❶ أحكام القرآن: سورة البقرة آیت نمبر ٢٣٣ کے تحت، ج ١ ص ٥٥٣

❷ أحكام القرآن: سورة البقرة آیت نمبر ٢٣٣ کے تحت، ج ١ ص ٥٥٣، ٥٥٤

ہے، اور ماں کے پاس رہنے میں اس کا سراسر نقصان ہے، اس وجہ سے کہ عورتوں کی عادات پر اس کی نشوونما ہوگی (جو کسی طرح لڑکے کے لئے مفید نہیں)۔

بلوغ کے بعد اختیار

البتہ باپ اس بچہ سے ماں کو ملنے سے نہیں روک سکے گا، بلکہ بچہ ماں سے ملتا جلتا رہے گا اور ماں اپنے معصوم بچہ سے، اس لئے کہ بچہ کا رشتہ جس طرح باپ سے ہے ماں سے بھی ہے۔ لڑکا جب بالغ ہوجائے گا تو اُسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ أَبِيهِ وَأُمِّهِ. ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو اختیار دیا ہے کہ ماں کے ساتھ زندگی بسر کرے یا باپ کے ساتھ۔

حدیث میں اس طرح کے ایک مقدمہ کا تذکرہ بھی ہے کہ میاں بیوی اپنے لڑکے کے سلسلہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ہر ایک نے اپنا حق جتلایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بالغ لڑکے کو مخاطب کر کے فرمایا:

هَذَا أَبُوكَ وَهَذِهِ أُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ أَيِّهِمَا شِئْتَ، فَأَخَذَ بِيَدِ أُمِّهِ. ❷

میاں یہ تمہارے باپ ہیں اور یہ تمہاری ماں، ان میں سے جس کا جی چاہے ہاتھ تھام لو، اس نے ماں کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیا۔

بعض عیوب کی وجہ سے ماں کا حقِ حضانت سلب ہوجائے گا

سات سال کی عمر تک عورت کو جو حق اسلام نے پرورش کا عطا کیا ہے اگر ایسے عیوب اس عورت کے اندر پیدا ہوجائیں جو لڑکے کی تربیت میں حارج ہوں، یا اخلاق کے لئے

❶ سنن الترمذی: أبواب الأحکام، باب ما جاء فی تخییر الغلام بین أبویه إذا افترقا، ج۳ ص ۶۳۰، رقم الحدیث: ۱۳۵۷ ❷ سنن أبی داود: کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، ج۲ ص ۲۸۳، رقم الحدیث: ۲۲۷۷

مضر ہوں تو پھر وہ ماں اپنے اس حق سے محروم ہوجائے گی، جیسے وہ مرتد ہوجائے، یا اس طرح کے فسق وفجور میں مبتلا ہوجائے کہ لڑکے کی پرورش پر وہ پورے طور پر دھیان نہ دے سکے، اور یا وہ بے پرواہ ہو لڑکے کی دیکھ بھال پر توجہ نہ کرتی ہو:

(تَثْبُتُ لِلْأُمِّ) النِّسْبِيَّةِ (وَلَوْ) كِتَابِيَّةً، أَوْ مَجُوسِيَّةً أَوْ (بَعْدَ الْفُرْقَةِ) (إِلَّا أَنْ تَكُونَ مُرْتَدَّةً) فَحَتَّى تُسْلِمَ لِأَنَّهَا تُحْبَسُ (أَوْ فَاجِرَةً) فُجُورًا يَضِيعُ الْوَلَدُ بِهِ كَزِنًا وَغِنَاءٍ وَسَرِقَةٍ وَنِيَاحَةٍ... (أَوْ غَيْرَ مَأْمُونَةٍ) بِأَنْ تَخْرُجَ كُلَّ وَقْتٍ وَتَتْرُكَ الْوَلَدَ ضَائِعًا. ❶

حقِ پرورش نسبی ماں کو حاصل ہوگا خواہ وہ کتابی (یعنی عیسائی یا یہودی) ہو، یا مجوسی شوہر کے پاس ہو، یا شوہر سے جدا ہو چکی ہو، مگر اس وقت وہ اپنے اس حق سے محروم ہوجائے گی جبکہ وہ اسلام سے پھر جائے اور پھر دوبارہ اسلام قبول نہ کرے کیونکہ ارتداد کے زمانہ میں وہ قید خانہ میں ہوگی، یا جب وہ ایسے فسق وفجور میں مبتلا ہوجائے جو بچہ کو ضائع کردینے والا ہو، جیسے زنا کاری، گانا بجانا، چوری اور نوحہ گری، یا جب اس پر اس وجہ سے اطمینان باقی نہ رہا ہو کہ وہ ہر وقت ماری ماری پھرتی ہو اور بچہ کو تنہا چھوڑ دیتی ہو۔

بے نمازی ماں کا حق

اگر فاسقہ بایں معنی ہے کہ نماز نہیں پڑھتی تو اس کی وجہ سے اس کا حقِ پرورش ختم نہ ہوگا، اس لئے کہ جب مجوسیہ اور کتابیہ کو حقِ پرورش حاصل ہے تو پھر مسلمان کو کیونکر حاصل نہ ہوگا، غیر مذہب والی سے تو بہر حال بہتر ہی ہوگی، دوسرے یہ کہ یہ عمر بچہ کی تعلیم کی ہوتی بھی نہیں، چنانچہ جب وہ اس عمر میں قدم رکھتا ہے تو باپ کی ذمہ داری میں چلا جاتا ہے۔ ❷

❶ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج ٣ ص ٥٥٦، ٥٥٧

❷ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج ٣ ص ٥٥٦، ٥٥٧

مگر واضح رہے کہ کسی ماں کو بے نمازی اور غیر دیندار ہرگز نہیں رہنا چاہئے، بلکہ اخلاقِ فاضلہ اور محاسن ومکارم اخلاق سے آراستہ ہونا چاہئے تاکہ بچے پر کسی طرح کا کوئی ناگوار اثر پڑنے نہ پائے۔ ظفیر الدین

لڑکی کس عمر تک ماں کے پاس رہے گی؟

عمر کی یہ بحث تو لڑکے کے لئے ہے، لیکن اگر وہ لڑکی ہے تو ماں سے علیحدگی کی عمر وہ نہیں ہوگی جو لڑکے کے لئے ہے بلکہ بالغ ہونے کے وقت تک وہ ماں کے پاس رہے گی، یا اس کے پاس جو ماں کی جگہ رشتہ داروں میں پرورش کی شرعاً ذمہ دار ہوتی ہے، اس لئے کہ لڑکیوں کی تربیت ماں یا دوسری رشتہ دار عورت جس طرح کرسکتی ہے باپ نہیں کرسکتا ہے۔ بلوغ کے بعد البتہ چونکہ شادی بیاہ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی ذمہ داری اور عفّت وعصمت کا زیادہ پاس باپ کو ہوتا ہے اور وہ اس پر پوری قدرت بھی رکھتا ہے کہ بلوغ کے بعد شادی کا جلد سے جلد انتظام کردے، باپ کے پاس بھیج دی جائے گی، یعنی قانونی حق باپ کو حاصل ہوگا خواہ وہ اسے ماں یا نانی وغیرہ کے پاس ہی رہنے دے:

(وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ) (أَحَقُّ بِهَا) بِالصَّغِيرَةِ (حَتَّى تَحِيضَ) أَيْ تَبْلُغَ. ❶

ماں اور نانی بلوغ تک بچی کی پرورش کی حقدار باقی رہیں گی۔

ماں اور نانی کے سوا کوئی اور رشتہ دار عورت اگر پرورش کی ذمہ دار ہے جیسے خالہ، پھوپھی وغیرہ قانونی حق ان کے لئے نو سال کی عمر تک ہے اس کے بعد نہیں، فقہائے کرام نے صراحت کردی ہے:

(وَغَيْرُهُمَا أَحَقُّ بِهَا حَتَّى تُشْتَهَى) وَقُدِّرَ بِتِسْعٍ وَبِهِ يُفْتَى. ❷

ماں اور نانی کے علاوہ رشتہ دار عورت بچی کی پرورش کی حقدار نو سال کی عمر تک رہے گی۔

ماں کے بعد دیگر رشتہ داروں کو حقِ پرورش

اگر کسی لڑکے یا لڑکی کی ماں کا انتقال ہوجائے یا وہ کسی شرعی وجہ سے پرورش کے لائق باقی نہ رہے، تو یہ حق نانی کو حاصل ہوگا، پھر دادی کو، یہ بھی نہ ہوں تو پھر بہنوں کو، پھر خالہ کو،

❶ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج۳ ص ۵۶۶

❷ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج۳ ص ۵۶۶

پھر پھوپھی کو، اور یہ سب بھی نہ ہوں تو ماں کی خالہ، پھر باپ کی خالہ، پھر ماں اور باپ کی پھوپھیاں اس کی مستحق ہوں گی:

ثُمَّ... أُمّ الْأُمِّ... ثُمَّ أُمّ الْأَبِ وَإِنْ عَلَتْ... ثُمَّ الْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ ثُمَّ لِأُمٍّ... ثُمَّ الْخَالَاتِ كَذٰلِكَ... ثُمَّ الْعَمَّاتِ كَذٰلِكَ... ثُمَّ خَالَةِ الْأُمِّ كَذٰلِكَ ثُمَّ خَالَةِ الْأَبِ كَذٰلِكَ ثُمَّ عَمَّاتِ الْأُمَّهَاتِ وَالْآبَاءِ بِهٰذَا التَّرْتِيبِ. ❶

پھر نانی پھر دادی، پھر سگی بہن، پھر اخیافی بہن، پھر علاتی بہن، پھر اسی اعتبار سے خالائیں، پھر پھوپھیاں، پھر ماں کی خالہ، پھر باپ کی خالہ، پھر ماں کی پھوپھیاں، پھر باپ کی، علی الترتیب جیسا اوپر ذکر کیا گیا۔

یہ سلسلہ بھی نہ ہو تو اس کے بعد عصبات کا درجہ ہے، ارث کی ترتیب پر کہ پہلے باپ، پھر دادا، پھر سگا بھائی، پھر سوتیلا بھائی، اور پھر بھائی کے لڑکے اسی ترتیب سے، پھر چچا پھر اس کے لڑکے:

ثُمَّ الْعَصَبَاتِ بِتَرْتِيبِ الْإِرْثِ، فَيُقَدَّمُ الْأَبُ ثُمَّ الْجَدُّ ثُمَّ الْأَخُ الشَّقِيقُ، ثُمَّ لِأَبٍ ثُمَّ بَنُوهُ كَذٰلِكَ، ثُمَّ الْعَمُّ ثُمَّ بَنُوهُ. ❷

پھر ارث کی ترتیب پر حقِ پرورش عصبات کو حاصل ہوں گے، لہذا پہلا درجہ باپ کا پھر دادا کا، پھر سگے بھائی کا، پھر سوتیلے بھائی کا، پھر بھتیجوں کا، پھر چچا کے لڑکوں کا۔

بچے فاسق عصبات کے حوالے نہیں کئے جائیں گے

مگر عصبات میں جو فاسق ہوں گے ان کو حقِ پرورش حاصل نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان کا دیندار اور ثقہ ہونا ضروری ہے، اور اگر ایک ہی رشتہ کے جن کو حقِ پرورش پہنچتا ہے کئی ہوں جیسے چچا دو یا تین، تو اس وقت جوان میں متقی اور پرہیزگار ہوگا اسے ترجیح حاصل ہوگی، پھر سن رسیدہ کو:

❶ تنویر الأبصار مع الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج۳ ص ۵۶۲، ۵۶۳ ❷ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج۳ ص ۵۶۳

وَإِذَا اجْتَمَعُوا فَالْأَوْرَعُ ثُمَّ الْأَسَنُّ. ❶

پھر کئی جمع ہو جائیں تو ان میں سے جو سب سے بڑھ کر پرہیزگار ہو پھر جو سن رسیدہ ہو۔

اور عصبات میں اگر کوئی باقی نہ رہے تو یہ حق ذوی الارحام ننھیالی خاندان کی طرف منتقل ہو جائے گا:

ثُمَّ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ فَلِذَوِى الْأَرْحَامِ. ❷

جب عصبات میں کوئی نہ ہو تو یہ حق ذوی الارحام کو حاصل ہوگا۔

اسلام کسی منزل پر کسی بچے کو بے سہارا نہیں چھوڑتا، کہیں نہ کہیں اس کا قانونی حق ثابت کرتا ہے، یوں بابِ اخلاق میں اسلام نے جو ترغیب و ترہیب کا پہلو اختیار کیا ہے اور جس جس طرح اپنے پیروؤں کے دلوں میں انسانی عزت واحترام راسخ کی ہے یہ اپنی مثال آپ ہے۔

فقہائے کرام نے ایک مسلمان کی حرمت کو حرمتِ قبلہ پر ترجیح دی ہے:

بَلْ حُرْمَةُ الْمُسْلِمِ الْوَاحِدِ أَرْجَحُ مِنْ حُرْمَةِ الْقِبْلَةِ. ❸

ایک مسلمان کی حرمت حرمتِ قبلہ سے بڑھی ہوئی ہے۔

---

❶ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج٣ ص ٥٦٣

❷ الدر المختار: كتاب الطلاق، باب الحضانة، ج٣ ص ٥٦٤

❸ رد المحتار: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فيما لو زاد على العدد الوارد في التسبيح عقب الصلاة، ج ١ ص ٥٣١

اس مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِى نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.

سنن ابن ماجه: كتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ج٢ ص١٢٩٧، رقم الحديث: ٣٩٣٢

بچے اور مذہبی تعلیم

پرورش میں اس کا شروع سے خیال رکھا جائے کہ تربیت اسلامی اور دینی لائن پر ہو، کوئی ایسا انداز ہرگز اختیار نہ کیا جائے جو مذہبی اور دینی اعتبار سے لڑکے کے لئے مضر ہو، اور آئندہ زندگی کے لئے زہرِ قاتل ہو۔

دینی آداب کا لحاظ و پاس

کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور گفتگو کرنے، ہر موقع پر بچے کو دینی آداب کی تعلیم دی جائے، مثلاً کھانے میں بتائے کہ بیٹا دائیں ہاتھ سے کھاؤ، دائیں ہاتھ سے گلاس لے کر پانی پیو، اسی طرح بیٹھ کر کھاؤ اور بیٹھ کر پیو، چلتے ہوئے کھانا نہیں چاہئے اور کھڑے ہوکر پانی پینے سے اسلام میں روکا گیا ہے۔

پھر اسے بتائے کہ پاک اور حلال چیز کھاؤ پیو، ناپاک اور ناجائز کھانے پینے سے بچو، بچہ پیشاب کرنا چاہے تو اُسے بتایا جائے کہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرو، کھڑے کھڑے پیشاب کرنا گناہ کی بات ہے، قبلہ کی طرف منہ نہ ہو۔ جوتا پہننے لگے تو اول دن سے اسے تعلیم دے کہ پہلے دائیں پیر میں پہنو پھر بائیں میں، اور جب اتارو تو پہلے بائیں پاؤں سے پھر دائیں سے۔ چلنا ہو تو اسے بتایا جائے کہ بڑوں کے آگے آگے چلا نہیں کرتے، گفتگو کے موقع پر سکھایا جائے کہ ادب اور تمیز کے ساتھ بات کیا کرتے ہیں، شوخی اور بدتہذیبی درست نہیں ہے، گویا ایک ایک قدم پر دینی اصول کا لحاظ و پاس رکھا ہے، اور بچوں اور بچیوں کو محبت اور پیار سے سکھایا کرے، ان کی تعلیم و تربیت کی طرف سے ایک لمحہ غافل ہونا بھی جرم عظیم ہے، بچپن کی بات دل پر نقش ہو جایا کرتی ہے اور اخیر عمر تک اپنا اثر رکھتی ہے۔

بولنے پر قدرت کے بعد اولین تعلیم

یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَفْصَحَ أَوْلَادُكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. ❶

بچہ جب بولنا شروع کرے تو اسے لا الہ الا اللہ کی تعلیم دو۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح پیدا ہوتے ہی توحید، رسالت اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی آواز اس کے کانوں میں پہنچائی گئی تھی، اب جبکہ اس نے زبان کھولی ہے تو خود اس کی زبان سے بھی پہلے پہل یہی کلمہ توحید ادا کرایا جائے اور اسی کی اسے تلقین کی جائے، پھر جونہی ہوش وحواس سنبھالے اس کے معنیٰ مفہوم بھی ذہن نشین کرانے کی سعی ہونی چاہیئے۔

علماء نے اس حدیث کے پیش نظر صراحت کی ہے کہ پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی سکھایا جائے، اور اس پورے کلمہ طیبہ کی سات بار تلقین کی جائے، پھر اس آیت کی تلقین کی جائے ''فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ'' (المؤمنون:۱۱۶) اسی طرح آیت الکرسی (البقرۃ:۲۵۵) کی اور سورہ حشر کی آخری آیت کی یعنی ''هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ'' سے ''الْحَكِيْمُ'' (الحشر:۲۳،۲۴) تک۔

ادب اور تمیز کا سلیقہ

مگر سکھانے کا بھی سلیقہ ہونا چاہیئے، اور موقع ومحل کا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے، اس لئے کہ بعض لوگوں میں تربیت کا ہیضہ ہوتا ہے کہ بچہ کہ متنفر کر دیا کرتے ہیں اور شروع سے اس کے دل میں دین سے بغاوت پیدا کر دیا کرتے ہیں۔

والدین کی حیثیت امین کی ہے

باپ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلے کہ بچے اس کے پاس خدائے تعالیٰ کی

---

❶ مصنف نے یہ روایت ''الحصن الحصین'' سے نقل کی ہے، دیکھئے:

الحصن الحصین: المنزل الرابع، ص ۱۲۱ / حصن حصین مترجم: چوتھی منزل، ص ۲۸۴

صاحبِ حصنِ حصین نے اس حدیث کو ''عمل الیوم واللیة لابن السنی'' سے نقل کیا ہے، دیکھئے:

عمل الیوم واللیلة: باب ما یلقن الصبی إذا أفصح بالکلام، ص ۳۷۳، رقم الحدیث: ۴۲۳

امانت ہیں جو پاک وصاف دُھلے دُھلائے فطرتِ اسلام پر ان کے سپرد کئے گئے ہیں، آگے ان کی ذمہ داری ہے کہ ان جاندار کلیوں کی ایسی پرورش کریں کہ رنگ وبُو کی دلآویز میں فرق نہ آنے پائے:

إِنَّ الْوَلَدَ أَمَانَةُ اللهِ عِنْدَهُ أَوْدَعَهُ أَبَاهُ طَاهِرًا مُطَهَّرًا عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ. ❶

بچہ والدین کے پاس اللہ تعالی کی امانت کے درجہ میں ہے، جسے رب العزت نے ان کے پاس پاک وصاف فطرتِ اسلام پر پیدا کر کے امانت رکھ چھوڑا ہے۔

بچہ کی تربیت میں والدین کے اخلاق کے اثرات

حدیث میں آتا ہے کہ ہر بچہ فطرتاً اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے مجوسی، یہودی یا عیسائی بناتے ہیں، یعنی قدرت کی طرف سے کمال نزاہت اور صالح فطرت ان بچوں کو بخشی جاتی ہے، پھر دنیا میں گھریلوں ماحول سے متاثر ہوتے ہیں اور ظلمت وضلالت کی وادی میں گم ہو جاتے ہیں، یا ہدایت وصداقت اور حقانیت کے مینار کو پالینے میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةَ هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ. ❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں، جیسا کہ چوپایہ کامل الخلقت بچہ جنتا ہے، جس میں تم کوئی کمی محسوس نہیں کرتے۔

اس حدیث میں صراحت ہے کہ بچے کے بگڑنے اور بننے کی ذمہ داری والدین کے

❶ شرح شرعة الإسلام: ص ۴۵۹ ❷ صحيح البخاري: كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، ج۲ ص ۱۰۰، رقم الحديث: ۱۳۸۵

سر ہے، وہی اپنی اولاد کو صالح اور نیک بناتے ہیں اور وہی ان کی گمراہی اور بے راہ روی کا ذریعہ بنتے ہیں، اوران کی ہی غفلت و بے پرواہی اُسے تباہ و برباد کرتی ہے۔

انسان میں فطری استعداد

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کے معنی لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وَالْمَعْنَى مَا أَحَدٌ يُولَدُ إِلَّا عَلَى هَذَا الْأَمْرِ الَّذِى هُوَ تَمَكُّنُ النَّاسِ مِنَ الْهُدَى فِى أَصْلِ الْجِبِلَّةِ، وَالتَّهَيُّؤُ لِقَبُولِ الدِّينِ، فَلَوْ تُرِكَ عَلَى تَمَكُّنِهِ، وَتَهَيُّؤِهِ الْمَذْكُورَيْنِ لَاسْتَمَرَّ عَلَى الْهُدَى وَالدِّينِ، وَلَمْ يُفَارِقْهُ إِلَى غَيْرِهِ لِأَنَّ حُسْنَهُ رَكَزَ فِى النُّفُوسِ فَلَمْ يَقَعْ لَهَا عُدُولٌ عَنْهُ إِلَّا لِآفَةٍ بَشَرِيَّةٍ، أَوْ تَقْلِيدٍ لِلْغَيْرِ، وَلِذَا قَالَ تَعَالَى: (أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى) فَجَعَلَ الْهُدَى رَأْسَ الْمَالِ الْحَاصِلَ عِنْدَهُمْ، ثُمَّ عَرَّضُوهُ لِلزَّوَالِ بِبَذْلِهِ فِى أَخْذِهِمُ الضَّلَالَةَ الْبَعِيدَةَ عَنْهُمْ. (۱)

معنی یہ ہے کہ ہر ایک بچہ ایسی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے کہ اس میں جبلت کے اعتبار سے ہدایت اور قبولِ دین کی صلاحیت اور اس کے اسباب پوری توانائی سے پائے جاتے ہیں، اگر اس کو اس کی قدرت اور استعداد پر باقی رکھا جائے تو وہ برابر ہدایت اور دین کی دولت سے ہم آغوش رہے، اس سے جدا ہونے کا نام تک نہ لے، اس وجہ سے کہ اس کی خوبیاں اس کے اندر پیوست ہوتی ہیں، لہذا وہ اس مرکزی نقطہ سے اس وقت تک نہیں ہلتا ہے جب تک انسانی آفات اور غیر کی پیروی سے وہ متأثر نہیں ہوتا، اور یہی وجہ ہے کہ رب العزت نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی مول لی ہے، اس آیت میں ہدایت کو راس المال (اصل پونجی) قرار دیا ہے، جو اُن کو پہلے سے حاصل تھی، پھر انہوں نے اپنے اس اصل سرمایہ ہدایت کو اس گمراہی پر ضائع کر ڈالا، جس کا اس وقت نام ونشان

(۱) مرقاة المفاتيح: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، ج ۱ ص ۱٦۳، رقم الحديث: ۹۰

بھی نہ تھا۔

تاریخ بھی یہی شہادت پیش کرتی ہے کہ فطرت انسانی خیر واقع ہوئی ہے اور طبعًا انسان اس چیز کو قبول کرتا ہے جو اسے اللہ تعالی سے قریب کردے۔ مذہب وادیان کی تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مذہب ومسلک کے ماننے والے ہدایت اور اللہ جل مدہ کا نام لے کر ہی اپنی طرف بلاتے ہیں، ساری کشش اور جاذبیت اسی نام میں ہے، چنانچہ اہلِ علم کا وہ طبقہ جس کا مطالعہ وسیع ہوتا ہے اور دوسرے مذاہب کے ساتھ اس نے اسلام کا بھی بغور مطالعہ کیا ہے، وہ اس اعتراف پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے کہ حقانیت وصداقت کی روشنی پورے طور پر اسی دینِ قیم میں جلوہ گر ہے، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، ❶ اور یہی وجہ ہے کہ سعید روحیں اس حقیقت کے پا لینے کے بعد علی الاعلان اسلام کی چوکھٹ پر گردن جھکا دیتی ہیں اور سب سے کٹ کر اسی پر نثار ہونے لگتی ہیں۔ ❷

ماحول کے اثرات

بچوں کو پیدائش کے بعد اگر ایسا سازگار ماحول میسر ہو جہاں کفر وشرک اور ظلمت وضلالت کے بادل اُمنڈ اُمنڈ کر برس نہ رہے ہوں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ بچے کا مستقبل تابناک نہ ہوسکے اور وہ مستقبل میں انسانیت وحقانیت کے مینار ثابت نہ ہوں۔

❶ بیروت کے ایک مسیحی اخبار ''الوطن'' میں ایک عیسائی نامہ نگار لکھتا ہے ''پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کے قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کردیئے، کیونکہ مسلمان جب قرآن وحدیث میں غور کریں گے تو وہ اپنی ہر دینی ودنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے۔ پادری وال ریسن بی۔ ڈی کہتا ہے ''مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے، ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ ڈاکٹر کینن آٹرک ٹیلو لکھتا ہے ''اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تہذیب وتمدن کا علمبردار ہے۔

خطبہ صدارت از شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ: ص ۱۲، ۱۳

❷ دیکھئے ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' ''ہم کیوں مسلمان ہوئے'' ''قبولِ اسلام کی کہانی نومسلموں کی زبانی'' ''خمیری مسلمان'' ''ہمیں خدا کیسے ملا'' اور ''من الظلمات الی النور''۔

جب یہ عام بچوں کا حال ہے تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ وہ بچے جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی ماحول میں پرورش پاتے ہیں وہ آخر کیوں مؤمنِ کامل نہیں بن سکتے ہیں۔ صحابہ کرام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے کہ ان کے گھروں میں جو بچے پیدا ہوئے افقِ تاریخ اسلام پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، ہمارے بچوں میں اس لئے دین سے عشق نہیں پیدا ہوتا کہ ہمارے گھروں کا ماحول بدل گیا اور خود ہم میں وہ تڑپ باقی نہیں رہی جو ہمارے اسلاف میں تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان بچوں کا مستقبل دینی اعتبار سے ان کے والدین کے ذمہ ہے، اگر کوئی دین سے ناآشنا نظر آتا ہے تو بغیر کسی تردد کے یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ اس کا گناہ ان کے والدین اور ان کے گھر کے غیر دینی ماحول پر ہے، جہاں خدا ترسی اور خدا پرستی کی چہل پہل نہیں ہوتی۔

بچوں کی دینی تعلیم کا فریضہ والدین پر ہے

پھر اس طرح بھی سوچنا چاہئے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت اور دین سے آشنا بنانے کا فریضہ والدین کے سرڈالا گیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (التحریم: ٦)

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن اور سوختہ آدمی اور پتھر ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تم کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن اور سوختہ آدمی اور پتھر ہیں۔ اپنے کو بچانا خود اطاعت کرنا ہے، اور گھر والوں کو بچانا ان کو احکام الٰہیہ سکھلانا ہے، اور ان پر عمل کرانے کے لئے زبان سے، ہاتھ سے بقدرِ

امکان کوشش کرنا ہے۔ ❶

اس آیت کے ہوتے ہوئے کوئی مسلمان اولاد کی دینی تربیت کے فریضہ سے انکار نہیں کرسکتا، بلکہ اُسے اقرار کرنا ہوگا کہ رب العزت کی طرف سے والدین اور پرورش کرنے والوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ احکام خداوندی کی تعلیم اور اس سلسلہ کے آداب وتمیز اپنے جگر پاروں اور ملک وملت کے نونہالوں کو یقینی طور پر سکھائیں، خواہ یہ احکام وآداب اوامر سے متعلق ہوں یا نواہی سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے سلسلہ میں روایت ہے کہ اس آیت کا منشا یہ ہے کہ یہ ہے کہ بچوں کو خیر کی تعلیم دی جائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ان کی بھلی بات کا حکم دیا جائے اور بُری باتوں سے روکا جائے:

رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ فِیْ قَوْلِهٖ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ قَالَ عَلِّمُوْا أَنْفُسَکُمْ وَأَهْلِیْکُمُ الْخَیْرَ. ❷

آیت ''قُوْا أَنْفُسَکُمْ إلخ'' کے سلسلہ میں حضرت علی فرماتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو تعلیم دو اور ان کو آداب سکھاؤ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے:

تُعَلِّمُهُمْ وَتَأْمُرُهُمْ وَتَنْهَاهُمْ. ❸

ان کی تعلیم کا نظم کرو اور انہیں بھلی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے منع کرو۔

دینی تعلیم اور شرعی آداب

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ ان اقوال کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

❶ بیان القرآن: سورہ تحریم آیت نمبر ۶ کے تحت، ج ۲ ص ۵۶۲

❷ أحکام القرآن للجصاص: سورہ تحریم آیت نمبر ۶ کے تحت، ج ۵ ص ۳۶۴

❸ أحکام القرآن للجصاص: سورہ تحریم آیت نمبر ۶ کے تحت، ج ۵ ص ۳۶۴

وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ عَلَيْنَا تَعْلِيمَ أَوْلَادِنَا وَأَهْلِيْنَا الدِّيْنَ وَالْخَيْرَ وَمَا لَا يُسْتَغْنٰى عَنْهُ مِنَ الْآدَابِ وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. ❶

یہ آیت اس بات کو بتاتی ہے کہ ہم لوگوں پر اپنی اولاد کی اور گھر والوں کی دینی تعلیم کا فریضہ عائد ہوتا ہے اوران آدابِ شرعی اور اچھی باتوں کا بھی جن سے چارہ کارنہیں، اور یہ ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے گھر والوں کونماز کا حکم دواوراس پرخود بھی جمے رہو۔

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اس قدر بات کھل کر سامنے آگئی کہ اولاد کی تعلیم وتربیت والدین اور دوسرے رشتہ داروں پر جووالدین کی جگہ لیں ضروری ہے کہ خواہ یہ تعلیم وتربیت عقائد سے متعلق ہو یا اخلاق ومعاملات سے اور یا پھراس کا تعلق تدبیرِ منزل سے ہو یا شہری اور ملکی فرائض سے۔

اسلام ہراچھی چیز کی تعلیم دیتا ہے

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ اسلام ایک معمولی ادب سے لے کر جہانبانی تک کے قوانین کی اپنی پیروکوتعلیم دیتا ہے اوراسی شدومد سے دیتا ہے جودینے کا حق ہے، حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ بعض مشرکین استہزاء کہنے لگے کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تواستنجاء تک کی تعلیم فرماتے ہیں نا؟

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر برجستہ جواب دیا:

أَجَلْ أَمَرَنَا أَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا. ❷

ہاں! آپ کا ہمیں ارشاد ہے کہ استنجاء میں قبلہ کی طرف رُخ نہ کریں اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں۔

---

❶ أحكام القرآن للجصاص: سورہ تحریم آیت نمبر ۶ کے تحت، ج ۵ ص ۳۶۴ ❷ سنن ابن ماجه: كتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالحجارة، ج ۱ ص ۱۱۵، رقم الحديث: ۳۱۶

کہنا یہ ہے کہ اسلام جب ان معمولی چیزوں کو اتنی اہمیت دیتا ہے اور ان سے صَرفِ نظر نہیں کرتا تو ان دوسری چیزوں سے غفلت کب جائز قرار دے گا جو بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

والدین کی طرف سے اولاد کو بہترین عطیہ

اتنی بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ بچے کا پہلا مکتب ماں کی محبت بھری گود ہے، اور باپ کا اس بچپنے میں پیار، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اسلام اس زریں زمانہ کو نظر انداز کر دیتا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ. ❶

باپ اپنی اولاد کو حسن ادب سے بڑھ کر کوئی اور چیز عطا نہیں کرتا۔

اچھی تعلیم و تربیت سے بڑھ کر واقعتاً بچہ کے حق میں کوئی اور چیز ہے بھی نہیں، اسی حسنِ ادب سے اس کی زندگی بنتی اور سنورتی ہے، اور اسی میں ذرا سی غفلت سے اس کا مستقبل تاریک بنتا ہے، لہٰذا والدین کا فرض منصبی ہے کہ وہ ایک لمحہ بھی اس طرف سے غافل نہ ہوں۔

بچہ کا حق والدین پر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ أَنْ يُحْسِنَ اِسْمَهُ وَيُحْسِنَ أَدَبَهُ. ❷

❶ سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء في أدب الولد، ج۴ ص ۳۳۸، رقم الحديث: ۱۹۵۲

❷ یہ روایت موضوع ہے، مصنف نے اس روایت کو علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۰ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے، دیکھئے: ←

اولاد کا اپنے باپ پر یہ حق ہے کہ وہ ان کا اچھا نام رکھے اور بہترین ادب سکھائے۔
اچھے نام کے سلسلہ میں پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ نام کے اثرات بھی ہوتے ہیں

← أحكام القرآن: سورة التحريم آیت نمبر۶ کے تحت، ج ۳ ص ۶۲۴

علامہ جصاص رحمہ اللہ نے اس روایت کو سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس روایت کی سند میں راوی ہیں ''جبارة بن المغلس الحمانی'' علامہ یحیی بن معین رحمہ اللہ اس راوی کے متعلق فرماتے ہیں ''کذاب'' امام ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''یوضع له الحديث فيرويه ولا يدرى'' امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''حديث مضطرب'' امام ذہبی رحمہ اللہ ''ومن مناكيره'' کے تحت اس راوی کی موضوع روایات بھی نقل کی ہیں۔

میزان الاعتدال: ترجمة: جبارة بن المغلس، ج ۱ ص ۳۸۷

اس روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے بھی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس روایت کی سند میں ''محمد بن فضل بن عطیہ'' ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَمُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ ضَعِيفٌ بِمَرَّةٍ، لَا تَفْرَحُ بِمَا يَنْفَرِدُ بِهِ.

شعب الإيمان: حقوق الأولاد، ج ۱۱ ص ۱۳۲، رقم الحديث: ۸۲۹۱

اس راوی کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''حديثه حديث أهل الكذب'' امام یحیی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''لا يكتب حديثه'' وقال غير واحد ''متروك'' رماه ابن أبي شيبة بالكذب، وقال الفلاس: كذاب'' امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الفضل بن عطية الخراسانی ثقة وابنه محمد لم يكن بثقة، كذاب.

میزان الاعتدال: ترجمة: محمد بن الفضل بن عطية، ج ۴ ص ۶

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۱ھ) اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

وقضية تصرف المصنف أن مخرجه البيهقي خرجه ساكتا عليه والأمر بخلافه بل قال محمد الفضل بن عطية أحد رواته ضعيف بمرة لا يحتج بما انفرد به انتهى وقال الذهبي: محمد هذا تركوه واتهمه بعضهم أي بالوضع وفيه أيضا محمد بن عيسى المدائنی قال فی الضعفاء : قال الدارقطني: ضعيف متروك وقيل كان مغفلا. ←

اور اسے بھی انسانی زندگی کے سنوارنے میں بڑا دخل ہوتا ہے، رہا اچھا ادب یہ وہ چیز ہے جس کی اہمیت سے اس دَور میں کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔

تعلیم کے سلسلہ میں باپ کی تخصیص اور اس کی وجہ

ماں کے بجائے حدیث میں باپ کا نام اس لئے لیا گیا ہے کہ یہ گھر کا نگراں ہوتا ہے اور بچہ کی ماں ازراہِ محبت حکمراں اور زن وشو کی زندگی میں قرآن پاک نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے، اور اس زندگی کی صدارت مرد کی سپرد کی ہے۔

پھر ماں اپنی غایت محبت میں حال پر تو نظر رکھے گی مگر مستقبل پر اس کی نگاہ اس طرح مرکوز نہیں رہ سکتی جس طرح باپ کی، اس لئے ذمہ داری کے سارے کام باپ کے حصہ میں دیئے گئے ہیں، یوں ماں بھی ذمہ دار ہے، اور اسے بھی اس سلسلہ میں معاف نہیں کیا جاسکتا ہے، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. (۱)

تم میں تمام کے تمام نگران ہیں اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیر نگرانی رہنے والوں) کے سلسلہ میں سوال ہوگا۔

ماں پر تعلیم اولاد کی ذمہ داری

جس طرح نگراں کا فریضہ ہے کہ اپنے ماتحتوں کی حمایت کرے، ان کے مصالح اور

← فیض القدیر: ج۳ ص ۳۹۴، رقم الحدیث: ۶۴۷۷

علامہ البانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے بھی اس روایت کو موضوع نقل کیا ہے، دیکھئے تفصیلاً:

سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: ج ۱ ص ۳۵۷، رقم: ۱۹۹ / ضعيف الجامع الصغير وزيادته: ج ۱ ص ۴۰۳، رقم: ۲۷۳۱

(۱) صحيح البخاري: كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، ج ۲ ص ۵، رقم الحديث: ۸۹۳

فوائد پر نظر رکھے، اسی طرح اس کا فریضہ یہ بھی ہے کہ تعلیم وتربیت کا انتظام کرے، پھر ماں بھی بچہ کی نگراں ہے، لہٰذا اگر اخلاقی تربیت میں اس کی طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی تو اس سے بھی بازپُرس کی جائے گی، اور باپ پر ماں اور بچہ دونوں کی ذمہ داری ہے:

وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. ❶

مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ونگراں ہے اوران لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اور ماں کی متعلق ارشادِ نبوی ہے:

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا. ❷

اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کی محافظ ونگران ہے اور اس سے ان زیر نگرانی رہنے والوں کے بارے میں بازپُرس ہوگی۔

اس فرمانِ نبوی میں کس تیقن کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ مرد پورے گھر کا نگران ہے کہ ہر ایک کی اس کے مرتبہ کے موافق دیکھ بھال رکھے، جہاں اس کی تاکید ہے کہ بیوی اور بچے کے نان نفقہ میں کوتاہی نہ کرے وہیں اس حدیث میں اس کا بھی حکم ہے بیوی اور بچے کے دینی حالت کی بھی خبر گیری رکھے، نماز روزہ اور دوسرے فرائض واجبات کی تاکید کرے۔

ٹھیک اسی طرح عورت جہاں بیوی ہونے کی حیثیت سے گھر کی وزارتِ داخلہ کی تکیل تھامے ہوئے ہے وہاں اس پر بچوں کی ماں اور وزیر داخلہ ہونے کی حیثیت سے یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ بچوں کی دینی، علمی اور اخلاقی سدھار کی جدوجہد کرے اور جیسے بن پڑے ان میں دینی جذبات کی نشوونما کا فریضہ انجام دے۔

عبادت ومعاشرت کی تعلیم کا حکم

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایہ میں والدین کو ان کی ذمہ داری کی

❶ صحیح البخاری: کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ج ۲ ص ۵، رقم الحدیث: ۸۹۳ ❷ صحیح البخاری: کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ج ۲ ص ۵، رقم الحدیث: ۸۹۳

طرف توجہ دلائی ہے کہ اور بالخصوص اولاد کی دینی لائن پر تعلیم و تربیت کی تاکید فرمائی ہے:

مُـرُوا أَوْلَادَكُـمْ بِـالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. ❶

تم اپنے بچے اور بچیوں کو نماز کا حکم دو، جس وقت ان کی عمر سات سال کی ہو جائے اور جب یہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں سُستی کرنے پر ان کو مارو اور نیز ان کے بستر الگ الگ کردو۔

اس حدیث میں کس وضاحت کے ساتھ والدین کے لئے حکم نبوی ہے کہ جب ان کے بچے اور بچیاں سات سال کے ہو جائیں تو ان کا فریضہ ہے کہ ان بچے اور بچیوں کو نماز کی طرف راغب کریں اور بتدریج نماز کا عادی اور شائق بنا ڈالیں، تاکہ آج کی یہ خوشگوار عادت زندگی کے اخیر لمحہ تک ان کو دینی شغف سے وابستہ رکھ سکے۔

تربیت میں اعتدال

عموماً بچے اس سات سال کی عمر میں اس لائق ہو جاتے ہیں کہ وہ نماز کی نقل کر سکتے ہیں، اور تھوڑا بہت اپنے والدین کی باتوں کا مفہوم سمجھنے لگتے ہیں، شعور کے سب سے ابتدائی دَور ہی میں حکم دیا گیا کہ نماز کی تاکید کی جائے جو عبادات میں عظیم الشان اور عمومی حیثیت رکھتی ہے اور دس سال کی عمر کے بعد ترکِ نماز پر تنبیہ کا حکم ہے، مگر ایسی تنبیہ ہرگز نہ اختیار کی جائے جو بچوں کو دین کے اس اہم رکن سے باغی بنا ڈالے اور ہمیشہ کے لئے وہ اس سے متنفر ہو جائیں۔

ہمارے اس دور میں اعتدال عنقا ہے، بعض کا مزاج تو ایسا ہے کہ وہ لڑکوں کو باپ کا درجہ دیدیتے ہیں، اور اس کی بدتمیزی پر خوش ہوتے ہیں، یا ضرورت سے زیادہ ڈھیل

❶ سنن أبی داود: کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة، ج ۱ ص ۱۳۳، رقم الحدیث: ۴۹۵

دیدیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے عادات وخصائل بگڑ جاتے ہیں، اور بعض والدین کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ جلاّد بن کر بچوں پر سوار رہتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں ہی طریقے غلط ہیں اور افراط وتفریط میں داخل ہیں۔

اعتدال کی راہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اختیار فرمائی کہ نہ جلاد بنے اور نہ ایسے کہ بچوں کی طرف سے بالکل بے پرواہ ہو، بلکہ ایسی تعلیم دی کہ جہاں بچے سن کر شعور کو پہنچتے تھے دین اور احکام دین پر نثار ہونے لگتے تھے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی جانیں چھڑکنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو اس کا بھی حکم فرمایا ہے کہ دس سال کی عمر کے بعد ان کے بستر علیحدہ کردو تاکہ آگے چل کر نفسیاتی طور پر ان کے اخلاق کو گھن نہ لگنے پائے، اس حصہ کی پوری تشریح میں نے اپنے رسالہ ''نسل کشی'' میں کی ہے۔ ❶

حسن ادب کی ذمہ داری والدین پر ہے

یہاں اس حدیث کو پیش کر کے ہمیں بتانا یہ ہے کہ والدین کو اسلام نے اولاد کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار بنایا ہے، ان کی عبادات واخلاق کا بھی اور پاکیزہ معاشرت کا بھی۔

ترمذی میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ. ❷

آدمی کا اپنی اولاد کو شریعت کے مطابق آدابِ شرعی کی تعلیم دلانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

اس حدیث میں والدین کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کو آدابِ

❶ مصنف کا یہ رسالہ ہندوستان میں ''نسل کشی'' کے نام سے چھپا ہے اور پاکستان میں ''غیر فطری عمل'' کے نام سے شائع ہوا ہے، مذکور بحث اس رسالے کے صفحہ نمبر ۶۳ تا ۶۸ میں موجود ہے۔ ❷ سنن الترمذی: أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی أدب الولد، ج۴ ص۳۳۷، رقم الحديث: 1951

شرعیہ سکھائیں، تاکہ ان کی آئندہ زندگی دینی اعتبار سے بھی خوشگوار ثابت ہو اور دنیاوی اعتبار سے بھی، یہ ادب سکھانا دونوں طرح ہونا چاہئے، قول سے بھی اور عمل سے بھی، اس لئے کہ کسی چیز کا پورا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب کہنے والا خود بھی ان اخلاقی محاسن کا پیکر ہو، اور بچے اپنی آنکھوں سے رات دن عمل پیرا دیکھ رہے ہوں۔

حسن ادب سے مراد آدابِ شرعی ہیں

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں آداب سے شرعی آداب ہی مراد ہیں اور خود عقل بھی یہی کہتی ہے:

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّأْدِيبِ هُنَا تَعْلِيمُ الْآدَابِ الشَّرْعِيَّةِ، وَهَذَا الْمَعْنَى مُسْتَفَادٌ مِنَ الْأَدِلَّةِ الْقُرْآنِيَّةِ وَالْحَدِيثِيَّةِ. ❶

بلا شبہ اس حدیث نبوی میں تادیب سے مراد آداب شرعیہ ہیں، اور یہ معنی دلائلِ قرآن وحدیث کے ادلہ کے مطابق ہیں۔

ترکِ تادیب باعثِ عقاب ہے

صاحب مرقاۃ نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہ بچوں کے ادب دینے کو مالی صدقہ ❷ سے بہتر کیوں کہا گیا، لکھا ہے:

وَإِنَّمَا يَكُونُ خَيْرًا لَهُ لِأَنَّ الْأَوَّلَ وَاقِعٌ فِي مَحَلِّهِ لَا مَحَالَةَ بِخِلَافِ الثَّانِي فَإِنَّهُ تَحْتَ الْاِحْتِمَالِ، أَوْ لِأَنَّ الْأَوَّلَ إِفَادَةٌ عِلْمِيَّةٌ حَالِيَّةٌ، وَالثَّانِي عَمَلِيَّةٌ مَالِيَّةٌ،

❶ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ج۸ ص۳۱۱۷، رقم الحديث: ۴۹۷۶

❷ صدقات کے فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت منقول ہیں، دنیاوی اعتبار سے بھی اور دینی اعتبار سے بھی، یہاں ایک جملہ میں آپ نے تادیب کی اہمیت اُجاگر فرمادی کہ وہ سارے فضائل جو صدقات کے سلسلہ میں تم کو معلوم ہیں علم وادب کا درجہ ان سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ظفیر الدین

أَوْ لِأَنَّ أَثَرَ الثَّانِی سَرِیْعُ الْفَنَاءِ،وَنَتِیجَةَ الْأَوَّلِ طَوِیلَةُ الْبَقَاءِ،أَوْ لِأَنَّ الرَّجُلَ بِتَرْکِ الْأَوَّلِ قَدْ یُعَاقَبُ،وَبِتَرْکِ الثَّانِی لَمْ یُعَاقَبْ،وَأَمْثَالُ ذٰلِکَ. ❶

آداب شرعیہ کی تعلیم بچوں کے لئے اس لئے بہتر قرار دی گئی کہ یہ اپنے محل میں یقیناً واقع ہے، اور صدقہ میں صرف احتمال ہے یقین نہیں، یا اس وجہ سے کہ پہلی صورت فوری افادہ علمی کی ہے اور دوسری صورت عملی مالی کی، یا اس وجہ سے کہ علم وادب کا اثر تادیر باقی رہنے والا اور صدقہ کا جلد ختم ہو جانے والا، یا اس بنیاد پر کہ تعلیم وتربیت کے ترک پر سزا ہوگی اور ترکِ صدقہ پر سزا نہیں ہے، اور اسی طرح کے فرق اور ہیں۔

تربیت کو بقاء

ماحصل یہ ہے کہ مالی صدقات سے بدر جہا بہتر یہ ہے کہ اولاد کی صحیح تربیت کی جائے کہ یہ چیز پائیدار اور نتیجہ خیز ہے، کسی کی بھی زندگی سنوار دینا ایسا ہے کہ اس نے اس کی ایک نسل کو سنوار دیا ہے، اور اپنی اولاد کی تربیت کا کیا کہنا کہ اس کی شرعاً ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوتی ہے، اور بقول ملا علی قاری رحمہ اللہ یہ ایسا کارنامہ ہے جسے دوام وبقاء حاصل ہے، اور اس میں قطعاً شبہ نہیں کہ اگر صدقہ نافلہ ہے تو اس کا ترک کوئی جرم نہیں، لیکن اگر اولاد کی دینی تعلیم وتربیت سے غفلت برتی تو اللہ تعالی کے عذاب سے بچنا مشکل ہے۔

شخصِ واحد کی ہدایت ساری دنیا سے بہتر ہے

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَأَنْ یَهْدِیَ اللهُ عَلَى یَدَیْکَ رَجُلًا خَیْرٌ لَکَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ وَغَرَبَتْ. ❷

---

❶ مرقاة المفاتيح: كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ج۸ ص۳۱۱۷، رقم الحديث: ۴۹۷۶ ❷ المعجم الكبير: ج۱ ص۳۱۵، رقم الحديث: ۹۳۰

اللہ تعالی تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت سے نواز دیں تو یہ چیز بلا شبہ تمہارے لئے ساری کائنات سے بہتر ہے۔

دینی تعلیم وتربیت کی فضیلت کا اندازہ لگایا جائے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کی دینی تربیت وتعلیم کو پوری کائنات پر ترجیح دیتے ہیں، کیا اس کے بعد بھی دینی تعلیم وتربیت کا انکار جائز ہوگا۔

جب ایک غیر شخص کی دینی تعلیم وتربیت کی یہ اہمیت بیان کی گئی ہے تو اندازہ لگائیں کہ اپنے لختِ جگر کی تعلیم وتربیت کتاب وسنت کی روشنی میں کس قدر اہم ہوگی، جس کی تعلیم وتربیت کا والدین کو مکلّف بھی بنایا گیا ہے، اور عقلاً بھی ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

یہ یاد رکھا جائے کہ والدین نے اگر دینی تربیت سے اس طرح غفلت برتی کہ ان کے بچے دین اور دینی احکام سے دور جا پڑیں تو یہ ان کے لئے بے حد شرم کی بات ہوگی اور یہ ایسی چیز ہوگی کہ کتاب وسنت کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس جرم میں سب سے پہلے والدین ہی گرفتار ہوں گے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ''قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ'' کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِعْمَلُوا بِطَاعَةِ اللَّهِ، وَاتَّقُوا مَعَاصِي اللَّهِ، وَمُرُوا أَهْلِيكُمْ بِالذِّكْرِ يُنْجِيكُمُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ. ❶

تم اللہ کی اطاعت پر عمل پیرا رہو اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے رہو، اور اپنے اہل وعیال کو ذکر اللہ کا حکم دو کہ یہ چیز تمہارے لئے دوزخ سے نجات کا ذریعہ ثابت ہو۔

❶ تفسير الطبرى: سورة التحريم آیت نمبر۶ کے تحت، ج۲۳ ص ۱۰۴ / تفسير ابن كثير: ج۸ ص ۱۸۸ / فتح القدير للشوكانى: ج۵ ص ۳۰۳

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام والدین کی نجات کے لئے بال بچوں کی دینی تعلیم کو بھی ضروری سمجھتے تھے، جہاں خود اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچنا ضروری ہے وہاں بال بچوں کو بچانا بھی ضروری ہے، اس کی شکل یہی ہے کہ ان کو دین کی تعلیم دی جائے اور ان کے ذہنوں اور دلوں میں دین کو راسخ و پیوست کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا:

أَدِّبُوا أَهْلِيكُمْ. ❶

اپنے بال بچوں کو علم وادب سکھاؤ۔

والدین کے اخلاقی اثرات

ماں باپ کو بچے کے عادات وخصائل اور مکارم اخلاق میں بڑا دخل ہے، اگر یہ اچھے ہوں گے ان کے اخلاق وشمائل بہتر ہوں گے، اور دین ودینی احکام پر شیفتہ ہوں گے، تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بچہ جوان کے نطفہ سے تیار ہوا ہے اور انہی کی گود میں پل کر جوان ہوا ہے ان خوبیوں میں سے بقدرِ ظرف حصہ حاصل نہ کر سکے، کم وبیش کی بات نہیں متاثر ہونے کی بات ہے۔

پھر ان کی اچھی تعلیم وتربیت کو بھی دخل ہے، جس طرح کسان اپنی محنت ومشقت سے اپنی کھیتی سرسبز وشاداب بناتا ہے اور حسبِ منشا اس سے متمتع ہوتا ہے، ماں باپ بھی جدوجہد کر کے اپنے بچوں کو پروان چڑھا سکتے ہیں اور دین ودنیا کے لائق بنا سکتے ہیں۔

دین اور آخرت سے غفلت

یہ عجیب بات ہے کہ دنیا کی فکر تو ہر ایک کو ہوتی ہے لیکن دین جو اصل اور بنیاد ہے اس سے اکثر مسلمان غافل ہیں، یہ تو مسلمان چاہتا ہے کہ اس کا لڑکا قارون وفرعون بن جائے

❶ تفسير الطبري: سورة التحريم آیت نمبر ۶ کے تحت، ج۲۳ ص ۱۰۴ / تفسير ابن كثير: ج۸ ص ۱۸۸ / فتح القدير للشوكاني: ج۵ ص ۳۰۳

یعنی دولت واقتدار کا مالک بن جائے، مگر اس کے دل میں یہ خواہش نہیں ہوتی کہ اسی کے ساتھ ہماری اولاد مسلمان بن جائے اور ہر شعبہ زندگی میں اپنی مسلمانیت اُجاگر رکھے، انہیں کتاب وسنت سے شغف ہو، اطاعتِ خداوندی کا ذوق ہو اور فرائض کی ادائیگی کا جذبہ ان کے دلوں میں کروٹیں لے رہا ہو، پھر ان میں اونچے درجے کا اخلاق ہو، یہ صداقت کے مجسمے ہوں، اور ان کے معاملات پاکیزہ ہوں، جھوٹ وفریب اور لغویات سے انہیں نفرت ہو، آخرت کا عقیدہ ان کے دل میں اس طرح جاگزیں ہو کہ بند کمرے میں جب وہ کسی سے رشوت قبول کرنے کا ارادہ کریں تو خدا کا خوف ان کو جھنجھوڑ دے، رات کی تاریکی میں جب نفس دھوکا دینا چاہے تو یہ محسوس کریں کہ پروردگارِ عالم انہیں دیکھ رہا ہے، اور جب کبھی اور جہاں کہیں باطل کی طاقت انہیں دین سے منحرف کرنے کی کوشش کرے تو ان کا یقین انہیں بیدار کردے۔

کتاب وسنت کی تعلیم

موصوف نے درست لکھا ہے:

يُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ إِذَا عَقَلَ وَمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ وَآدَابِ الدِّيْنِ. ❶

اپنے بچہ کو کتاب اللہ کی تعلیم دلائے، اور ان فرائض وسنن کی بھی جن کی ضرورت ہو اور ساتھ ہی آدابِ دین سے آراستہ کرے۔

دین سے بے خبری کا عالم

مسلمان جس کی بنیادی کتاب قرآن مجید ہے اور جس پر اس کا ایمان ہے، حد یہ ہے کہ اسے اس کی طرف سے بھی اس زمانہ میں توجہ نہیں رہی، جہاں بچہ بولنے لگا اسے پاٹ شالہ اور پرائمری اسکول میں بٹھا دیتے ہیں، جہاں وہ غیر اللہ کے نام رَٹتا ہے، دیوی

❶ شرح شرعة الإسلام: ص ۴۵۹

دیوتاؤں کے لغو قصے اور کہانیاں پڑھتا ہے، ❶ وہ پرائمری اسکول سے لے کر یونیورسٹی کی آخری ڈگری تک حاصل کر لیتا ہے، مگر کہیں اسے بتایا نہیں جاتا کہ مسلمان کسے کہتے ہیں، کن چیزوں پر عمل کرنے سے انسان مسلمان بنتا ہے، اسلام کی بنیادی عقائد کیا ہے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ساری کائنات کو روشنی عطا کی کون تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کارنامے انجام دیئے؟ آپ نے جس دین کی طرف بلایا وہ آخری دین کس قدر حاوی اور تمام ادیان کا مصلح ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ مسلمان بچے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد بھی نہیں جانتے ❷ کہ

❶ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر میں ان مسموم ادبی کتابوں اور رسالوں کو نوخیز بچوں اور نوجوانوں کے سمِ قاتل قرار دیتا ہوں جو حشراتی کیڑوں کی طرح آج آسمان وزمین سے ہر ہر گھر میں برس رہے ہیں، بچوں سے آگے بڑھ کر بچیوں تک کی تباہی وبربادی میں بے پناہ طوفانوں کا کام کر رہے ہیں، نسلیں برباد ہو رہی ہیں اور گھرانے اجڑ رہے ہیں، مگر اس شکل میں کہ ان کاغذی سانپوں اور بچھوؤں سے ماں باپ بہ خوشی اپنے بچوں کو ڈسا رہے ہیں۔ حکومت مدد کر رہی ہے، قوم کے لیڈر ایجوکیشن سیویلزیشن اور خدا جانے کن کن مشنوں سے زہر کے یہ پیالے قوم کے نونہالوں کو بلیغ تقریروں اور فصیح اسپیچوں کے ذریعے پلا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تباہی کے اس طوفان کے انسداد کے سارے وسائل ختم ہو چکے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ''مَا قَدَرَ اللّٰہُ فَسَوْفَ یَکُوْنُ، وَإِذَا أَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْءً ا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ (الرعد: ۱۱)''

دار العلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن: ص ۵۴

❷ جدید تعلیم یافتہ حضرات میں سے کسی صاحب نے بغیر استاد کے خود قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہی، قرآن مجید کھولا، پہلی سورت جس پر نظر پڑی اس کی ابتداء ''الٓـرٰ'' سے ہوئی تھی، عربی خط میں یہ کچھ اس طرح لکھا ہوا تھا کہ تعلیم یافتہ صاحب نے اس کو ''آلو'' پڑھا، غالباً اس پر مسرور ہوئے ہوں گے کہ ہماری دینی کتاب نباتاتی حقائق سے لبریز ہے، کھولنے کے ساتھ ہی کھانے کی ایک چیز سامنے آگئی، ←

اسلام جس نظام حیات کی تعلیم دیتا ہے وہ اپنی جامعیت وکاملیت کے اعتبار سے کیسا ہے؟ اس کا اقتصادی اور معاشی نظام کس قدر بہتر ہے؟ اور ساری کائناتِ انسانی میں مساوات کس طرح اسپرٹ پیدا کرتا ہے؟ جس میں مکر وفریب اور لوٹ کھسوٹ کی کہیں سے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

موجودہ نظام حکمرانی کے مقابلہ میں وہ اسلامی نظام حکومت کی ہمہ گیری اور اس کے محاسن کا کبھی مطالعہ نہیں کرتا ہے اور نہ کبھی اس کا دھیان ہی اس طرف جاتا ہے، یہ اور اس طرح کی بیسیوں خامیوں کا وہ مُرقع ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ظاہر تو اس کا مسلمان ہوتا ہے مگر باطن میں دین راسخ نہیں ہوتا۔

مسلمان کی بسم اللہ دینی تعلیم سے ہے

یہ ساری خرابیاں اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ بچپن کا زمانہ جو اچھی باتوں کے قبول کرنے کا بہترین زمانہ ہوتا ہے، والدین اس میں ان کو مذہبی تعلیم اور دینی ماحول سے محروم رکھتے ہیں، حالانکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان کی بسم اللہ مذہبی تعلیم سے ہو، آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت سے نوازا گیا تو سب سے پہلے کیا حکم دیا گیا؟ ارشاد ہوا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. (العلق: ۱ تا ۵)

آپ اس رب کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا سارے انسانوں کو خون بستہ سے، آپ پڑھئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو، ان چیزوں کی

← آگے خیال کرلیا ہوگا کہ اسی آلو کے بونے، کاشت کرنے، پکانے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہوگی، افسوس ہوا ہوگا کہ ملاؤں نے اس بہترین کتاب کو صرف خشک دین اور جنت ودوزخ کے تذکروں کی یادداشت بنا کر چھوڑ دیا ہے۔

تدوینِ حدیث: ص ۲۰۹

تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

گویا اس دین قیم کی ابتداء ہی پڑھنے سے ہوئی ہے، حدیث میں آیا ہے کہ اولاً تو آپ نے گھبرا کر فرمایا ''مَا أَنَا بِقَارِئٍ'' (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) حضرت جبرئیل امین نے تین بار زور زور سے دبایا اور چھوڑا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے لگے۔ ❶

کتاب وسنت کے اس واقعہ میں جہاں اور رموز ونکات ہیں ❷ وہاں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ بچہ کا مربی پہلے اسے ایسی تعلیم دلائے جس کا تعلق خدا اور اس کے احکام سے ہو، اگر شروع میں بچہ اس سے گھبرائے تو محبت وشفقت سے اسے اس پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ پھر جی لگا کر دین حاصل کرے اور جب تک بچہ دین سے بقدرِ ضرورت واقف نہ ہو جائے دوسرا قدم ہرگز نہ اٹھایا جائے۔

جہاں اس آیت سے جبری تعلیم کا حکم معلوم ہوتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہبی ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ابتداء کا حکم خود یہ اس کی دلیل ہے، پھر ان آیتوں میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ بھی مذہبی تعلیم ہی سے متعلق ہے۔

---

❶صحیح البخاری: کتاب الإیمان، باب بدء الوحی، ج ۱ ص۷، رقم الحدیث: ۳

❷ان کی تفصیل کے لئے دیکھئے: ''عمدة القاری: ج ۱ ص ۴۷/ فتح الباری: ج ۱ ص ۲۲، ۲۳/ فیض الباری: ج ۱ ص ۲۲/ إرشاد الساری: ج ۱ ص ۶۱/ الروض الأنف للسهیلی: ج ۱ ص ۱۵۳/ أعلام السنن للخطابی: ج ۱ ص ۱۲۸/ شرح صحیح البخاری للکرمانی: ج ۱ ص ۳۲/ الکاشف عن الحقائق للطیبی: کتاب الفضائل والشمائل، باب المبعث وبدء الوحی: ج ۱۱ ص ۴۶/ شرح صحیح مسلم للنووی: کتاب الإیمان، باب بدء الوحی إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم، ج ۱ ص ۸۹/ إمداد الباری: ج۳ ص ۷۲/ مرقاة المفاتیح: ج ۱۱ ص ۱۰۸/ إیضاح البخاری: ج ۱ ص ۷۶/ ''تقریر بخاری شریف از شیخ الحدیث رحمہ اللہ: ج ۱ ص ۸۳/ فضل الباری: ج ۱ ص ۱۶۶/ انوار الباری: ج ۱ ص ۴۹/ سیرة المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم): ج ۱ ص ۱۴۰/ ''حاشیة السندی علی صحیح البخاری: ج ۱ ص ۱۱، ۱۲''

کتاب اللہ کی تعلیم اور اس کے فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف پیرائے میں ذہن نشین فرمایا ہے کہ کتاب اللہ کی تعلیم دی جائے، ارشاد ہوا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ. ❶

تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پاک سیکھے اور سکھائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ. ❷

قرآن میں مہارت رکھنے والا نیکوکار معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

ایک دفعہ ترغیب کے انداز میں ارشاد ہوا کہ دو شخص قابلِ رشک ہیں، ایک وہ جسے قرآن کی دولت حاصل ہوا اور وہ دن رات کے اکثر حصوں میں (جب اُسے اطمینان کا موقع ملے) پڑھتا رہے، اور دوسرا وہ جسے دنیا کی دولت حصہ میں آئی اور اُسے بے دریغ نیک مقاصد میں خرچ کرے۔ ❸

قرآن پڑھنے والے مسلمان کی مثال

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے والے مؤمن کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَّةِ، رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا

❶ صحیح البخاری: کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه، ج٦ ص١٩٢، رقم الحدیث: ٥٠٢٧ ❷ صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الماهر فی القرآن، ج١ ص٥٤٩، رقم الحدیث: ٧٩٨ ❸ صحیح البخاری: کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، ج٦ ص١٩١، رقم الحدیث: ٥٠٢٥

طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِى لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ. ❶

جومسلمان قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال نارنگی جیسی ہے کہ اس کی بو بھی خوشگوار اور پاکیزہ ہے اور مزہ بھی، اور جو مسلمان قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ وہ خوشبو سے محروم ہے گو مزہ اس کا شیریں ہے۔

یہاں قرآن کے فضائل بیان کرنا مقصد نہیں بلکہ اشارہ کرنا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے اور سیکھنے سکھانے کی مختلف پیرائے میں کس طرح ترغیب وتاکید فرمائی ہے، اور عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اسی مرکزی کتاب سے وہ غافل ہیں، نہ خود پڑھتے ہیں اور نہ اپنی اولاد کو پڑھانے کی سعی کرتے ہیں۔

اس قدر علم دین حاصل کرنا جس سے عقائد وفرائض کے متعلق معلومات حاصل ہوں ہر مسلمان پر فرض ہے، اور اسی طرح دین سے متعلق دوسرے ان احکام کا جاننا بھی ضروری ہے جن کی آئے دن زندگی میں ضرورت ہوتی رہتی ہے۔

علم کی فضیلت عبادت پر

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عابد وعالم کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ. ❷

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی فضیلت مجھے تم میں سے ادنی پر حاصل ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اس عالم کے لئے جو دین حاصل کرتا ہے اور پھر اس کی اشاعت کرتا ہے، اللہ جلّ مجدہٗ، فرشتے اور تمام آسمان اور زمین والے دعائے خیر کرتے ہیں، حتی کہ

❶صحیح البخاری: کتاب الأطعمة، باب ذکر الطعام، ج۷ص۷۷، رقم الحدیث:۵۴۲۷ ❷سنن الترمذی: أبواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، ج۵ص۴۸، رقم الحدیث:۲۶۸۵

چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی کے اندر بھی دعا میں مصروف ہوتی ہیں۔ ❶

جس علم شرعی کے اس قدر فضائل زبانِ نبوی سے ادا ہوئے ہیں اس سے اپنی اولاد کو محروم رکھنا ان پر سب سے بڑا ظلم ہے، اور صرف ظلم ہی نہیں بلکہ دونوں جہاں کی ایک بڑی عظیم نعمت سے محروم رکھنا بھی ہے۔

دنیاوی علوم سے پہلے دینی علوم

آپ اپنی اولاد کو دنیاوی علوم ضرور پڑھایئے مگر اس وقت جبکہ وہ بقدرِ ضرورت دین اور احکام دین سے واقف ہوجائے تاکہ آندھی کا جھونکا اُسے جہاں چاہے اُڑا کر پھینک نہ ڈالے، اور جب کبھی غیر مذہب کی طرف سے اُن پر خاموش حملہ ہو تو وہ پسپا نہ ہونے پائے، اگر آپ نے اتنا بھی نہ کیا تو یاد رکھئے کہ آپ نے اپنی اولاد ضائع کردی، کہیں ایسا نہ ہو کہ راہِ راست کو چھوڑ کر آپ کی اولاد اس راستہ پر پڑ جائے جو بُت پرستی اور الحاد و دہریت کی راہ ہے۔

آزاد ہندوستان کے مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ مذہبی تعلیم کی طرف توجہ دینا ضروری ہے، اس لئے کہ یہاں حکومت کی طرف سے دینی اور اسلامی تعلیم کا قطعاً کوئی اہتمام نہیں ہے، اور جو نصاب ہے وہ انسان کو صداقت سے بہت دور کردینے والا ہے، اگر آئندہ نسل کو مسلمان باقی رکھنا ہے تو پھر اپنی اولاد کے لئے بطور خود دینی تعلیم کا انتظام ضرور کیجئے۔

نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا چودہ سو سال سے فضا میں گونج رہی ہے اور ساری دنیا کو خدا پرستی کی دعوت دے رہی ہے، بڑا حادثہ ہوگا اگر خود اس پیغمبر اسلام کے نام لیواؤں میں دین اور تبلیغ کی طرف سے موت طاری ہوجائے۔

❶ سنن الترمذی: أبواب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة، ج٥ ص٤٨، رقم الحدیث: ٢٦٨٥

حلال وپاک غذا

والدین پر ایک حق یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کو حلال غذا کما کر کھلائے، حرام کمائی سے خود بھی پرہیز کرے اور بچوں کو بھی پرہیز کرائے تاکہ اس کی نشو ونما پاکیزہ ہو، اور اس میں اولو العزمی کے جذبات پرورش پائیں:

وَمِنْ حَقِّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدَيْنِ أَنْ لَّا يَرْزُقَهُ إِلَّا حَلَالًا طَيِّبًا. ❶

اولاد کا حق والدین پر یہ بھی ہے کہ وہ انہیں صرف رزقِ حلال کھلائیں۔

قرآن پاک اور احادیث میں بکثرت رزقِ حلال وپاک کی تاکید کی گئی ہے، اور کوئی شبہ نہیں کہ اس کے بڑے اثرات ہوتے ہیں، کاش مسلمان ان چیزوں کی اہمیت محسوس کریں، اور اپنی اولاد کی پرورش میں ان اُمور کا لحاظ رکھیں۔

اولاد اور اُسوہ انبیائے کرام علیہم السلام

انسان کی دلی تمنا

یہ کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں ہے کہ انسان کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے، پہلے درجہ میں تو اس کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اولاد کی نعمت سے بہرہ ور کیا جائے تاکہ ان سے وہ اپنی دلی آرزو کی تسکین اور فطری تقاضہ کی آسودگی کا سامان فراہم کر سکے، اور اس حال میں دنیا سے اٹھے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے جانشین اور جگر گوشوں کے دورِ باغ وبہار کو دیکھ چکا ہو۔

دوسرے درجہ میں ہر شخص اپنے ظرف اور ذوق کے مطابق بچوں کی تربیت کا متمنی ہوتا ہے، اور ہر پہلو سے علم وعمل کے اعتبار سے بھی اور اخلاق ومعاملات کے راستہ سے بھی، قدرتی طور پر ہر باپ اپنی اولاد کو دنیا میں بھی خوش وخرم اور باعزت دیکھنا چاہتا ہے اور آخرت میں بھی اپنے عقیدہ کے مطابق اس کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوتا ہے۔

---

❶ شرح شرعة الإسلام: ص ۴۵۹

اولاد کے لئے آخرت کی فکر

مسلمان کا دینی ذوق اگر مُردہ نہیں ہوا ہے تو فطری طور پر اس کی بھی دلی خواہش یہی ہونی چاہئے کہ اس کی اولاد پہلے مضبوط عقائد وایمان کی علم بردار ہو، اور اسلامی ذہنیت کی حامل، پھر دنیاوی زندگی میں بہرنوع قابلِ فخر بنے اور لائق تحسین وستائش، اس لئے کہ اس کے سامنے کتاب وسنت ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی۔

قرآن پاک کا جب ہم گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو صاف طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ رب العالمین ہم مسلمانوں سے اسی انبیائی ذوق کا مطالعہ کراتے ہیں جن کے تذکرہ سے قرآن مجید لبریز ہے، کون نہیں جانتا ہے کہ کتاب اللہ میں انبیائے کرام کے قِصص وواقعات کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ہم ان سے اپنے لئے سبق حاصل کریں اور اسے اپنی زندگی میں اسوہ بنائیں۔

اُسوہ انبیاء اور اولاد کی دینی ترقی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی نہج سے قرآن میں نہ آگیا ہو، اولاد کے سلسلہ میں آپ پر جو کیفیت طاری ہوئی، پھر اپنی اولاد کے لئے آپ نے جو دعائیں کیں وہ بڑی تفصیل سے قرآن پاک میں موجود ہیں، اللہ تعالی نے جب ابتلاء اور آزمائش کے بعد یہ بشارت سنائی:

إِنِّيُ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ إِمَامًا. (البقرة: ۱۲۴)

میں تم کو لوگوں کا مقتدا بناؤں گا۔

تو ابراہیم علیہ السلام نے بے ساختہ درخواست کی:

قَالَ وَمِنُ ذُرِّيَّتِيُ. (البقرة: ۱۲۴)

آپ نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کو نبوت سے نوازیئے۔

یعنی الٰہ العالمین میرے ساتھ میری اولاد کو بھی اس نعمت سے نوازنا اور انہیں فراموش

نہ کرنا، چنانچہ رب العالمین نے مشروط طور پر آپ کی یہ دعا قبول کرلی، اور اعلان کر دیا:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ. (البقرۃ: ۱۲۴)

ارشاد ہوا میرا یہ عہدِ نبوت خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا۔

اولاد کے اطاعت گزار بنانے کے لئے دعا

پھر حضرت ابراہیم اور آپ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام جس وقت مل کر خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے، تو اس قبولیت کی ساعت میں جہاں آپ نے اپنے لئے دعا کی اپنی اولاد کو بھی فراموش نہیں فرمایا اور الحاح وزاری کے ساتھ درخواست پیش کی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ. (البقرۃ: ۱۲۸)

رب العالمین! ہمیں اپنا اور زیادہ فرمانبردار بنالے اور میری اولاد میں سے ایک جماعت کو مطیع بنا۔

دیکھ رہے ہیں باپ کا جذبہ اپنی اولاد کے لئے، ان کو کسی منزل میں فراموش نہیں کرتے، یہاں بھی دعا کر رہے ہیں کہ انہیں اپنا ایسا مطیع ومنقاد اور اطاعت گزار وفرمانبردار بنا کہ یہ تیری رضا پر اپنے آپ کو نثار کرتے رہیں، اور تیرے نام پر اپنی ساری کائنات نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہ کریں، بلکہ ان کا اندرونی جذبہ یہ ہو کہ سب کچھ لُٹا کر حسرت سے کہیں:

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اولاد کو تاکید

غور کریں ادھر تو پروردگار عالم سے یہ دعا اور مناجات ہے، اور اولاد کے اصلاحِ حال اور مراتب ودرجات کی التجائیں ہیں، ادھر اولاد کو پورے درد دل اور محبت وپیار سے تاکید فرماتے ہیں:

يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. (البقرۃ: ۱۳۲)

میرے جگر گوشو! اللہ تعالی نے تمہارے لئے اس دین کو منتخب فرما دیا سو تم سوائے اسلام کے اور کسی حالت پر جان نہ دینا۔

میرے بیٹو! اللہ تعالی نے اس دین اسلام واطاعتِ حق کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے، سو تم مرتے وقت تک اس کو مت چھوڑنا، اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر ہرگز جان نہ دینا۔ ❶

مسلمانوں کے لئے اُسوہ حسنہ

یہ ایک ایسے باپ کا دلی جذبہ ہے اپنی اولاد کی خیر خواہی کے لئے جو اپنے وقت کا سب سے بڑا برگزیدہ انسان اور خدا کا سب سے زیادہ پیارا ہے اور ساتھ ہی جہان کے لئے نبی کی حیثیت رکھتا ہے، کیا اس واقعہ میں ان مسلمانوں کے لئے اولاد کی مذہبی تعلیم کے سلسلہ میں کوئی درس نہیں ہے جن کا پیارا لقب ''مسلمان'' اسی خدا کو لاڈلے رسول کا عطا کردہ ہے، ''هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ'' (الحج:۷۸)

اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ان باپوں کو سوچنا چاہئے جو اپنی اولاد کو مذہبی تعلیم سے محروم رکھتے ہیں کہ کل وہ خداوندِ قدوس کو کیا جواب دیں گے؟ کیا یہ دینی جرم نہیں ہے کہ نہ اپنی اولاد کے لئے دینی تعلیم کا بطور خود انتظام کرتے ہیں اور نہ خدا کے آگے گڑگڑا کر ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی انہیں اس کی توفیق عطا کریں۔

ماحول کے اثرات اور دین پر ثابت قدمی کی دعا

دنیا کے مسلمان کان کھول کر سن لیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کی مذہبی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں کس قدر جدوجہد فرما رہے ہیں، ماحول کا کس دل پر من حیث الانسان ہونے کے اثر نہیں پڑتا اور کون مؤمن اس ماحول میں گھٹن محسوس نہیں کرتا ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام تو برگزیدہ نبی ہیں، اور اپنے گردو پیش ظلمت وضلالت اور بُت گری وبُت

❶ بیان القرآن: سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۳۲ کے تحت، ج ا ص ۸۱

پرستی دیکھ دیکھ کر گھبرا چکے ہیں، اس لئے اگر آپ مختلف پہلو سے اپنی اولاد کے لئے دعا کرتے ہیں تو حیرت نہیں کرنی چاہئے، دعا کے لئے بڑی گنجائش ہے، التجاء کرتے ہیں:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ. (إبراهيم: ٣٦)

ابراہیم نے درخواست کی رب العالمین! اس شہر کو امن والا بنا دیجئے، اور خود مجھے اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے بچائے رکھئے، اے پروردگار! ان بتوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

جہاں امن وامان کی دعا کرتے ہیں وہاں اس کی بھی دعا کرتے ہیں کہ ہمارے بچے کفر وشرک کے اس ایمان کش ماحول سے متأثر نہ ہوں۔

اولاد کے رزقِ حلال اور امن وامان کی فکر

اس آیت سے معلوم ہوا کہ والدین کو ماحول سے ہرگز غافل نہ رہنا چاہئے، اور اگر کفر وشرک کا ماحول ہو تو جس طرح بن پڑے اس سے اپنے بچوں کو محفوظ کرنے کی جدوجہد کرنی چاہئے، خواہ دعا سے ہو یا دوا سے، انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، محبت وپیار سے ہو یا سختی اور جدوجہد سے۔

پابندِ نماز ہونے کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں ان کی دنیاوی زندگی کے لئے امن وامان، رزقِ حلال اور دوسری چیز کے لئے دعا کی ہے وہاں یہ بھی درخواست کی ہے:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ. (إبراهيم: ٤٠)

اے میرے رب! مجھ کو بھی نماز کا اہتمام کرنے والا رکھئے اور میری اولاد کو بھی، پروردگار عالم! میری دعا قبول فرمالے۔

دنیاوی امن وامان کی دعا

کیا اس کے بعد بھی سنجیدہ مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی کہ موجودہ ماحول میں بال بچوں کی دینی تربیت اور مذہبی تعلیم بے حد ضروری ہے اور اسلام عقائد و معاملات سے ان کو آشنا بنانا والدین کا اولین فرض ہے، ایک طرف دعا اور جدوجہد کے ذریعہ ان کو اس بت پرستی اور خدا ناترسی ماحول سے بچانا ہے اور دوسری طرف ان کو مذہبی رنگ میں رنگنا ہے، اور ساتھ ہی حلال رزق اور پاکیزہ زندگی کا سامان بھی کرنا ہے تاکہ کسی پہلو سے آئندہ ان کی اولاد احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دعا کی تھی:

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىٓ إِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ. (البقرة: ۳۷)

پس آپ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردیجئے، اور ان کے کھانے کے لئے پھل عطا فرمائیے تاکہ یہ لوگ شکر کریں۔

ماحصل یہ تھا کہ رب العالمین! آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردیجئے کہ یہاں آکر رہیں تاکہ آبادی پُر رونق ہوجائے، اور چونکہ یہاں زراعت وغیرہ نہیں ہے اس لئے ان کو اپنی قدرت سے پھل کھانے کو دیجئے، تاکہ یہ لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ ❶

ام مریم کی اولاد کے حق میں دعا

حضرت مریم کی والدہ ❷ نے ان کی پیدائش پر بارگاہِ الٰہ میں ان کی اور ان کی اولاد کے لئے التجا کی تھی کہ انہیں شیطانی فتنے اور وسوسہ سے امن عطا کیا جائے:

---

❶ بیان القرآن: سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۷ کے تحت، ج ۱ ص ۳۰۲

❷ حضرت مریم کی والدہ کا نام ''حنہ بنت فاقوذ'' ہے۔

الإتقان فی علوم القرآن: النوع السبعون فی المبهمات، ج ۴ ص ۹۷ / مقحمات الأقران فی مبهمات القرآن للسیوطی: ص ۶۱

وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

(آل عمران: ۳۶)

میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔

یہ بھی اولاد اور اولاد کی اولاد کے ساتھ غایت محبت اور خیر خواہی کا نتیجہ تھا کہ جوں ہی بچی وجود کی دولت سے نوازی گئی ماں کا ہاتھ دعا کے لئے اُٹھ گیا کہ خداوند قدوس! اس بچی اور اس کی ہونے والی اولاد کو شیطان کے تصرف سے محفوظ رکھنا، چنانچہ یہ ان کی دعا مقبول ہوئی۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ شیطان ہر بچے کو ولادت کے وقت چھیڑتا ہے، اور اس کے چھیڑنے سے بچہ چیختا ہے، بجز حضرت مریم کے اور آپ کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کی چھیڑ چھاڑ سے اپنی حفاظت میں رکھا۔ (۱)

اور اس طرح ان کی والدہ کی دعا ان کے حق میں رحمت بن کر محافظ بن گئی۔

درسِ خیر خواہی

اس قرآنی آیت میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولاد کی خیر خواہی ماں باپ کا منصبی فرض ہے کہ ان کو دنیا سے پہلے اپنی اولاد کے لئے دین کی فکر کرنی چاہئے، جو اصل زندگی ہے اور جس پر زندگی کا دار و مدار ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو شیطانی حملوں سے بچانا اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلانا ان لوگوں کا فرض ہے جو قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس کتابِ مقدس کو اپنا راہنما جانتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ انسان کے دشمنوں کی ایک جماعت ظاہر

(۱) صحیح البخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالی: واذکر فی الکتاب مریم، ج۴ ص ۱۶۴، رقم الحدیث: ۳۴۳۱/ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی علیه السلام، ج۴ ص ۱۸۳۸، رقم الحدیث: ۲۳۶۶

ہوتی ہے اور ایک جماعت نگاہوں سے اوجھل، اور دونوں ہی اپنے اپنے طور پر حملہ آور ہوتی ہیں، والدین کا فرض ہے کہ ان دونوں حملوں سے حفاظت کا اہتمام کریں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں تفصیل سے منقول ہے کہ آپ اخیر عمر کو پہنچ گئے اور کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ کی اہلیہ بھی بانجھ تھیں، گویا ظاہری اسباب نے کوئی امید باقی نہیں رکھی تھی، لیکن اولاد کی ضرورت نے چین نہیں لینے دیا، اور دعا کی:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ. (آل عمران: ۳۸)

اس موقعہ پر حضرت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، اے میرے رب! خاص اپنے پاس سے مجھے کوئی اچھی اولاد دیجئے، بے شک آپ بہت دعا سننے والے ہیں۔

اولاد سے مقصود

اور مقصد کا اظہار اس طرح ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا.

(مریم: ۵، ۶)

سو آپ خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث بنا دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے، اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے پروردگار! پسندیدہ بنا دے۔

یعنی ایسا لڑکا عطا کیا جائے جو علوم اور تبلیغِ دین میں میرا وارث قرار پائے، اور ساتھ ہی وہ میرے جدّ امجد حضرت یعقوب علیہ السلام کے خاندان کے علوم متوارثہ میں ان کا وارث اور صحیح جانشین بن سکے اور اپنے پاکیزہ اعمال واخلاق کی وجہ سے پسندیدہ اور مقبولِ بارگاہ ہو، یعنی عالم بھی ہو اور عامل بھی۔

رب العزت نے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کے گھر حضرت

یحییٰ علیہ السلام کو پیدا کیا، اور ان تمام صفات اور خوبیوں کا جامع بنایا جن کی دعا کی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِیًّا وَبَرًّا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا. (مریم: ۱۲، ۱۳، ۱۴)

اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقتِ قلب اور پاکیزگی عطا فرمائی تھی اور وہ اپنے والدین کے خدمت گزار تھے، سرکشی اور نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔

اُسوہ پیغمبری اولاد کی تربیت میں

قرآن کا یہ واقعہ بھی ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہم اپنی اولاد کے لئے نیک تمنائیں رکھیں، اور جب اللہ تعالیٰ اس دولت سے نوازیں تو ان کی تعلیم و تربیت کا فریضہ پیغمبری اسوہ کے مطابق انجام دیں، ان کی دنیا کے فکر کے ساتھ دین کی فکر سے بھی غافل نہ ہوں، بلکہ اوّلین مقصد ان کی پیدائش کا اطاعتِ خداوندی اور اشاعتِ دین قرار دیں، اگر ایک طرف وہ زمین پر عزت و عظمت کے مینار ثابت ہوں تو دوسری طرف آسمانِ خدمتِ دینِ مبین پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں۔

جو لوگ ان جذبات سے خالی ہوتے ہیں وہ یقین کرلیں کہ انہوں نے اس روح کو نہیں سمجھا جو اولاد کی پیدائش اور ان کی نشو ونما میں مضمر ہے، اور اس سلسلہ میں ان سے جو قرآن پاک کا مطالبہ ہے۔

بچوں کی آخرت اور والدین

یہ مسلّم ہے کہ فطری طور پر باپ کو اپنی اولاد سے بے انتہا محبت ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا قرار ہوتے ہیں، لیکن انبیائے کرام کا اسوہ بتاتا ہے کہ اسی انداز سے والدین کے دل میں بچوں کی آخرت سنوارنے کا بے پناہ جذبہ بھی ہونا چاہئے۔

قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے لختِ جگر کا واقعہ جس انداز میں مذکور ہے اس میں بھی ہمارے لئے عبرت وبصیرت کے بہت سارے سامان یکجا فراہم ہیں، آپ نے ساڑھے نو سو برس اپنی قوم میں تبلیغ کے فرائض انجام دیئے، مگر بجز چند گنے چنے افراد کے ساری قوم اپنے آبائی کفر وسرکشی پر جمی رہی، عاجز آکر آپ نے دعا کی:

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا. (نوح: ۲۶)

اے میرے رب! روئے زمین پر کافروں میں سے کوئی بھی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اور پھر جڑ سے ختم کردینے کی جو درخواست پیش کی تھی اس کی وجہ بیان فرمائی:

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا. (نوح: ۲۷)

بلاشبہ اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اور بدکار ونافرمان اولاد کے سوا اور کچھ اضافہ نہ کریں گے۔

دعائے نوح اور طوفان

گویا قوم اپنی سرکشی اور گمراہی کی اس منزل پر پہنچ چکی تھی کہ کفر وشرک ان کی رگ رگ میں رَس بَس چکا تھا، اور ان سے کسی توقع کی کوئی کرن بظاہر باقی نہ تھی، چنانچہ طوفانِ نوح کا فیصلہ سنایا گیا، کشتی تیار ہوئی اور توالد وتناسل کی حفاظت کے لئے مؤمنین کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے جانور بھی لاد دیئے گئے جن کی زندگی پانی کے بجائے خشکی سے متعلق ہے۔

پسرِ نوح کو باپ کی نصیحت

حضرت نوح علیہ السلام کا لختِ جگر اب تک کافروں کے گروہ سے متعلق تھا، (۱) اس

(۱) ''پسرِ نوح بابداں بنشست'' حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا برے لوگوں کے ساتھ مجالست اختیار کرتا تھا۔ (گلستانِ سعدی: ص۲۴) ''صحبتِ طالح ترا طالح کند'' برے آدمی کی صحبت ومجالست برا بنا دیتی ہے۔ (مثنوی رومی: ج۱ص۱۰۶/ معارفِ مثنوی: ص۴۲۰) اس بیٹے کا نام کنعان تھا۔ (الإتقان: ص۷۷۰/ مقحمات الأقران: ص۱۱۸)

آخری وقت میں جب آپ کی آنکھیں وقت سے پہلے کافروں کی بربادی کا منظر دیکھ رہی تھیں، بیٹے کو آخری دفعہ پکارا، اور اندازِ دعوت میں فطری محبت وشفقت کے وہ سارے جذبات گھول دیئے جو ایک باپ کے دل میں اپنے جگر گوشہ کے لئے ہوتے ہیں:

وَنَادٰی نُوۡحُ ابۡنَهٗ وَ کَانَ فِیۡ مَعۡزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارۡکَبۡ مَّعَنَا وَ لَا تَکُنۡ مَّعَ الۡکٰفِرِیۡنَ. (هود: ۴۲)

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو۔ ❶

بیٹے کی ضد

مگر بیٹے کا دل اب تک ان ہی سرکشیوں سے لبریز تھا جو ایک کافر کا شیوہ ہوتا ہے، اور اسی ناتجربہ کاری اور فریبِ نفس سے آلودہ جو ایک ناخدا ترس فرد کا حصہ ہے، باپ کی اس محبت بھری دعوت کا جواب دیا:

سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ. (هود: ۴۳)

میں بھی کسی پہاڑ کی پناہ لوں گا جو مجھ کو پانی سے بچالے گا۔

باپ کا درد وسوز

مگر پدری محبت نے حضرت نوح علیہ السلام کو چین نہیں لینے دیا، پیار بھرے انداز میں فرمایا اور پورے درد وگداز سے سمجھایا:

قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ. (هود: ۴۳)

❶ سورہ ہود ۴۲، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ''یُبُنَیَّ'' (صیغہ تصغیر) سے اپنی طرف متوجہ کیا، اس موقع پر صیغہ تصغیر کا استعمال برائے شفقت ورحمت تھا، کلام عرب میں صیغہ تصغیر دیگر معانی ومفاہیم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، دیکھئے: ''فقه اللغة وسر العربية للثعالبي: فصل في التصغير، ص ۳۵۸''

نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں، مگر وہ جس پر وہی رحم کرے۔

بیٹے کا کفر وشرک اور یہ انجام باپ سے نہ دیکھا گیا، چنانچہ جب وہ پانی کی موجوں میں گھر چکا تھا اور قریب تھا کہ آخری سانس لے، آپ نے پھر ایک مرتبہ اللہ کی جناب میں درخواست کی، چونکہ بیٹے کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے اس لئے توفیقِ ایزدی کے طالب ہوئے:

وَنَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَھۡلِیۡ وَاِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ. (ھود: ۴۵)

نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے رب! میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔

دعا و درخواست

یعنی گو یہ سرِ دست ایمان والا اور مستحقِ نجات ہے لیکن آپ احکم الحاکمین اور بڑی قدرت والے ہیں، اگر آپ چاہیں تو ان کو مؤمن بنا سکتے ہیں، لہذا اس کو مؤمن بنا دیں تا کہ یہ بھی اس وعدہ حقہ کا محل بن جائے۔ ❶

لیکن رب العالمین کا فیصلہ اٹل تھا اور پسرِ نوح کے لئے ازل ہی میں طے ہو چکا تھا کہ وہ کفر پر جان دے گا، اس لئے حضرتِ نوح علیہ السلام سے ارشاد ہوا:

قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ فَلَا تَسۡأَلۡنِ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ. (ھود: ۴۶)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نوح! یہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے، یہ تباہ کار ہے، سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کر جس کی تم کو خبر نہیں۔

---

❶ بیان القرآن: سورہ ہود آیت نمبر ۴۵ کے تحت، ج ا ص ۲۱۶

یعنی اے نوح! یہ شخص ہمارے علم ازلی میں تمہارے ان گھر والوں میں نہیں ہے جو ایمان لاکر نجات پائیں گے یعنی ان کی قسمت میں ایمان نہیں ہے بلکہ یہ خاتمہ تک تباہ کار یعنی کافر رہنے والا ہے، سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔ ❶

اُسوہ نوح علیہ السلام

اس واقعہ کو پڑھیں اور سوچیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کس طرح زندگی کے آخری سانس تک بیٹے کی ہدایت کے لئے کوشاں رہے اور کس طرح اللہ تعالی کے دربار میں درخواست کی، یہ الگ بات ہے کہ اس کی قسمت میں ایمان نہ تھا، اور بالآخر اس نے کفر پر جان دی مگر اپنی طرف سے نہ اس کو سمجھانے میں کمی کی اور نہ رب العالمین سے دعا کرنے میں۔

اس قرآنی اور انبیائی واقعہ میں ایک مسلمان باپ کے لئے ایک عظیم عبرت ہے کہ اولاد کے سلسلہ میں جو فرائض عائد ہوتے ہیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرے اور اپنی جدوجہد اور امکان بھر ہرگز بچوں کی مذہبی تعلیم میں کوتاہی کو دخل نہ دے اور ان کی آخرت کی طرف سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔

بڑے نادان ہیں وہ باپ جو اپنے فرائض سے کوتاہی کرتے ہیں اور دنیا کے لئے سب کچھ کرتے ہیں لیکن اولاد کی مذہبی تعلیم اور خدا پرستی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، خواہ وہ جنت میں جائیں یا جہنم میں۔

صالحین کی دعا اولاد کے حق میں

اللہ تعالی نے سورہ احقاف میں جہاں اپنے نیک اور اطاعت گزار بندوں کا تذکرہ کیا ہے وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ اپنے خالق و مالک کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد سے بھی غافل نہیں ہوتے، بلکہ والدین اور اولاد کے لئے خصوصی دعا کرتے ہیں، ارشادِ ربانی ہے:

❶ بیان القرآن: سورہ ہود آیت نمبر ۴۵ کے تحت، ج ۱ ص ۲۱۶

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (الأحقاف: ۱۵)

کہتے ہیں اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں، اور یہ کہ ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند کرے، اور میری اولاد کو نیک بنا، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور فرمانبرداروں میں ہوں۔

گویا بتانا یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور فرمانبردار بندے ہوتے ہیں وہ اپنی اولاد کی دینی اور مذہبی خیر خواہی کو بھی فراموش نہیں کرتے بلکہ ان کے لئے دعا گو رہتے ہیں اور ایسے مخلصین کی دعا قبول بھی کی جاتی ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ''وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ'' کے سلسلہ میں لکھا ہے:

أَیِ: اجْعَلْ ذُرِّیَّتِی صَالِحِینَ رَاسِخِینَ فِی الصَّلَاحِ مُتَمَکِّنِینَ مِنْهُ. ❶

یعنی میری اولاد کو ایسا نکوکار بنا کہ نیکی ان میں راسخ ہو چکی ہو اور وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

گو یہ آیت اُتری تھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے مگر حکم اور اندازِ بیان عام ہے، اور عام نیک لوگوں کا شیوہ بتایا گیا ہے کہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات، والدین اور اولاد پھر حقوق اللہ و حقوق العباد میں کسی حق سے بھی چشم پوشی نہیں کرتے ہیں، بلکہ ہر ایک کے حق کی ادائیگی میں کوشاں ہوتے ہیں، اور اس کے لئے دربارِ ایزدی میں مناجات بھی کرتے ہیں اور جدوجہد بھی۔

مذہبی تعلیم کی اہمیت

اس آیت میں بھی مسلمانوں کو ضمناً سبق دیا گیا ہے کہ جہاں وہ دوسرے حقوق کی

❶ فتح القدیر للشوکانی: سورة الأحقاف آیت نمبر ۱۵ کے تحت، ج ۵ ص ۲۲

ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے اولاد کے حقوق سے بھی انہیں غافل نہ ہونا چاہئے، اوران کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالی سے صلاح وفلاحِ اُخروی کی دلی دعا کی جائے اور اپنی کدوکاوش کی حد تک تربیت میں ہرگز تغافل کو راہ نہ دے اور ساتھ ہی اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ ان کی مذہبی تعلیم وتربیت، عقائد واعمال کی پاکیزگی اور اخلاق ومعاملات کی صفائی بنیادی چیزیں ہیں اوراس کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔

مذہبی تعلیم وتربیت جس کی طرف سے غفلت عام ہے افسوس ہے مسلمانوں نے اس کی اہمیت پر کبھی غور نہیں کیا اور شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ ساری دنیا میں مسلمان رُسوا اور ذلیل ہورہا ہے، اورعزت وعظمت کا جو خستہ ونا کارہ تاج ان کے سروں پر تھا وہ بھی چھین لیا گیا۔

ایک مسلمان باپ کا فریضہ

ایک مسلمان باپ کا فریضہ ہے کہ اس مسئلہ پر وہ ٹھنڈے دل سے غور کرے اور سوچے کہ جس دین پر ہمارا ایمان ہے وہ اوّل دن سے تعلیم وتربیت اورتزکیہ نفس کی تعلیم دیتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ باسعادت کی دعا کی تھی تو ساتھ ہی آپ کے لئے ان اوصاف سے متصف ہونے کی بھی دعا کی تھی کہ امت کو قرآن پاک پڑھ کر سنائیں، کتاب وسنت کی تعلیم دیں، حکمت ودانائی سے امت کو روشناس کرائیں اور ساتھ ہی ان کے قلوب کا تزکیہ کریں، دعا کے الفاظ یہ ہیں:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (البقرة: ۱۲۹)

اے میرے رب! اوران لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر مقرر فرما، جوان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں اوران کو آسمانی کتاب اوراس کے احکام کی تعلیم دیا کریں اوران کے باطن کو پاک کریں، بلاشبہ آپ غالب اورحکمتوں والے ہیں۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اوصاف

اور آپ کی یہ دعا اسی انداز میں قبول بھی ہوئی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں مبعوث ہوئے تو ان تمام اوصاف کے جامع تھے جن کی دعا میں التجاء کی گئی تھی، خود اللہ جلّ مجدہ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (الجمعة: ۲)

وہی ذات ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا، جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور پاک کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور اس کے احکام کی تعلیم دیتے ہیں، اس سے پہلے یہ سب کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

تزکیہ قلب وتصفیہ باطن اور کتاب وسنت کی تعلیم اس دین کے قوام اور خمیر میں داخل ہے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دن سے اپنے اس فرضِ منصبی کو انجام دیا، چنانچہ دینی تعلیم وتربیت کے فضائل بکثرت کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

اسوہ نبی اور امت

پھر جو باپ اس دین سے اپنا تعلق جوڑتا ہے اس کے لئے کب زیبا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت میں ان بنیادی چیزوں کو نظر انداز کردے جو بعثتِ نبوی کی غرض وغایت میں بیان کی گئی ہے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو کتاب وسنت کی روشنی میں وہ مجرم ہے، اور اتنا بڑا مجرم کہ اس جرم عظیم کی معافی اس سے مشکل معلوم ہوتی ہے۔

اب تک اختصار کے ساتھ جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اتنی بات نکھر کر سامنے آگئی کہ مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت میں ''دین'' اور ''دینی تعلیم'' بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اور انبیائے کرام اور خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اُسے اس طرح مؤکد کردیا ہے کہ امت کا یہ فرض منصبی ہوگیا ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس طرف سے غفلت

نہ برتے، خواہ حالات بدتر ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

دین سے غفلت

ہمارے اس نازک ترین دور میں یہ وباء عام ہے کہ بچوں کے لئے دنیاوی برتری کے تو خواہشمند ہوتے ہیں لیکن ان کی دینی فلاح و بہبود کے لئے ہمارے دل میں کوئی تڑپ پیدا نہیں ہوتی، یہ ہمارے عقائد و اعمال کا اضمحلال ہے اور دین سے بے رغبتی کی کھلی ہوئی علامت، کاش! مسلمانوں کی یہ غفلت اور دین کی طرف سے ان کی یہ بڑھتی ہوئی بے توجہی ختم ہوتی اور ان میں پھر ایک مرتبہ صحابہ کرام کا سا جوشِ عمل اور ولولہ حیات کروٹ لیتا، اور ان پر جو دینی موت طاری ہوتی جارہی ہے ان میں اس کا احساس زندہ ہو جاتا تاکہ ان کی دینی شمعِ حیات الحاد و دہریت کے طوفان میں بھی اسی طرح روشن رہتی جس کا مطالبہ کیا گیا ہے اور انقلاباتِ زمانہ کا کوئی جھونکا اِسے بجھا نہ سکتا۔

اولاد کے حق میں دعا اور بددعا کی اہمیت

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ ہمارے گھروں میں دعا اور بددعا کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی ہے، حالانکہ اوپر قرآن پاک کی آیات جو مختلف انبیائے کرام سے متعلق پیش کی گئیں ان میں صراحت ہے کہ یہ تمام کے تمام اپنی اولاد کے لئے نیک دعائیں کیا کرتے تھے، اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ والدین اپنی اولاد کے لئے اچھی دعائیں کرتے، مگر ہمارے ملک میں کچھ اُلٹا سا رواج ہے کہ جاہل ماں باپ اپنے جگر کے ان ٹکڑوں کے لئے بددعا کرتے ہیں، اور وہ بھی صرف اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے، بالخصوص جاہل مائیں تو بات بات پر بددعا کرتی ہیں، اور ان ننھے منے بچوں کو جن کو ابھی نہ کوئی دنیاوی شعور ہوتا ہے اور نہ خود ان کی باتوں کو پورے طور پر سمجھنے کا سلیقہ، اور بددعائیں بھی کیسی کیسی کہ خدا کی پناہ، اگر وہ فوراً اسی وقت قبولِ بارگاہِ الٰہی ہو جائیں اور پڑ جائیں تو یہ جاہل مائیں بھی لرزہ براندام ہو جائیں، حالانکہ ایسا ہوتا ہے کہ

دیر سویر ان بچوں کو ماں باپ کی بددعائیں برباد کرڈالتی ہیں مگر اس کا احساس نہ والدین کو ہوتا ہے اور نہ بچوں کو۔

اولاد کے لئے بددعا کی ممانعت

حدیث میں اسی وجہ سے اولاد کے لئے بددعا کرنے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے، اور خود اپنے لئے بھی، اس لئے کہ خدانخواستہ اگر وہ وقت دعا کی اجابت کا ہوا تو پھر پوری زندگی تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ ❶

حدیث میں جریج کا واقعہ منقول ہے کہ وہ ایک زبردست عابد تھے، الگ تھلگ اپنی ایک عبادت گاہ بنا رکھی تھی جس میں دن رات خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے، ایک دن ان کی ماں ایسے وقت پہنچی جب یہ بیچارے نوافل میں مشغول تھے، ماں نے نام لے کر آواز دی، یہ آواز ان کے کان سے ٹکرائی بھی، اور انہوں نے جان بھی لیا کہ یہ میری والدہ محترمہ کی آواز ہے، مگر عبادت کی مشغولی کی وجہ سے خاموش رہ گئے، اور جی نہ چاہا کہ عبادت درمیان سے چھوڑ دی جائے، ان کی ماں نے دستور کے مطابق تین مرتبہ پکارا، جب جواب نہ ملا تو ان کی ماں کو غصہ آ گیا اور ان کی زبان سے یہ کلمات نکل گئے:

اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰی تُرِیَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ.

اے اللہ! جب تک یہ زنا کار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے اِسے موت نہ دے۔

ماں کی بددعا کا اثر ایک عابد بیٹے پر

یہ کہا اور واپس ہو گئیں، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ بددعا ان پر پڑ کر رہی، بنی اسرائیل

---

❶ لَا تَدْعُوا عَلَی أَنْفُسِکُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَی أَوْلَادِکُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَی أَمْوَالِکُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً یُسْأَلُ فِیهَا عَطَاءٌ، فَیَسْتَجِیبُ لَکُمْ.

صحیح مسلم: کتاب الزهد والرقاق، باب حدیث جابر وقصة أبی الیسر، ج ۴ ص ۲۳۰۴، رقم الحدیث: ۳۰۰۹

میں جریج کی عبادت وریاضت بے انتہا مشہور تھی، اور یہ خود بہت مقبول تھے، آخر ہوا یہ کہ اس زمانہ کی مشہور حسینہ ان کی آزمائش کے پیچھے پڑ گئی، مگر اللہ تعالی نے ان کو اس کے شر سے ہر طرح محفوظ رکھا۔

آخر کار اس حسینہ نے ایک چرواہے سے اپنا منہ کالا کیا، جو اسی گرجا کے زیر سایہ رہا کرتا تھا، اتفاق کی بات کہ اس فتنہ پرداز حسینہ کا حمل ٹھہر گیا، اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس بے گناہ عابد درویش کے سر الزام ڈالا۔

لوگوں کو معلوم ہوا تو پھر کیا کہنا، انہوں نے اس افواہ پر یقین کرلیا اور بغیر تحقیق سارے کے سارے اس غریب کے گرجا میں گھس آئے، جس قدر مار پیٹ سکتے تھے سب کیا اور آخر میں گرجا مسمار کردیا۔

اس درویش باخدا نے گھبرا کر لوگوں سے پوچھا، آخر ماجرا کیا ہے کہ تم سب پاگل بنے ہوئے ہو؟ ان سے بتایا گیا کہ فلاں زانیہ عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے اور وہ کہتی ہے کہ تمہارا ہے، انہوں نے پوچھا وہ بچہ جو پیدا ہوا کہاں ہے اُسے لے آؤ، وہ لینے گئے، یہ نماز کی نیت باندھ کر خدا کے آگے کھڑے ہوگئے، نماز پوری کر چکے تو دیکھا نوزائیدہ بچہ لایا جاچکا ہے جو ابھی چند دنوں کا تھا۔

جریج درویش نے بچہ کو مخاطب کرکے پوچھا اپنے باپ کا نام بتادے، اللہ تعالی کی قدرت کہ اسے فوراً گویائی عطا ہوئی، اور اس نے کہا فلاں نامی چرواہا، اس نوزائیدہ بچے کی یہ آواز سن کر سارا مجمع سکتہ میں آگیا، اور جریج کی اس کرامت سے بے حد متاثر ہوا، سبھوں نے معافی چاہی، اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اور اجازت چاہی کہ اس گرجا کو ہم سب مل کر سونے کا بنادیں، درویش نے کہا نہیں جیسا تھا ویسا ہی رہنے دو۔ (۱)

---

(۱) صحیح البخاری: کتاب المظالم والغصب، باب إذا هدم حائطا فليبن مثله، ج۳ ص۱۳۷، رقم الحديث: ۲۴۸۲/ صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلاة وغيرها، ج۴ ص۱۹۷۶، رقم الحديث: ۲۵۵۰

''الأدب المفرد'' میں یہ بھی ہے کہ زانیہ کا نام سن کر جریج مسکرا اُٹھے، اور بعد میں لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ یہ محترمہ ماں صاحبہ کی بددعا کا نتیجہ ہے اور کچھ نہیں۔ ❶

غور کیجئے کہ غصہ کی حالت میں ماں کی زبان سے جو بات نکل گئی تھی وہ ایسے عبادت گزار بیٹے پر بھی پڑ کر رہی، اور انہوں نے محسوس کیا کہ ماں کی بددعا نے اس انجام تک پہنچایا ہے۔

والدین کی بددعا مقبول ہے

پھر حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے:

ثَـلاثُ دَعَـوَاتٍ مُسْتَجَابَـاتٌ لَهُنَّ، لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ. ❷

تین دعائیں مقبول ہیں جن کی مقبولیت میں ذرا بھی شبہ نہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور ماں باپ کی بددعا اپنی اولاد کے لئے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے باوجود حیرت ہے ان ماں باپ پر جو معمولی معمولی بات پر اپنی اولاد کو کوستے اور بددعا دیتے ہیں اور ان کا مستقبل خود اپنے ہاتھوں تاریک بنا دیتے ہیں اور بعد میں ان کی اولاد دنیاوی یا دینی طور پر جب تباہ حال نظر آتی ہے تو آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ اور ماں کی بددعا

علامہ زمخشری رحمہ اللہ جن کی مشہور تفسیر کشاف اور دوسری تصنیفات ہیں، ان کے متعلق کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ ان کا پاؤں کٹا ہوا تھا اور جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ یہ کیسے ہوا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ماں کی بددعا کا نتیجہ ہے، واقعہ یہ پیش

❶ الأدب المفرد: باب دعوة الوالدين، ص ۲۶، رقم الحديث: ۳۳

❷ الأدب المفرد: باب دعوة الوالدين، ص ۲۶، رقم الحديث: ۳۲

آیا تھا کہ میں نے اپنے بچپن میں ایک گوریا (چھوٹی سی چڑیا) پکڑی اور اس کے پاؤں میں دھاگا باندھ دیا، اس کی وجہ سے اس ننھی منی چڑیا کا نازک پاؤں کٹ گیا، یہ دیکھ کر میری والدہ پر بے حد اثر ہوا، اور ان کی زبان سے نکل گیا کہ جس طرح تو نے اس غریب چڑیا کا پاؤں کاٹا ہے تیرا پاؤں بھی کاٹا جائے۔ ❶

اس طرح کے واقعہ سے جاہل اور ناسمجھ ماں باپ کو سبق لینا چاہئے اور اپنی بددعاؤں سے معصوم اولاد کو محفوظ رکھنا چاہئے، غصہ میں کوئی ایسی بات ہرگز زبان پر نہیں لانی چاہئے کہ وہ بیٹے اور اولاد کے حق میں تباہ کن یا رُسوا کن ثابت ہو۔

بچوں کو لعن طعن کا غلط رواج

یہ عجیب بات ہے کہ جن والدین کو کتاب وسنت میں اولاد کی تربیت کے لئے محبت اور پیار سے کام لینے کا حکم ہے وہی اس کی جرأت کرتے ہیں کہ اولاد کے لئے ذرا ذرا سی بات پر لعنت، ملامت اور بددعاؤں کی بوچھاڑ کرتے ہیں اور کلماتِ خیر کی جگہ اولاد کے لئے گالی گلوچ اور طعن وتشنیع کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، اور اپنی اولاد کو کتا، سُور اور گدھا کہہ کر پکارتے ہیں۔

اللہ تعالی ہم لوگوں کو معاف فرمائیں، اور اس جرم ناشائستہ سے بچائیں، اور ہماری اولاد کو نیک صالح بنائیں، اور دنیا اور دین دونوں اعتبار سے باعزت وعظمت رکھیں، اوران کی تعلیم وتربیت کا اچھا انتظام فرمادیں۔

تربیت سے غفلت کا نتیجہ

یہ ساری خرابیاں ہم لوگوں میں اسی وجہ سے ہیں کہ بچپن میں خود ہماری تربیت اچھی

❶ وفيات الأعيان: ترجمة: محمود بن عمر الزمخشري، ج۵ ص ۱۶۹، ۱۷۰ / معجم الأدباء: ترجمة: محمود بن عمر الزمخشري، ج۱۰ ص۱۱۷ / إنباه الرواة على أنباه النحاة: ج۳ ص۲۶۸

نہیں ہوئی، اگر عورتوں میں یہ عیوب پیدا ہیں تو اس کی وجہ بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم نے اپنی بچیوں کی تربیت کے وقت ان قواعد اور اصول کو پیش نظر نہیں رکھا تھا جن کی کتاب وسنت میں تعلیم دی گئی ہے، ماؤں کی جہالت اور پھوہڑپن کا یہ نتیجہ ہے کہ بچے اپنی زندگی کی بھاگ دوڑ میں ناکام اور نامراد نظر آتے ہیں۔

کاش! ہم بچوں کے ساتھ اپنی لاڈلی بچیوں کی تربیت میں بھی وہی سرگرمی دکھلائیں جس کی طرف ہماری شریعت نے رہبری کی ہے تو یقین کیجئے کہ پھر آج جو کچھ یہ بُرا ماحول ہمارے سامنے ہے باقی نہ رہے، اور ماحول میں وہی پاکیزگی پیدا ہو جائے جس کی ہم دلی طور پر مذہب کی روشنی میں کبھی کبھی تمنا کرتے ہیں۔

اولاد سے انس ومحبت

انبیائے کرام علیہم السلام کی اپنی اولاد سے محبت اور اُن کی اپنے بچوں کے لئے دعائیں جو پہلے قرآن پاک کی آیتوں سے ثابت ہوئیں ان سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ہم اپنے بچوں سے محبت وشفقت کا برتاؤ کریں، ان کی جدائی ہم پر شاق گزرے، اوران کے آرام وآسائش کی کسی فکر سے ہم بے فکر نہ ہوں۔

قرآن شریف نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت والفت کا جو نقشہ یوسف علیہ السلام کے سلسلہ میں کھینچا ہے اس سے بھی اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، یوں تو طبعًا انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا نورِ نظر اس کی آنکھوں سے غائب نہ ہو، بلکہ ہر وقت اس کے پہلو میں رہے تاکہ وہ اسے دیکھ دیکھ کر نہال ہو، اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرے، مگر اسی روئے زمین پر ہر زمانے میں کچھ ایسے سنگدل وبے مروت انسان بھی پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے جگر گوشوں کی شمعِ زندگی بجھانے میں تامل نہیں کیا ہے، اور اگر اولاد میں کہیں بچی پیدا ہوئی تو پھر ان میں وہ پرانی جاہلی عصبیت اُبھر آئی جو کفر وشرک نے ان کے دلوں میں راسخ کرڈالی تھی، اور جس کے نتیجہ میں بچیاں زندہ درگور کردی گئیں۔

اسلام محبت میں بھی اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے، جہاں وہ بچوں کی تربیت میں سختی، مار پیٹ کی اجازت دیتا ہے، وہاں وہ اُن سخت دلوں کی مذمت بھی کرتا ہے جو اپنے بچوں کو پیار نہیں کرتے اور جو رحم وکرم اور انس ومحبت کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔

اُمّ موسیٰ کی محبت اپنی اولاد سے

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اُس دور میں ہوئی جب فرعون مصر کی طرف سے بچوں کے قتلِ عام کا صرف حکم ہی نہیں تھا بلکہ تلاش کر کے بچے موت کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب العزت کو کام لینا تھا، اس لئے ان کی نشو ونما کا عجیب وغریب طریقہ اختیار کیا گیا۔

پروردگار عالم نے ام موسیٰ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ بچہ کو تابوت میں ڈال کر دریا میں بہا دیں، ادھر فرعون اولاد کی نعمت سے محروم تھا، اس کی بیوی کے دل میں بچے کی پرورش کا ذوق پیدا کر دیا، اس طرح ان کی پرورش اور زندگی کا سامان بہم پہنچایا گیا، اس کا جو نقشہ قرآن نے اپنے الفاظ میں کھینچا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْکَ مَرَّةً اُخْرٰیٓ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓی اُمِّکَ مَا يُوْحٰٓی اَنِ اقْذِفِيْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِی الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَيْنِیْ. (طه: ۳۷،۳۸، ۳۹)

اور احسان کیا ہم نے تجھ پر ایک بار، اور جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو جو آگے سناتے ہیں کہ ڈال ان کو صندوق میں، پھر ان کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو، پھر دریا ان کو کنارے تک لے آئے گا، اور ان کو ایسا شخص پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی، اور میں نے تمہارے چہرے کے اوپر اپنی طرف سے ایک خاص اثر محبت ڈال دیا تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔

محبت اولاد کی قدر افزائی

پھر ام موسی ❶ کا اپنے لختِ جگر کے فراق میں عجیب وغریب حال ہوا، قرآن نے اپنے الفاظ میں بتایا ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوسٰی فٰرِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. (القصص: ۱۰)

اورموسی کی والدہ کا دل بے قرار ہو چکا تھا، اگر ہم ان کا دل مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ موسی کا حال ظاہر کر دیتیں، اور مضبوطی یہ کی کہ وہ یقین کئے رہیں۔

ام موسی علیہ السلام کا یہ حال طبعی طور پر ہونا ہی چاہئے تھا، کیونکہ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ جس بچہ کی جان بخشی کے لئے یہ کاروائی عمل میں لائی گئی تھی آخر وہ فرعون کے لوگوں نے دریا سے نکال کر فرعون کی خدمت میں پہنچایا ہے جس کا گمان یہی ہوگا کہ وہ معصوم وبے گناہ مارہی ڈالا جائے گا، ایک قاتل سے کوئی اس کے سوا دوسری توقع کر بھی کیا سکتا ہے۔

اولاد کی کشمکش موت وحیات پر ماں کی ممتا کا حال

ماں کی ممتا اپنے جگر گوشہ کے لئے یونہی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے، لیکن ایسے وقت میں ممتا میں طغیانی آجاتی ہے اور ماں کی محبت کے سمندر میں تلاطم خیز موجیں اٹھنے لگتی ہیں، اس کا جام محبت بھر کر چھلکنے لگتا ہے اور صبر کا مضبوط سے مضبوط بند ٹوٹ جاتا ہے، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے محبت وشفقت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ان سارے بندوں کو خس

❶ حضرت موسی علیہ السلام کے والدہ کے نام کے بارے میں تین اقوال ہیں: ۱...... یحانذ بنت یصهر بن لاوی۔ ۲...... یاء وخا۔ ۳...... اباذخت۔ موسی علیہ السلام کی بہن کے نام کے بارے میں دو قول ہیں: ۱...... مریم۔ ۲...... کلثوم۔

الإتقان فی علوم القرآن: النوع السبعون فی المبهمات، ج۴ ص ۱۰۴ / مفحمات الأقران فی مبهمات القرآن، ص۱۵۷

وخاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے، جو والدین کے قرارِ دل کو جمانے کے لئے باندھا جاتا ہے۔

قرآن پاک نے اپنے اس چھوٹے سے جملے میں ماں کی مامتا کا جو حسین نقشہ کھینچا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، جگر گوشہ اور محبوب کی قربت دل کو سکون وطمانیت، مسرت وبہجت اور بے پناہ محبت سے لبریز رکھتا ہے، مگر جوں ہی اس طرح کے خوفناک موقع سے ماں کی مامتا آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہے پھر نہ پوچھئے اس کا کیا حال ہوتا ہے، الفاظ میں اسے ادا نہیں کیا جا سکتا، اس کی محبت کا قصر متزلزل ہو جاتا ہے، اور اس کے سکون کے محل میں شگاف پڑ جاتا ہے، اور اطمینانِ قلب کا حسین قلعہ زمین بوس ہو جاتا ہے۔

یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ماں کی محبت اپنی اولاد کے ساتھ جو ہوتی ہے وہ قابلِ مدح وستائش سمجھی جاتی ہے اور یہ انس ومحبت مطلوب ومقصود ہے مذموم اور قابلِ نفرت نہیں ہے۔

ایک پیغمبر کے دل میں اولاد کی محبت

اس طرح کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماں کو اپنے بچہ کے ساتھ ایسی ہی بے پناہ محبت ہونی چاہئے اور یہ تو ایک صنفِ نازک کی محبت ہے، لیکن پیغمبر کی ماں کی محبت وہ ہے جو آپ نے ملاحظہ فرمائی۔

ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت کا قرآن میں حال بیان کیا ہے، جب ان کا لختِ جگر یوسف علیہ السلام ان کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا گیا، ایک موقع سے آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے:

قَالَ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ. (یوسف: ۸۴)

کہنے لگے: ہائے یوسف۔

بیٹے کا غم

اور غم کا یہ حال تھا:

وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ. (یوسف: ۸۴)

اور افسوس و غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں اور گُھٹا کرتے تھے۔

بیٹوں نے یہ حال دیکھا تو باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ. (یوسف: ۸۵)

بیٹے کہنے لگے بخدا تم سدا یوسف کی یادگاری میں رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤ گے، یا بالکل ہی مر جاؤ گے۔

ایک پیغمبر وقت کی اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کے ساتھ اس بے پناہ محبت میں کیا یہ سبق نہیں ہے کہ باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ بے انتہا انس و محبت ہونی چاہئے۔

محبتِ اولاد سنت کی روشنی میں

حدیث کے اندر مختلف پیرایہ میں اپنی اولاد کے ساتھ انس و محبت کی ترغیب دی گئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی بدّو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، آپ نے اس سے دریافت فرمایا:

''أَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ؟'' کیا تم اپنے بچوں کو پیار کرتے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا، یعنی اس نے یہ کہا کہ جذبہ پیار مجھ میں نہیں ہے، اور عملاً اس سے میں محروم ہوں، آپ نے سن کر جواب دیا:

أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ. ❶

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، ج۸ ص۷، رقم الحديث: ۵۹۹۸

میں تیرے لئے کیا کرسکتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ ہی تیرے دل سے محبت سلب کرلے۔

بچوں کی محبت پر بشارت

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں، وہ سوال کر رہی تھیں کہ میں اسے کچھ دوں، اس وقت میرے گھر میں صرف ایک کھجور تھی، میں نے وہ اٹھا کر اسے دیدی، اس نے اس ایک کھجور کے دو حصے کیئے اور آدھی آدھی دونوں بچیوں کو دیدی، چنانچہ وہ میرے یہاں سے چلی گئی، مگر مجھے اس کی حالت پر بڑا ترس آیا اور اس کی یہ ادا دل کو ہلا گئی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ سے میں نے یہ قصہ دہرایا۔

آپ نے فرمایا کہ جس کی بچیاں ہوں اور وہ محبت و پیار سے ان کی پرورش کرے تو یہ بچیاں اس کے لئے دوزخ سے پردہ بن جائیں گی، یعنی اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو جہنم کی آگ سے محفوظ کر دے گا۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ. (۲)

جو شخص تا بلوغ دو بچیوں کی پرورش کرے تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح قریب قریب ہوں گے، اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا لیا۔

ایک مرتبہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ أَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْأَخَوَاتِ، فَأَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتَّى يُغْنِيَهُنَّ اللَّهُ، أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ الْجَنَّةَ. (۳)

---

(۱) صحيح البخاری: كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، ج۸ ص۷، رقم الحديث: ۵۹۹۵ (۲) صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات، ج۴ ص۲۰۲۷، رقم الحديث: ۲۶۳۱ (۳) شرح السنة للبغوی: كتاب الاستئذان، باب ثواب كافل اليتيم، ج۱۳ ص۴۲، رقم الحديث: ۳۴۵۷

جو شخص تین بچیوں یا اسی طرح اتنی ہی بہنوں کی پرورش وتربیت کرے اور ادب سکھائے اور ان سے پیار ومحبت سے پیش آئے تا آنکہ وہ جوان ہوجائیں تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت واجب کر دے گا۔

اسی طرح حدیث میں آگے ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اگر کوئی دو کی پرورش اسی طرح کرے؟ آپ نے فرمایا اس کو بھی یہی اجر ملے گا، اس نے کہا اور اگر ایک کی کرے تو؟ آپ نے فرمایا تو بھی، یعنی اللہ تعالی حسنِ سلوک کے بدلے اسے بھی جنت عطا کرے گا۔ ❶

بیٹے کو بیٹی پر ترجیح دینے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا، قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ. ❷

جس شخص کی بچی ہو اور وہ نہ اسے زندہ درگور کرے، نہ اس کی توہین کرے اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کرے گا۔

تفصیل میں جانا مقصود نہیں ہے، بلکہ چند احادیث پیش کر کے عرض کرنا ہے کہ اپنی اولاد سے محبت اور حسنِ سلوک مطلوب ہے، بالخصوص بچیوں کی پرورش میں سرگرمی دکھانا اور ان کو وہی درجہ دینا جو طبعی طور پر لڑکوں کو دیتے ہیں، ایک مسلمان کا دینی فریضہ ہے اور ان کی طرف سے غفلت اس کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے۔

❶ شرح السنة للبغوی: کتاب الاستئذان، باب ثواب کافل الیتیم، ج۱۳ ص۴۲، رقم الحدیث: ۳۴۵۷ ❷ سنن أبی داود: کتاب الأدب، باب فی فضل من عال یتیما، ج۴ ص۳۳۷، رقم الحدیث: ۵۱۴۶

بچوں سے نفرت کی ممانعت

وہ جدید تعلیم یافتہ جو اس مہذب دنیا میں فقر وفاقہ کے خوف سے اپنے بچوں کو زندہ رکھنا پسند نہیں کرتے اور اس کے لئے مختلف جائز وناجائز تدبیریں کرتے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا یہ جذبہ اسلامی تعلیمات کے بالکل برخلاف ہے، رزق کا معاملہ اللہ رب العزت کے ہاتھ ہے، قرآن میں ان بے ہودہ خیالات وجذبات سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے:

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ. (الأنعام: ١٥١)

اپنی اولاد کو محتاجی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی۔

یہ جذبہ جاہلی ہے جو بعثتِ نبوی سے پہلے کفر وشرک سے ملوث انسانوں میں جڑ پکڑ چکا تھا، جس کی اسلام نے مختلف انداز میں مذمت کی ہے، افسوس ہے کہ خود مسلمان پھر اس دَورِ جاہلیت کی طرف مُڑ کر دیکھ رہا ہے، اور ان لوگوں سے متأثر ہو رہا ہے جن کا خدا اور اسلام پر ایمان نہیں ہے، مسلمانوں کو خدا کا یہ لاہوتی پیغام ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. (هود: ٦)

زمین پر چلنے والی ہر چیز کی روزی اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے رکھی ہے۔

یہ ضمنی بحث آ گئی، عرض کیا جا رہا تھا کہ والدین کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ محبت وشفقت کے ساتھ پیش آئیں، اور ان کی تربیت میں اپنے ان جذبات سے کام لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی اولاد سے

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد سے بے حد محبت فرماتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر جس وقت نگاہ پڑتی فرطِ محبت سے چہرہ مبارک تمتما اٹھتا، ایک دفعہ آپ نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّیْ فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِیْ. ❶

فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

یُرِیْبُنِیْ مَا أَرَابَهَا وَیُؤْذِیْنِی مَا آذَاهَا. ❷

وہ چیز جو انہیں بے قرار کرتی ہے مجھے بے قرار کرتی ہے، جو ان کو اذیت پہنچاتی ہے مجھ کو اذیت پہنچاتی ہے۔

یہ کیا تھا؟ وہی انس ومحبت جو ایک کامل الصفات باپ کو اپنے جگر گوشہ سے ہوتی ہے، جن لوگوں نے اس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت فاطمہ کو جو بُرا بھلا کہے گا وہ کافر ہو جائے گا، صحیح نہیں ہے، دراصل یہ اس قلبی تعلق کا اظہار ہے جو والدین کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی ہدایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول سے محبت ہونی چاہئے۔

حضرت فاطمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو مشابہت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی کم لوگوں میں دیکھی گئی، بلکہ میں نے تو ایسی مشابہت دیکھی ہی نہیں، طور طریقہ میں، سیرت وخصلت میں، بات چیت میں، بیٹھنے اور اٹھنے میں، ایک ایک اداء میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھیں، اور کیوں نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر ہی تھیں، مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

❶ صحیح البخاری: کتاب المناقب، باب مناقب قرابة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ومنقبة فاطمة بنت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ج۵ ص ۲۰، رقم الحدیث: ۳۷۱۴ ❷ صحیح البخاری: کتاب النکاح، باب ذبّ الرجل عن ابنته فی الغیرة والإنصاف، ج۷ ص۳۷، رقم الحدیث: ۵۲۳۰

سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور حضرت فاطمہ سے آپ کو بے انتہا محبت تھی۔

حضرت فاطمہ کو جب کبھی آپ اپنے پاس آتے دیکھ لیتے تو فرطِ محبت میں اٹھ کھڑے ہوتے اور بوسہ دیتے، اور پھر اپنے پہلو میں جہاں خود بیٹھے ہوتے بٹھاتے، اور یہی حال خود حضرت فاطمہ کا بھی تھا کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملنے ان کے گھر پر تشریف لے جاتے تو جونہی حضرت فاطمہ کی نگاہ ابا جان پر پڑی ادب سے اٹھ کر آگے بڑھتیں اور آپ کو بوسہ دیتیں، اور پھر بڑی تعظیم وتکریم سے بٹھاتیں۔ ❶

سفر سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد کی حاضری کے بعد سب سے پہلے اپنی پیاری بچی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچتے:

عَنْ أَبِی ثَعْلَبَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَتَى فَاطِمَةَ ثُمَّ أَتَى أَزْوَاجَهُ. ❷

---

❶ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللَّهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا.

سنن الترمذی: أبواب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی الله عنها، ج۵ ص ۷۰۰، رقم الحدیث: ۳۸۷۲

❷ مرقاة المفاتیح: کتاب المناقب، باب مناقب أهل بیت النبی صلی الله علیه وسلم، ج ۱۱ ص ۲۹۱

بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ بالسند یہ روایت مجھے کتبِ حدیث میں نہیں ملی، البتہ اسی مضمون سے متعلق روایت امام طبرانی رحمہ اللہ نقل کی ہے، دیکھئے:

المعجم الکبیر: ج ۲۲ ص ۲۲۵، رقم الحدیث: ۵۹۵

حضرت ثعلبہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں اترتے یہاں دو رکعت نفل پڑھتے پھر مسجد سے نکل کر فاطمہ کے یہاں تشریف لے جاتے، پھر ازواج مطہرات کے یہاں۔

اس طرح کے واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد سے کس قدر محبت تھی اور کیسا والہانہ لگاؤ تھا۔

اولاد کے غم کا والدین پر اثر

ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنے والے ہیں، اور اس سے پہلے حضرت فاطمہ سے ان کی شادی ہوچکی تھی، حضرت فاطمہ نے حاضرِ خدمت ہوکر صورتِ واقعہ کی اطلاع دی تو پدری محبت جوش میں آگئی اور برسرِ منبر فرمانے لگے:

وَإِنِّی لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلاَلًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا۔ ❶

بلاشبہ میں نہیں حلال کو حرام کرتا اور نہ حرام کو حلال، لیکن خدا کی قسم! اتنی بات یقینی ہے کہ رسول اللہ اور عدو اللہ کی بیٹی ایک گھر میں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی محبت اولاد کے لئے مطلوب ہے اور جس سے اولاد کو آرام وآسائش ہو والدین کا فریضہ ہے کہ جائز حدود میں رہ کر اس کی امداد کرے اور اس کے لئے سکونِ قلب کا سامان کرے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت جمیع بن عمیر نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کسے پیار کرتے تھے؟ حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ آپ حضرت فاطمہ کو پیار کرتے تھے۔ ❷

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضائل فاطمة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۴ ص۱۹۰۳، رقم الحدیث: ۲۴۴۹ ❷ سنن الترمذی: أبواب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة رضی اللہ عنہا، ج۵ ص۷۰۱، رقم الحدیث: ۳۸۷۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بچے حضرت ابراہیم سے بھی والہانہ تعلق تھا، جن کا سولہ یا اٹھارہ مہینے کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے یہاں آئے، جہاں آپ کے بچے ابراہیم مدتِ رضاعت گزار رہے تھے، جب صاحبزادہ لایا گیا تو اسے پیار سے لیا، پیشانی کو بوسہ دیا، ناک اور گال کو چوما، اور اس طرح اپنی بے پناہ محبت کا اظہار فرمایا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ، فَقَبَّلَهُ، وَشَمَّهُ. ❷

---

❶ حضرت انس بن مالک اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم سولہ مہینے کی عمر میں فوت ہوئے۔

البداية والنهاية: سنة إحدى عشرة من الهجرة، فصل في ذكر أولاده عليه الصلاة والسلام، ج۵ ص ۳۳۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اٹھارہ مہینے کی عمر میں فوت ہوئے۔

سنن أبي داود: كتاب الجنائز، باب في الصلاة على الطفل، ج۳ ص۲۰۷، رقم الحديث: ۳۱۸۷

محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانہ اور امام واقدی رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال ہوا۔

البداية والنهاية: ج۵ ص ۳۳۲

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے سولہ مہینے والے قول کو جزم کے ساتھ نقل کرنے کے بعد اٹھارہ مہینے والے قول کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

مرقاة المفاتيح: كتاب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم، ج ۱۱ ص ۲۸۸

❷ صحيح البخاري: كتاب الجنائز، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم، إنا بك لمحزونون، ج ۲ ص ۸۳، رقم الحديث: ۱۳۰۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا پھر بوسہ دیا، چوما اور پیار کیا۔

بچہ کی موت کا اثر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ آخری مرتبہ اس وقت آپ اپنے صاحبزادہ کو دیکھنے ان کی رضاعی ماں کے گھر پہنچے، جب صاحبزادہ دم توڑ رہا تھا، اور آخری ہچکی لے رہا تھا، یہ منظر ایسا تھا کہ قلب متأثر ہوئے بغیر نہ رہا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی اس وقت موجود تھے، انہوں نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کا بھی یہ حال ہے کہ دل پر قابو نہیں رہا، آپ نے فرمایا یہ اثر رحمت ہے اور والدین کو اپنی اولاد سے جو خونی رشتہ ہوتا ہے اس کا یہ قدرتی نتیجہ ہے، خدانخواستہ قلتِ صبر نہیں ہے، پھر ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلاَ نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ. ❶

بلاشبہ آنکھیں اشکبار ہیں اور دل غم زدہ اور ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور یقیناً میں اے ابراہیم! تیری جدائی سے بے تاب ہوں۔

اولاد سے تأثر

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ مَنْ لَمْ يَحْزَنْ فَمِنْ قَسَاوَةِ قَلْبِهِ، وَمَنْ لَمْ يَدْمَعْ فَمِنْ قِلَّةِ رَحْمَتِهِ فَهَذَا الْحَالُ أَكْمَلُ عِنْدَ أَرْبَابِ الْكَمَالِ... فَإِنَّ الْعَدْلَ أَنْ يُعْطَى كُلُّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ. ❷

❶ صحيح البخاری: كتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، إنا بک لمحزنون، ج ۲ ص ۸۳، رقم الحديث: ۱۳۰۳

❷ مرقاة المفاتيح: كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت، ج ۴ ص ۱۷۷

اس میں اس طرح اشارہ ہے کہ جو اولاد کی موت پر غم زدہ نہیں ہوتا تو یہ اس کے دل کی سختی کا نتیجہ ہوتا ہے اور اگر کسی کی آنکھیں اشکبار نہیں ہوتی ہیں تو یہ اس میں جذبہ محبت کی کمی کا نتیجہ ہے، یہ فطری حالت اربابِ فضل وکمال کے نزدیک کامل تر ہے اس لئے کہ انصاف یہ ہے کہ ہر حقدار کا حق ادا کیا جائے۔

مجھے تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے محبت ضرور ہونی چاہئے، وہ انسان نہیں ہے جسے اپنی اولاد تک سے انس ومحبت نہ ہو، یہ ایک فطری جذبہ ہے جو شریعت کی نظر میں بھی محمود ہے، اور یہی وجہ ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد سے بے پناہ محبت تھی، اور آپ کی اس سیرت میں پوری امت کے لئے درسِ محبت ہے۔

اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت

بال بچوں سے محبت کی اہمیت اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری وفات ہونے والی ہے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کا بار تم کو اٹھانا ہے:

أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي. (۱)

ان میں سے پہلی چیز اللہ تعالی کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے، لہذا کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامو، یہ کہہ کر آپ نے کتاب اللہ پر ابھارا اور اس کی رغبت دلائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کر چکے تو فرمایا اور دوسری چیز میرے گھر والے ہیں، میں تم کو اپنے اہلِ بیت کے بارے میں بار بار یاددہانی کراتا ہوں۔

(۱) صحيح مسلم: كتاب الفضائل، باب من فضائل علي بن أبي طالب، ج ۴ ص ۱۸۷۳، رقم الحديث: ۲۴۰۸

یعنی اہلِ بیت کو اذیت نہ دینا بلکہ ان کا احترام کرنا اور ان کے ساتھ مراعات کو ہرگز فراموش نہ کرنا۔

شیعوں کے غلط عقائد

شیعوں نے اس سلسلہ میں جو غلو اختیار کر رکھا ہے اور غلط عقائد پھیلا رکھے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، خدا تعالیٰ نے صاف اعلان کر رکھا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقٰكُمْ. (الحجرات: ١٣)

تم میں سب سے معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہے۔

بغیر عمل کے نسب کام نہیں آتا

اور خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی میں عمل نہیں ہے تو نسب کام نہیں آسکتا، آپ نے ایک مرتبہ اپنے اہلِ خاندان کو نام لے لے کر آگاہ کیا کہ تم سب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اخیر میں فرمایا:

يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا. ❶

اے عبد المطلب! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ! تو اپنے کو جہنم کی آگ سے بچا، کیونکہ میں اللہ سے تم کو بالکل نہیں بچا سکتا بجز اس کے کہ تم سے رشتہ داری ہے، جس کی وجہ سے (دنیا میں) صلہ رحمی کروں گا۔

دخولِ جنت و دوزخ میں نسب کو دخل نہیں

دوسری روایت میں ارشاد فرمایا ہے:

❶ صحیح مسلم: کتاب الإیمان، باب فی قوله تعالی: وانذر عشیرتک الأقربین، ج ۱ ص ۱۹۲، رقم الحدیث: ۲۰۴

وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِى مَا شِئْتِ مِنْ مَالِى لَا أُغْنِى عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا. ❶

اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال سے جو چاہے تو مجھ سے مانگ لے اور اللہ کے یہاں میں تجھ کو کوئی کام نہیں آ سکتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ کا فیصلہ نسل اور نسب کی بنیاد پر ہرگز نہیں ہوگا، اس کا مدار عمل اور صرف عمل پر ہے جس کی تصدیق مندرجہ ذیل روایت سے اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ہوتی ہے، ایک لمبی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. ❷

جس شخص کو اس کا عمل پیچھے ڈال دے اُسے اس کا نسب آگے نہیں لے جا سکتا۔

اعمالِ صالحہ میں کوتاہی کی تلافی نسب سے نہیں ہو سکتی

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کے معنی تحریر فرماتے ہیں:

أَيْ مَنْ أَخَّرَهُ وَجَعَلَهُ بَطِيئًا عَنْ بُلُوْغِ دَرَجَةِ السَّعَادَةِ (عَمَلُهُ) السَّيِّئُ فِى الْآخِرَةِ أَوْ تَفْرِيطِهِ لِلْعَمَلِ الصَّالِحِ فِى الدُّنْيَا لَمْ يُقَدِّمْهُ نَسَبُهُ يَعْنِى لَمْ يَجْبُرْ نَقِيْصَتُهُ لِكَوْنِهِ نَسِيبًا فِىْ قَوْمِهِ، إِذْ لَا يَحْصُلُ التَّقَرُّبُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى بِالنَّسَبِ بَلْ بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ، قَالَ تَعَالَى: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ. ❸

برے اعمال یا اعمال صالحہ میں کوتاہی اگر کسی کو پیچھے ڈال دے اور سعادت و کامرانی کے پاس پھٹکنے نہ دے تو نسب و نسل اسے آگے نہیں بڑھا سکتے ہیں، یعنی اعمال کا نقص حسب

❶ صحیح البخاری: کتاب الوصایا، باب هل یدخل النساء والولد فی الأقارب، ج ۴ ص ۶، رقم الحدیث: ۲۷۵۳ ❷ صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن، ج ۴ ص ۲۰۷۴، رقم الحدیث: ۲۶۹۹

❸ مرقاة المفاتیح: کتاب العلم، الفصل الأول، ج ۱ ص ۲۸۸، رقم الحدیث: ۲۰۴

ونسب دور نہیں کرسکتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی سے تقرب (نزدیکی) نیک اعمال کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، نسل اور خاندان کی وجہ سے نہیں، ارشادِ ربانی ہے کہ اللہ تعالی کی نظر میں سب سے بڑا معزز وہ ہے جو انسانوں میں سب سے بڑا خدا ترس ہے۔

مسلمانوں کا عمل

پھر تاریخ کا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر زمانے میں یہی ہوا کہ مسلمانوں نے ان حضرات کے سامنے تعظیم ومحبت کا سر جھکایا جنہیں اللہ تعالی نے علم وعمل سے نوازا تھا، اوران لوگوں کو کبھی خاطر میں بھی نہیں لائے جن کا دامن علم وعمل اور زہد وتقوی سے خالی تھا، خواہ نسب اور خاندان کی حیثیت سے ان کا مقام ثریا سے اونچا کیوں نہ رہا ہو:

وَشَاهِدُ ذٰلِکَ أَنَّ أَكْثَرَ عُلَمَاءِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ لَا أَنْسَابَ لَهُمْ يَتَفَاخَرُ بِهَا بَلْ كَثِيْرٌ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ مَوَالٍ، وَمَعَ ذٰلِکَ هُمْ سَادَاتُ الْأُمَّةِ وَيَنَابِيْعُ الرَّحْمَةِ وَذُو الْأَنْسَابِ الْعَلِيَّةِ الَّذِيْنَ لَيْسُوْا كَذٰلِکَ فِيْ مَوَاطِنِ جَهْلِهِمْ نَسْيًا مَنْسِيًّا. ❶

اس کا مشاہدہ ان بہت سے علمائے سلف اور خلف کی زندگی سے ہوتا ہے جن کے پاس قابلِ تفاخر نسب ونسل کی سند نہیں تھی بلکہ ان میں بہت سے غلامانِ اسلام تھے، اور باایں ہمہ انہیں امت کی سربراہی اور سرچشمہ رحمت ہونے کا فخر حاصل تھا، اور اونچے اونچے خاندان کے چشم وچراغ اس مقبولیت سے محروم تھے اور اپنی جہالت کی وجہ سے ایسے گمنام گویا تھے ہی نہیں۔

بلندی وپستی عمل سے

پھر اپنے دعوی کو مدلل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

❶ مرقاة المفاتيح: كتاب العلم، الفصل الأول، ج ۱ ص ۲۸۸، رقم الحديث: ۲۰۴

إِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ أَقْوَامًا، وَیَضَعُ بِهِ آخَرِینَ. ❶

اللہ تعالی اس مقدس دین (اسلام) کے ذریعہ بعض قوموں کو سر بلند کرے گا اور بعض کو اس کی عداوت کے صلہ میں پست اور ذلیل وخوار بنائے گا۔

یہاں پہنچ کر تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ مُحَمَّدٍ، یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ائْتُونِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِأَعْمَالِکُمْ لَا بِأَنْسَابِکُمْ فَإِنِّی لَا أُغْنِی عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا. ❷

اے محمد کی پھوپھی صفیہ اور اے محمد کی لختِ جگر فاطمہ! تم قیامت کے دن اپنے اعمال کے ساتھ پیش ہوگی نسب کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ میں اللہ کے یہاں تمہارے کام نہ آؤں گا (خود تمہارا عمل کام آئے گا)۔

ابو یزید رحمہ اللہ کا بیان اپنے ایک مرید سے

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہاں ابو یزید قدس سرہ کا یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کا ایک مرید ان کے پیچھے اس طرح چل رہا تھا کہ جہاں جہاں ان کے قدم پڑتے وہیں وہیں وہ بھی

❶ صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن، ج ۱ ص ۵۵۸، رقم الحدیث: ۸۱۷

❷ مرقاۃ المفاتیح: کتاب العلم، الفصل الأول، ج ۱ ص ۴۱۷

اس روایت میں ان الفاظ کا اضافہ "إیتونی یوم القیامة بأعمالکم لا بأنسابکم" کتبِ حدیث میں بالسند مجھے نہیں ملا، اس کے علاوہ بقیہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری میں موجود ہے:

یَا بَنِی عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِی عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، یَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِی عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، وَیَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰہِ لَا أُغْنِی عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، وَیَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِینِی مَا شِئْتِ مِنْ مَالِی لَا أُغْنِی عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا.

صحیح البخاری: کتاب الوصایا، باب ھل یدخل النساء والولد فی الأقارب، ج ۴ ص ۶، رقم الحدیث: ۲۷۵۳

اپنے قدم رکھتا، آپ نے اس کی یہ حرکت جب دیکھی تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور جوش میں فرمانے لگے:

وَاللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ سَلَخْتَ جِلْدَ أَبِي يَزِيدَ وَلَبِسْتَهُ لَمْ تَنَلْ مِثْقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ مَقَامَاتِهِ مَا لَمْ تَعْمَلْ عَمَلَهُ. ❶

خدا کی قسم! خدا کی قسم! اگر تم ابو یزید کی کھال اُدھیڑ کر زیب تن کر لو گے تو بھی بغیر عملِ صالح کی پونجی کے اس کے مقامات میں سے ایک رائی کے دانہ کے برابر حاصل نہ کر سکو گے۔

پھر حضرت ابو یزید قدس سرہ نے اس کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

مَا بَالُ نَفْسِكَ أَنْ تَرْضَى تُدَنِّسُهَا ◦ وَثَوْبُ جِسْمِكَ مَغْسُولٌ مِنَ الدَّنَس

تَرْجُو النَّجَاةَ وَلَمْ تَسْلُكْ مَسَالِكَهَا ◦ إِنَّ السَّفِينَةَ لَا تَجْرِي عَلَى الْيَبَسِ ❷

تمہارا کیا حال ہے کہ تم اپنے قلب کو گندہ رکھنا پسند کرتے ہو، اور تمہارے بدن کا کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف ہے۔

نجات کی توقع رکھتا ہے مگر اس کے راستے اختیار نہیں کرتا، یہ واضح رہے کہ کشتی خشکی پر نہیں چلا کرتی۔

آخرت کی طرف اولاد کو متوجہ کرنا

ان روایتوں سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ ساری محبت وعظمت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد کو راہِ حق پر گامزن رہنے کی برابر ترغیب فرمایا کرتے تھے، اور اپنے اس فریضہ کو آپ نے بڑی صاف گوئی سے پورا کیا، جس کا ماحصل یہ ہوا کہ اولاد اپنی اصل زندگی اور دائمی راحت کی طرف سے غفلت نہ برتے، اور کتاب وسنت کی

---

❶ مرقاة المفاتيح: كتاب العلم، الفصل الأول، ج ۱ ص ۴۱۷

❷ مرقاة المفاتيح: كتاب العلم، الفصل الأول، ج ۱ ص ۴۱۷

روشنی میں اس دائمی زندگی کے حاصل کرنے کے لئے وہ جو کچھ کر سکتی ہے اس سے گریز نہ کرے بلکہ اگر ماحول نے ان میں سستی پیدا کر دی ہے تو والدین کی اس طرح کی باتوں سے چونکے، اور اپنی زندگی اس لائن پر ڈال دے جو شریعت نے بچھائی ہے، اور جس پر چل کر ہی آدمی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے اور کامرانی سے ہم آغوش ہو سکتا ہے۔

دین سے غافل ماں باپ اپنے بچوں کو عام طور پر جو اِدھر اُدھر کی دلچسپ جھوٹی کہانیاں سناتے رہتے ہیں، ان کے بجائے انہیں چاہئے کہ اپنے ان نونہالوں کو صحابہ کرام کے ایسے واقعات سنائیں جن سے ان کی سیرت اثر پذیر ہو، ان کے اخلاق سنوریں، اور ان کے عقائد میں پختگی پیدا ہو۔

تعلیم گاہیں اور سیرت سازی

یہ عجیب بات ہے کہ اس دَور میں ہر چیز پر زور دیا جاتا ہے مگر کوئی سیرت سازی کی طرف توجہ نہیں دیتا، اور نہ اس کی فکر کرتا ہے حالانکہ بچے اس سے بنتے بگڑتے ہیں، ہماری تعلیم گاہوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ علم کا ڈپلومہ تو دیدیتی ہیں مگر ان کی سیرت سازی نہیں کرتی ہیں، اور یہی وجہ سے کہ گریجویٹ اور پی ایچ ڈی کرنے کے بعد بھی ان میں بلند اخلاقی پیدا نہیں ہوتی، جس کی کھلی ہوئی مثال رشوت ستانی، جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی ہے جس کا مشاہدہ آئے دن ہمیں ہوتا رہتا ہے۔

اساتذہ کرام اور تعلیم گاہوں کی ذمہ داری

ماں باپ کے بعد بچوں کی سیرت سازی کی ساری ذمہ داری اساتذہ اور تعلیم گاہوں کے سر ہے کہ گھر کے بعد پڑھنے لکھنے والے بچوں کی زندگی کا بڑا حصہ ان کے ہی ساتھ گزرتا ہے، اور انہی کے ماحول سے متأثر ہوتے ہیں، پست اخلاق اساتذہ کے تلامذہ عموماً پست اخلاقی ہی کا سبق لے کر نکلیں گے، اور اگر اساتذہ میں بلند کرداری ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی درس گاہ سے فیض یاب ہونے والا بلند کردار ثابت نہ ہو اور اس کی ذات دوسروں کے

لئے نمونہ نہ بن سکے۔

اساتذہ کرام کے ضروری اوصاف

وہ اساتذہ کرام جو بچوں کی تعلیم کے فرائض انجام دیتے ہیں ان میں فضائل ومحاسنِ اخلاق کا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ بچے اور بچیاں عموماً سب سے زیادہ ان کے ہی اخلاق واعمال سے متأثر ہوتے ہیں، اوران کے ہی نقشِ قدم پر چلنے کی سعی کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے ان کو مرشد (رہنما) قرار دیا ہے۔ ❶

استاذ میں باپ کی سی شفقت ہو

وہ حضرات جو درس وتدریس پر لگے ہوئے ہیں اور تعلیم گاہوں کے ذمہ دار ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شفیق اور طلبہ پر بے انتہا مہربان ہوں، ان کو اپنے شاگردوں سے ایسی مخلصانہ محبت ہو جس طرح ایک شفیق باپ کو اپنے ہونہار بیٹے سے ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ. ❷

میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ ہوں، میں تمہیں سکھاتا ہوں۔

اساتذہ کو چاہئے کہ وہ اس حدیث کو سامنے رکھیں، اور اپنے میں باپ کی سی شفقت ومحبت پیدا کریں، جب تک ان میں یہ جذبہ مخلصانہ طور پر نہ پایا جائے گا وہ اپنے تلامذہ اور شاگردوں کے لئے مفید ثابت نہیں ہوسکتے، قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے:

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ. (التوبة: ۱۲۸)

---

❶ إحياء علوم الدين: كتاب العلم، الباب الخامس في آداب المتعلم والمعلم، بيان وظائف المرشد المعلم، ج ۱ ص ۸۳ ❷ سنن أبي داود: كتاب الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، ج ۱ ص ۳، رقم الحديث: ۸

جو تمہاری منفعت کے بہت خواہشمند رہتے ہیں اور ایمان والوں کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔

اس سے بآسانی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ علمائے دین جو علوم دین کی تعلیم دیتے ہیں اور نائبِ رسول اور وارثِ انبیاء کے معزز القاب سے نوازے گئے ہیں، ان کے دلوں میں بھی دین سیکھنے والوں کے لئے اسی طرح کے جذبات کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے فرائض وحقوق کی ادائیگی میں کامیاب ہوسکیں۔

اخلاص وایثار

خدانخواستہ اگر ان کے دلوں میں اخلاص وایثار کے وہ قابلِ قدر جذبات نہیں پائے جاتے اور ان کا خانہ دل اس دولت سے خالی ہے تو پھر وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کامیاب نہیں ہوسکتے اور طلبہ اور مسلمان بچے ان کی صحبت وتعلیم سے وہ حصہ نہیں پاسکتے ہیں جس کے لئے وہ ان کے اِردگرد جمع ہیں۔

موجودہ دور میں نوجوان علماء میں علم وعمل کا قحط، ذہنی نشوونما سے محرومی اور اخلاص وللّٰہیت کی کمی کی سب سے بڑی وجہ اساتذہ کرام اور معلموں کا یہی عدم اخلاص ہے۔ ❶

❶ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: نہ مولویوں میں اخلاص ہے نہ مشائخ میں، الا ماشاءاللہ۔

کمالاتِ اشرفیہ: ص ۲۹۷

فائدہ: اصطلاحِ شرع میں احسان اخلاص کو کہتے ہیں، احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ گویا اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہو، اور یہ ''گویا'' اس لئے ہے کہ تم اللہ تعالی کو دیکھ سکتے نہیں لیکن چونکہ اللہ تعالی یقیناً تم کو دیکھ رہے ہیں، پس گویا کہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔

معیّت الٰہیّہ: ص ۴۶

اخلاص کی تعریف اور اس سے متعلق دیگر علمی فوائد ونکات کے لئے دیکھئے ''غنیة الطالبین'' ج ۲ ص ۱۱۱/ مجالسِ مفتی اعظم: ص ۵۰۰/ حاشیہ احمد فرید المزیدی علی الکوکب الشاهق للشعرانی: ص ۱۰۲/ نفحات الأنس للجامی: ص ۴۰۳/ التعریفات للجرجانی: ص ۱۵/ ←

نرم خوئی

پھر اساتذہ کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ نرم خوئی اور دلی سوز و گداز سے متصف ہوں تاکہ شاگرد زیادہ سے زیادہ ان کے ارد گرد فراہم ہوں اور زیادہ سے زیادہ عوام ان سے استفادہ کرسکیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کی جو معلم اخلاق بھی تھے، اللہ تعالی نے تعریف فرمائی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران: ۱۵۹)

پس اللہ تعالی کی مہربانی سے آپ ان کے لئے نرم خُو ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی بلکہ آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔

اس آیت سے ہمیں سبق لینا چاہئے اور اگر ان جذبات سے ہمارے اساتذہ عاری ہو چکے ہیں تو ان کو یہ جوہر اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے تاکہ ہماری محنت ملک وملت کے حق میں سودمند ثابت ہو، اور ہماری تربیت مسلمان بچوں میں اچھے اثرات پیدا کرے۔ ❶

← الطریقة المحمدیة للبرکوی: ج ۱ ص ۱۶۸ / مجالس الأبرار للرومی: ص ۱۲۲ / البرهان المؤید للشیخ الرفاعی: ص ۷۶ / شرح الأربعین للنووی: ص ۱۱ / اخلاقِ سلف: ص ۳۴ / مرقاة المفاتیح: ج ۱ ص ۹۴ / داستانِ اہلِ دل: ص ۳۶ / خزائنِ معرفت ومحبت: ص ۱۰۷ / الرسالة القشیریة وحاشیتها: ص ۲۴۲ / إكمال الشیم: ص ۱۰۳ / ملفوظاتِ حضرت رائے پوری: ص ۹۴ / صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت: ج ۲ ص ۸۶

❶ تعلیم وتربیت اور ٹیچنگ کا شعبہ عوامی نمائندگی اور قانون سازی سے کم حساس نہیں، تدریس وتعلیم کا شعبہ تو سب سے زیادہ اہم، بنیادی اور حساس ہے۔

کرنیں از مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ: ص ۱۹۴

حرص وہوس سے اجتناب

مسلمان بچوں کے معلمین آج کل گو مشاہرے لیتے اور پاتے ہیں، مگر پھر بھی ان کا ہونہار طلبہ کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہوتا ہے، اور نہ حرص وہوس سے ان کے سینے خالی ہوتے ہیں، اس کا ناخوشگوار نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے شاگردوں کا بڑا حصہ دلی طور پر ان سے بدظن ہوتا ہے، زبان سے سامنے تعریف کے جملے اگرچہ بول لیتا ہے مگر ان کے دل نفرت کے جذبات سے لبریز ہوتے ہیں، اور پھر کچھ دنوں کے بعد ان سادہ دل شاگردوں میں بھی وہی جذبات پرورش پانے شروع ہوجاتے ہیں جن کے احساس سے پہلے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی تھی۔

پڑھانے والوں کو سوچنا چاہئے کہ انہی پڑھنے والوں کی وجہ سے انہیں معلّمی کی عزت

← عزیز طلبہ! بہترین ذہن ودماغ لے کر دار العلوم اور جامعات کے لق ودق اور شاندار عمارتوں میں جاتے ہیں، تاکہ وہاں کے بہترین تعلیمی وتربیتی نظام کے ماتحت لائق وفائق اساتذہ کی توجہ سے علم حاصل کریں، مگر عام طور پر ان کو اپنے مقصد میں ناکام ہونے کے ساتھ اپنی نالائقی اور بدنامی کی سند ملتی ہے، کیونکہ ان مدرسوں کے ذمہ داروں کی وجہ سے تعلیم وتربیت کا معیار حد درجہ ناقص بلکہ علم کش ہوتا ہے اور وہ لوگ سارا الزام طلبہ کے سر رکھ کر مطمئن ہوجاتے ہیں اور اگر کچھ طلبہ اپنے طور پر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

کاروانِ حیات از مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ: ص ۱۷

کئی مدارس وجامعت میں آپ بہتر نصاب ضرور پائیں گے لیکن اچھا استاذ آپ کو نہیں ملے گا، اگر کوئی علمی نقطہ نظر سے بہتر بھی ہوتا ہم ایمانی قوت کے لحاظ سے وہ مردہ دل ہوگا۔

قيمة الأمة الإسلامية للشيخ يوسف القرضاوي: ص ۴۷

روحانیت اور امانت کی کمی یا فقدان، زندگی کے ہر مرحلے میں پایا جارہا ہے اور انحطاط بڑھ رہا ہے، اس لئے آج کا اہم مسئلہ یہ ہے کہ نظام تربیت کو مستحکم کیا جائے اور مدارس کو روحانیت کی فضا سے معمور کیا جائے۔

صدائے وفاق از شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ: ص ۲۲

نصیب ہوئی جس کی قدر دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی، پھران کے ساتھ اچھے جذبات کا نہ پایا جانا حیرت انگیز ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کو صرف ملازم اور نوکر سمجھتے ہیں، اور صرف لالچ میں یہ کام انجام دیتے ہیں، اگر بات یہی ہے تو پھر خود سوچئے کہ ان کی صحبت سے بچوں کی سیرت کس طرح پختہ ہو سکے گی۔

طلبہ میں ترغیب وتشویق

اساتذہ کا فریضہ یہ بھی ہے کہ اپنے تلامذہ کے ساتھ خیرخواہانہ برتاؤ رکھیں اور قدم قدم پران کی علمی اور عملی انہماک کریں، قبل از وقت تعلّی وترفّع سے منع کریں، ہر وہ فن جس میں وہ منہمک ہیں اس میں ان کو باکمال بننے کی ترغیب دیں، نیک چلن اور خدا ترس ہونے پر اکسائیں، عمل سے بھی اور زبان سے بھی، علوم میں شغف کے مقاصد کا ان کو راز بتائیں، اور اس نگرانی اور ترغیب میں طرز وہی اختیار کریں جس کی اسلام نے مبلغین اور معلمین کو تاکید کی ہے، اور جس کا عملی ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اقدس میں موجود ہے۔

کاروباری نظریہ کی ہلاکت خیزیاں

ہمارے یہاں اس کی بڑی کمی ہے اس لئے کہ استاد اور شاگرد دونوں نے پڑھنے پڑھانے کو ایک کاروباری معاملہ سمجھ رکھا ہے، ❶

اور اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک کامیاب تجارت کی بنا رکھی ہے، اس سے پڑھنے پڑھانے کا کاروبار تو بے شک ترقی پذیر ہے، مگر انسان نہیں تیار ہوتے اور نہ

❶ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے جنہیں فنا فی العلم کہا جا سکے، اور جن کی نشست و برخاست سے لے کر سوچ بچار تک کا محور علم ہی علم ہو، مادہ پرستی کے اس دور میں علم محض ایک ذریعہ معاش ہو کر رہ گیا ہے، جس کا تعلق پیسہ کمانے سے ہے، ذاتی دلچسپی سے نہیں۔

نقوشِ رفتگان: ص ۱۹۸ طبعِ قدیم ص ۲۵۱ طبع جدید

انسانیت کا نام اونچا ہوتا نظر آتا ہے، اس لئے کہ وزیر بن کر بھی چوری اور رشوت جیسے ذلیل افعال سے واسطہ باقی رہتا ہے، اور مبلغ و معلم کے عہدہ پر آنے کے بعد بھی حرص وہوس سے دل خالی نہیں ہوتا، غریبوں اور ضرورت مندوں کو نظر انداز کرنا تعلیم یافتہ افراد کا عام شیوہ بنتا جارہا ہے، اور اخلاق واعمال کی کمی رفتہ رفتہ بڑھتی جارہی ہے۔ ❶

حسن تدبیر اور حسن سلوک

طالب علموں میں اگر کوئی بدخلقی، خامی اور کمزوری ہو اسے محبت و پیار سے دور کرنے کی کوشش ہونی چاہیے، بُرے کاموں سے اس طرح روکا جائے کہ ان کاموں کی مذمت

❶ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: جس عمل میں شیطان نے حسد، ریاء، حبِّ جاہ ومال اور کبر داخل کر دیا ہو تو وہ عمل بے وزن ہے، علم عمل کو چاہتا ہے اور عمل عشق کو چاہتا ہے، جب تک عمل کے ساتھ عشق نہیں ملے گا وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں معتبر نہیں۔

خطباتِ دورہ ہند: ص ۵۱

دینی مدارس کی اصل روح محض علم نہیں بلکہ اس کی اصل روح تعلق مع اللہ، اللہ کی طرف رجوع ہے، اتباعِ سنتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر اس روح کو قربان کر دیا جائے تو جدت پسندی کے شوق میں اس کا مطلوبہ نتیجہ جو کہ مقصود ہے وہ حاصل نہیں ہوگا، لیکن جہاں اس بات کا اہتمام ہو کہ ان شاء اللہ ہمارے مزاج، طرزِ عمل اور مجموعی ماحول میں اتباعِ سنت کا رنگ غالب رہے گا، قرآن وسنت ہی اس کی اصل بنیاد اور عصری علوم کو محض ایک ضرورت کے تحت اختیار کر رہے ہیں اور علوم کے ساتھ جو مزاج وابستہ کر دیا گیا ہے، بیرونی دنیا میں اس سے ہم متاثر نہیں ہوں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تجربہ کامیاب ہوگا۔

خطباتِ دورہ ہند: ص ۱۸۸

آج کل علم بعض اوقات دلوں میں یا دماغوں میں خناس پیدا کر دیتا ہے، انسان اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو برتر سمجھنے لگتا ہے، اس کے نتیجہ میں علم کا فائدہ نہ ہی اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو، جو علم انسان کو تکبر یا عجب میں مبتلا کر دے ''العیاذ باللہ'' وہ علم نہیں جہل ہے۔

خطباتِ دورہ ہند: ص ۲۰۵

ضرور کی جائے، اوران کے نقصانات بھی ان کے سامنے تفصیل سے بیان کئے جائیں تاکہ ان کے دلوں میں ان کی طرف سے نفرت جاگزین ہوجائے، مگران کو ڈانٹا پھٹکارا نہ جائے، لوگوں کے سامنے کھل کران کی مذمت نہ کی جائے، اورکوئی ایسا طریقہ ہرگز اپنایا نہ جائے جو ان کے دلوں میں بغاوت کے جذبات پیدا کردے، یا اس کی وجہ سے ان کاموں پر ان کا اصرار دوچند ہوجائے، مثل مشہور ہے کہ جس سے انسان کوسختی کے ساتھ روکا جاتا ہے اس پر وہ اور حریص بن جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ ایک بدو مسلمان آیا اوراس نے صحن مسجد میں پیشاب کرنا شروع کردیا، صحابہ کرام نے ڈانٹ پلانا چاہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا، اور فرمایا پیشاب کرلینے دو، جب وہ فارغ ہو چکا تو اُسے اپنے پاس بلایا اور بڑی محبت سے فرمایا: بھائی یہ مسجد خدا کی عبادت، اس کی یاد اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہے۔ ❶

پاکیزہ عمل اور بلند کرداری

اور سچ جانئے کہ سب سے زیادہ لڑکے عملی زندگی کا اثر قبول کرتے ہیں، اس لئے چاہئے کہ اساتذہ کا عمل بہتر سے بہتر اور دین کے بالکل مطابق ہو، ایسے اساتذہ نہ ہوں کہ خودان کا عمل ان کے قول کی تردید کرتا ہو، ان کی زبان پر کچھ ہو اور عمل کچھ، کیونکہ اس کے نتائج حد درجہ تباہ کن ثابت ہوتے ہیں، طلبہ خواہ زبان سے اس سلسلہ میں کچھ نہ کہیں، مگران کے دلوں میں یہ بات گھر کر جاتی ہے کہ یہی ان مقدسین اور رہنماؤں کی جماعت ہے جن کو قوم وملک میں بلند کردار سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اندرونی طور پر یہ کھلے ہوئے منافق ہیں، پھر یا تو زندگی بھر کے لئے ان کی زیر تربیت رہنے والے طالب علم صرف خود ان سے ہی باغی نہیں ہوجاتے بلکہ اس راہ ورسم کے مخالف بن جاتے ہیں جن کی بظاہر یہ نمائندگی کرتے

❶ صحيح مسلم: كتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات...... إلخ، ج ١ ص ٢٣٦، رقم الحديث: ٢٨٥

ہیں، یا پھر وہ اسی رنگ میں پورے طور پر رنگ جاتے ہیں، اور منافقت کی برائی ان کے دلوں سے نکل جاتی ہے، قرآن پاک نے اسی وجہ سے اس منافقت اور قول وعمل کے اس تضاد کی سخت مذمت کی ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ. (البقرۃ: ۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیکوکاری کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو فراموش کر جاتے ہو؟ ❶

یہ تو یہودی علماء کو خطاب کر کے کہا گیا ہے، سورہ صف میں خود مؤمنوں کو خطاب باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. (الصف: ۳)

اے ایمان والو! جو تم نہیں کرتے ہو اُسے زبان پر کیوں لاتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بڑی ناگوار ہے کہ تم جو کہو وہ نہ کرو۔

مرکزِ اصلاح

ہمیں کہنا یہ ہے کہ ہائی اسکول بلکہ پرائمری اور مکتب سے لے کر یونیورسٹی اور دارالعلوم تک جتنے بھی تعلیمی ادارے ہیں ان کے اساتذہ اور کارکنوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ بچوں کو تربیت کی ذمہ داری گھر کے بعد انہی حضرات اور ان کے ادارے کے ماحول پر ہے، اگر یہ ادارے اور ان کے کارکنان یہ ایمانداری سے محسوس کرتے ہیں کہ ملک وملت کی سب سے بڑی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے، اور ملک وملت کی نسلوں

❶ فائدہ: اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ ''ناسئ نفس''یعنی بدعمل کو وعظ کہنے کی ممانعت کی گئی ہے، بلکہ واعظ کو نسیانِ نفس کی ممانعت کی گئی ہے کہ وعظ تو کہو مگر بدعمل مت بنو، بلکہ جو نصیحت دوسروں کو کرتے ہو وہ اپنے نفس کو بھی کرو اور اس کو بھی عمل کراؤ۔

رہنمائے خطابت: ص ۳۳

کی ترقی و بلند خیالی کا بوجھ ان پر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ان کو کاروباری ماحول سے ہٹ کر علمی اور اصلاحی ماحول پیدا کرنا چاہیئے، اور حکومت اور لیڈرانِ قوم جس ملکی یا مذہبی اصلاح کے لئے چیختے اور گلے پھاڑ کر چلاتے رہتے ہیں وہ یہیں سے حاصل ہوسکتی ہے اور جب تک ایسا نہیں کرتے اور ان اداروں میں تعلیم کے ساتھ اخلاقی اور انسانی تربیت کا نظم نہیں کرتے ملک کی ترقی غیر ممکن ہے۔

بچوں کے والدین اور سرپرستوں کا فریضہ ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے حلقہ اثر کی تعلیم گاہوں میں علمی اور اصلاحی ماحول پیدا کریں، جہاں جھوٹ، فریب اور دھوکہ کا دور دور تک پتہ نہ ہو، اس کی جگہ سچائی، معاملات کی صفائی اور عقائد کی پختگی کا ماحول پر نمایاں اثر ہو۔

بلوغ اور شادی

ان مرحلوں سے گزرنے کے بعد ایک اہم ذمہ داری والدین کی اور ہے اور وہ یہ ہے کہ جونہی بچے اور بچیاں سنِ بلوغ کو پہنچیں ان کی شادی کردیں تاکہ شباب کا جو طوفان خیز دَور آرہا ہے اس کی تیز رَو انہیں بہا نہ لے جائے اور ان کے قدموں میں جنبش اور تزلزل پیدا نہ کردے۔

شباب اور اس کا طوفان

کون نہیں جانتا کہ زندگی کی یہ ہنگامہ خیز منزل بڑی صبر آزما ہوتی ہے، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ دونوں ہی اس کے مسلسل جھٹکوں سے قوتِ برداشت کھودیا کرتے ہیں، اور انسان اس عمر میں ہوش وحواس پر بڑی مشکل سے قابو پاتا ہے۔

شادی کی ضرورت

اس لئے بجائے اس کے کہ انہیں امتحان میں ڈال دیا جائے اور سمندر کی لہروں سے کھیلنے کا موقع دیا جائے، اچھا یہ ہے کہ ایسا انتظام کردیا جائے کہ وہ اس دور کی ہلاکت

خیزیوں سے صحیح وسالم نکل جائیں، اوراس کی صورت اس کے سوا کوئی دوسری نہیں ہے کہ ان کی شادی کردی جائے تا کہ وہ اپنی غفلت وعصمت کے فانوس کوٹوٹنے سے صاف بچالے جائیں، اورغلط حُسن وعشق کی زلف پر پیچ میں کسی منزل پر نہ اُلجھیں۔

اسلام کا حکم

اسلام نے انسانی نفسیات کا سب سے زیادہ لحاظ وپاس کیا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ بروقت اس کے تقاضے پورا کرنے کی تاکید کرتا ہے، اوراس میں ایک لمحہ کی تاخیر برداشت نہیں کرتا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحسِنْ اِسْمَهُ وَأَدبَهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجهُ فَأَصَابَ إِثْمًا، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ. ❶

جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اُسے چاہئے کہ وہ اچھا نام رکھے پھر حسنِ ادب کی تعلیم دے اور جب سنِ بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کی شادی کردے، اس لئے کہ بلوغ کے بعد اگر شادی نہیں کی اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو اس گناہ کا وبال اس کے باپ پر آئے گا۔

والدین پر ذمہ داری

اس حدیث میں صراحت ہے کہ بلوغ کے بعد بچوں اور بچیوں کے نکاح میں تاخیر نہ کی جائے، کیونکہ اگر شباب کے بعد تاخیر کی گئی اور خدانخواستہ کہیں ان ناتجربہ کاروں سے کوئی غلطی ہوگئی تو اس کی ساری ذمہ داری والدین بالخصوص باپ پر ہے۔

بچی کی عمر کی صراحت

دوسری حدیث میں عمر کی نشان دہی بھی موجود ہے، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

❶ شعب الإيمان: حقوق الأولاد والأهلين، ج ۱۱ ص ۱۳۷، رقم الحديث: ۸۲۹۹

فِی التَّوْرَاۃِ مَکْتُوبٌ: مَنْ بَلَغَتِ ابْنَتُهُ اثْنَتیْ عَشْرَۃَ سَنَةً فَلَمْ یُزَوِّجْهَا فَأَصَابَتْ إِثْمًا فَإِثْمُ ذٰلِکَ عَلَیْهِ. ❶

تورات میں لکھا ہے کہ جس لڑکی کی عمر بارہ سال ہوجائے اور وہ اپنی بچی کی شادی نہ کرے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔

اس روایت میں اشارہ ہے کہ لڑکی جب بارہ سال کی ہوجائے تو فوراً اس کی شادی کردی جائے تاخیر نہ کی جائے کیونکہ اگر اس سے کوئی لغزش ہوگئی تو اب اس تاخیر کے گناہ سے سرپرست بچ نہیں سکے گا بلکہ نہ بھی گناہ ہو تو بھی تاخیر سے گناہ کا اندیشہ تو ہے۔

دیر سے شادی پر بحث

حیرت ہے کہ کچھ مسلمان بھی یہ نظریہ پھیلانے کا گناہ اپنے سر لے رہے ہیں کہ شادی بلوغ کے فوراً بعد نہ کی جائے بلکہ بلوغ کے پانچ دس سال بعد کی جائے اور اس کے غلط فوائد پر بحث مباحثہ تک کرنے سے گریز نہیں کرتے، حالانکہ موجودہ دور میں علمائے یورپ جنہیں تحقیق وریسرچ کا سب سے زیادہ ذوق ہے وہ بھی اس سلسلہ میں وہیں پہنچ چکے ہیں جس کی اسلام نے تاکید کی ہے۔

دیر سے شادی اور برائی

کون انکار کرسکتا ہے کہ جس خاندان یا خطہ میں تاخیر سے شادی کا رواج ہے اس میں برائیوں نے جڑ نہیں پکڑ لی ہے، اور مزید یہ ہے کہ یہ برائیاں مختلف نوع کی ہیں اور سب کی

❶ شعب الإیمان: حقوق الأولاد والأهلین، ج ۱۱ ص ۱۳۹، رقم الحدیث: ۸۳۰۳

امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَاکِمُ: هٰذَا وَجَدْتُهُ فِی أَصْلِ کِتَابِهِ، وَهٰذَا إِسْنَادٌ صَحِیحٌ وَالْمَتْنُ شَاذٌّ بِمَرَّۃٍ. قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: إِنَّمَا یَرْوِیهِ بِالْإِسْنَادِ الْأَوَّلِ، وَهُوَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مُنْکَرٌ.

شعب الإیمان: حقوق الأولاد والأهلین، ج ۱۱ ص ۱۳۹، رقم الحدیث: ۸۳۰۲

سب مہلک ہیں، جن سے اخلاق اور صحت پر انتہائی تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

چونکہ مفصل بحث (ہماری کتاب) ''نظام عفت وعصمت'' اور ''نسل کشی'' میں موجود ہے اس لئے دوبارہ تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں، ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، اللہ تعالی مسلمانوں کو توفیق ارزانی فرمائیں۔

شادی میں شادی والوں کے ذوق کی رعایت

پھر شادی میں حتی الوسع جانبین کے جائز ذوق کا لحاظ ضروری ہے، اس سلسلہ میں زور زبردستی ہرگز مفید نہیں ہے بلکہ بسا اوقات سخت مضر ہے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان یکسو ہو جاتا ہے، اور اس کے دل ودماغ کو حقیقی سکون حاصل ہوتا ہے۔

نابالغ بچوں سے متعلق چند مسائل

نابالغ مکلّف نہیں

اسلام میں انسان اس وقت مکلّف ہوتا ہے جبکہ عاقل و بالغ ہو، جب تک کہ بچہ سن بلوغ کو نہیں پہنچتا وہ حکماً غیر مکلّف ہے، یعنی کوئی شرعی حکم اس کے ذمہ فرض نہیں ہے، نہ عبادات اس کے ذمہ ضروری ہیں اور نہ منہیات سے اجتناب (یعنی جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچنا) یہی وجہ ہے کہ بلوغ سے پہلے نہ ان پر نماز فرض ہے نہ زکوۃ، اور نہ روزہ فرض ہے نہ حج، یہ الگ بات ہے کہ اسے عادی بنانے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر کے بعد نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ہے اور دس سال کے بعد تاکید شدید کی اجازت دی ہے، یہاں تک کہ فرمایا کہ دس سال کی عمر کے بعد اگر نماز نہ پڑھے تو اسے پیٹا جائے۔ [1]

---

[1] سنن أبی داود: کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة، ج ۱ ص ۱۳۳، رقم الحدیث: ۴۹۵

احکام میں بلوغ کی شرط

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ احکام میں بلوغ کی شرط کب سے ہوئی؟ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''کتاب المعرفة'' میں لکھا ہے کہ یہ ہجرت کے بعد فوراً شرط قرار پایا، اور شیخ تقی الدین شبلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ غزوہ احد کے بعد یہ شرط لگائی گئی، بہر حال جب بھی اس حکم کا ورود ہوا اب یہی حکم ہے۔ ❶

حد بلوغ

بلوغ کے سلسلہ میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ آخری حد پندرہ سال کی عمر ہے لیکن اس سے پہلے بھی بچے بالغ ہوسکتے ہیں اور ہوتے ہیں، لڑکا بارہ سال کے بعد بھی بالغ ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس میں بلوغ کے آثار ظاہر ہوجائیں، جیسے احتلام وغیرہ، اور لڑکی نو سال بعد ہوسکتی ہے بشرطیکہ آثارِ بلوغ ظاہر ہوجائیں، اس عمر کے بعد جس کا ذکر کیا گیا اگر یہ دعوی کریں کہ بالغ ہوگئے اور یہ علامت شروع ہوگئی تو ان کو بالغ تسلیم کیا جائے گا۔ ❷

---

❶ یہ امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) کا اپنا قول نہیں ہے، بلکہ انہوں نے حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَقَدْ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ: أَسْلَمَ عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، أَوْ سِتَّ عَشْرَةَ سَنَةً.

اس کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ غَيْرُهُ: إِنَّمَا صَارَتِ الْأَحْكَامُ مُتَعَلِّقَةً بِالْبُلُوغِ بَعْدَ الْهِجْرَةِ.

اس قول کے قائل کا امام بیہقی رحمہ اللہ نے نام ذکر نہیں کیا۔

معرفة السنن والآثار: كتاب إحياء الموات، حكم الطفل مع أبويه فى الدين، ج ۹ ص ۹۴، رقم: ۱۲۴۸۱

❷ البحر الرائق: كتاب الإكراه، فصل فى حد البلوغ، ج۸ ص ۱۵۳ / رد المحتار: كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، ج ۹ ص ۲۵۹، ۲۶۰ / النقاية مع فتح باب العناية: كتاب الحجر، ج ۳ ص ۴۱۴، ۴۱۵

نابالغ پر حدود قصاص نہیں

بلوغ سے پہلے یہ شریعت کی نظر میں مکلّف نہیں ہیں، ❶

چنانچہ کوئی قابلِ حد جرم کا ارتکاب کریں تو شریعت میں ان پر حد جاری نہیں ہوگی، کسی کو قتل کر ڈالیں گے تو ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، البتہ ان کے سرپرست پر اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کو ناجائز امور سے بچائیں، مثلاً کسی کو جان بوجھ کر وہ قتل کر ڈالیں تو قتلِ خطا کی دیت لازم ہوگی۔ ❷

بچہ پر فطرہ اور قربانی

صدقہ فطر اور قربانی بچہ کے مال میں واجب ہونے میں اختلاف ہے، اور احتیاطاً ترجیح اسی کو دی ہے کہ واجب ہے کہ ولی اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دے اور قربانی کر دے، لیکن بچہ کے مال سے اس کی طرف سے جو قربانی کرائی جائے گی اس گوشت سے صدقہ میں کچھ نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس میں سے اسے کھلائے باقی بیچ دے اگر بچے کے مال سے قربانی کی قیمت ادا کی گئی ہے۔ ❸

---

❶ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ.

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ حَتَّى يَفِيقَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ.

سنن أبي داود: كتاب الحدود، باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا، ج ۴ ص ۱۳۹، رقم الحديث: ۴۳۹۸، ۴۴۰۱

❷ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۰

❸ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

بچہ کی زمین پر عشر وخراج

اس میں سب کا اتفاق ہے کہ بچہ کی زمین کی پیداوار میں عشر وخراج واجب ہے، اسی طرح اگر نابالغ کی کسی عورت سے شادی کردی گئی ہے تو اس کی بیوی کا نفقہ بھی اس کے مال میں واجب ہوگا، اسی طرح قرابت داروں کا نفقہ بھی۔ ❶

بچہ کی نماز وروزہ

جو چیزیں بالغ کے نماز وروزہ کو فاسد کرڈالتی ہیں ان چیزوں سے بچوں کی نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے، اوراسی طرح ان کا روزہ بھی، جیسے نماز میں بات کرے یا روزہ میں کھا پی لے تو نماز وروزہ فاسد ہوجائے گا، البتہ قہقہہ سے (اگر نماز کی حالت میں ہوتو) بچہ کی صرف نماز باطل ہوگی وضو نہ ٹوٹے گا، بخلاف بالغ کے کہ اس کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔ ❷

بچہ کی عبادت اوراس کا ثواب

عبادات گو ان پر واجب نہیں لیکن اگر یہ بجالائیں تو یہ عبادتیں ان کی طرف سے درست ہوں گی، اب رہی یہ بحث کہ انہیں ان کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ تو صحیح یہی ہے کہ خود انہی کو ان کا ثواب ملے گا، اگر کوئی انہیں سکھائے گا تو سکھانے کا ثواب سکھانے والے کو ملے گا، جیسے استاذ، والدین اوردوسرے لوگ، ارشادِ ربانی ہے ''لَيْسَ لِلْإِنْسٰنِ إِلَّا مَا سَعٰى '' (النجم: ۳۹) البتہ اولاد کے مرنے کے بعد والدین نفع اٹھائیں گے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ ❸

---

❶ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❷ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❸ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

بچہ کی امامت

بچہ کی امامت جائز نہیں ہے نہ فرائض میں نہ نوافل میں، خواہ وہ تراویح کی نماز ہو یا کوئی اور، جن لوگوں نے تراویح میں جواز کا فتوی دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ❶

بچہ کی قرأت سے سجدہ تلاوت

بچہ اگر کوئی آیت سجدہ پڑھ رہا ہے اور کوئی بالغ اسے سن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔ ❷

بچہ کی اقتداء سے جماعت

اگر کوئی اس طرح نماز پڑھے کہ صرف ایک بچہ مقتدی ہے تو بھی اُسے جماعت کا ثواب حاصل ہوگا، البتہ جمعہ کی جماعت میں صرف بچوں سے جماعت نہ ہوگی۔ ❸

بچہ کو ولایت حاصل نہیں

بچہ کو ولایت حاصل نہیں ہے، لہذا نہ وہ نکاح کرا سکتا ہے نہ قاضی بن سکتا ہے اور نہ گواہ بن سکتا ہے، البتہ خطیب بن سکتا ہے مثلا جمعہ میں خطبہ بچہ دے اور نماز بالغ پڑھا دے تو یہ درست ہے۔ ❹

بچہ کی حکومت

بچہ کی سلطنت درست ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لیکن ترجیح اسی کو ہے کہ وہ والی سلطنت نہیں بن سکتا ہے، البتہ لوگوں کے اتحاد کے لئے اس کی تعظیم یعنی اسے بڑا ماننا جائز

❶ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❷ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❸ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❹ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

ہے، بالغ ہونے کے بعد پھر بیعت کی تجدید ہوگی۔

چنانچہ فتاوی بزازیہ میں ہے کہ سلطان کی موت واقع ہوگئی اور ساری رعایا اس کے نابالغ بچہ کی سلطنت پر متفق ہوگئی، تو اس صورت میں یہ کیا جائے گا کہ سارے امورِ سلطنت کسی والی کے سپرد کردیئے جائیں اور اسی کے حکم سے سارے امور انجام پائیں گے، البتہ یہ والی جو منتظم کی حیثیت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس کا تابع شمار کرے تاکہ شاہزادہ کی شرافت قائم رہے، اس طرح رسماً سلطان تو وہ بچہ شمار ہوگا، اور حقیقت میں سلطنت اس والی کی ہوگی، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ سارے امورِ سلطنت درست طریقہ پر چل سکیں گے، اس لئے کہ قاضی یا جمعہ کا امام بچہ مقرر نہیں کرسکتا، اور نہ اس کا مقرر کرنا جائز ہے، اس طرح کے سارے کام والی انجام دے گا، جو سلطان کی جگہ تسلیم کیا گیا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ملک میں کوئی بدنظمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور نہ شرعاً کوئی اشکال پیش آئے گا۔ ❶

---

❶ الأشباه والنظائر: الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱/ الفتاوى البزازية: كتاب الأدب القاضي، الفصل الأول، ج ۱ ص ۴۸۹

علامہ ابن بزاز کردری رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۷ھ) اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) کے نزدیک بچے کا والی سلطنت بننا درست ہے، دیکھئے:

الفتاوى البزازية: ج ۱ ص ۴۸۹/ الأشباه والنظائر: ص ۳۰۱

جبکہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ بچے کے لئے ولایتِ قضاء اور سلطنت دونوں درست نہیں ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

وَإِذَا لَمْ تَصِحَّ وِلَايَةُ الصَّبِيِّ قَاضِيًا لَا يَصِحُّ سُلْطَانًا، فَمَا فِي زَمَانِنَا مِنْ تَوْلِيَةِ ابْنِ صَغِيرٍ لِلسُّلْطَانِ إِذَا مَاتَ فَقَدْ سَأَلَهُ فِي فَتَاوَى النَّسَفِيِّ وَصَرَّحَ بِعَدَمِ وِلَايَتِهِ وَقَالَ: يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الِاتِّفَاقُ عَلَى وَالٍ عَظِيمٍ يَصِيرُ سُلْطَانًا، وَتَقْلِيدُ الْقَضَاءِ مِنْهُ غَيْرَ أَنَّهُ يُعِدُّ نَفْسَهُ تَبَعًا لِابْنِ السُّلْطَانِ تَعْظِيمًا وَهُوَ السُّلْطَانُ فِي الْحَقِيقَةِ انْتَهَى. وَمُقْتَضَى هَذَا أَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى تَجْدِيدٍ بَعْدَ بُلُوغِهِ، وَهَذَا لَا يَكُونُ إِلَّا إِنْ عَزَلَ ذَلِكَ الْوَالِي الْعَظِيمُ نَفْسَهُ مِنَ السَّلْطَنَةِ، وَذَلِكَ أَنَّ السُّلْطَانَ لَا يَنْعَزِلُ إِلَّا بِعَزْلِهِ نَفْسَهُ وَهَذَا غَيْرُ وَاقِعٍ. ←

بچوں کے لئے نواقضِ وضو

جن چیزوں سے بالغ کا وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے نابالغ بچوں کا وضوبھی ٹوٹ جاتا

← فتح القدیر: کتاب أدب القاضی، ج۷ ص ۲۵۳

''الأشباہ والنظائر'' کے شارح علامہ حموی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ کتبِ کلامیہ میں امامت کے لئے بلوغت کو شرط قرار دیا ہے:

أَقُولُ: ذُکِرَ فِي مَبَاحِثِ الْإِمَامَةِ مِنَ الْکُتُبِ الْکَلَامِیَّةِ مِنْ جُمْلَةِ شُرُوطِ الْإِمَامَةِ الْبُلُوغُ.

غمز عیون البصائر: الفن الثالث، أحکام الصبیان، ج۳ ص ۳۱۳

اس کے بعد علامہ حموی رحمہ اللہ نے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت بھی نقل کی ہے۔

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے اس کلام کو علامہ نسفی رحمہ اللہ کے فتاوی سے نقل کیا ہے جو صاحبِ بزازیہ سے بھی مقدم ہیں۔ نیز علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ مصر کے بادشاہ کے ہاں صاحبِ اعتقاد تھے، مشکل وقت میں بادشاہ ان کی طرف رجوع کرتا تھا، اس سے بھی علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کہ بادشاہ کا ان سے ایک گونہ تعلق ہونے کی بناء پر رموزِ سلطنت اور مقاصدِ امامتِ کبری سے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ ناواقف نہیں تھے:

وکان ملک مصر من أکبر معتقدیه متی تعْرُوله حادثة سُئل عنها، مع کون الحافظ ابن حجر والعینی رحمهما الله موجودین فی زمانه أیضا.

فیض الباری: کتاب العلم، باب من سئل علما إلخ، ج ۱ ص ۱۶۳

نیز علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کاملین میں سے ہیں۔ ''رد المحتار: ج ۲ ص ۶۵۸، رشیدیہ ''علم خلاف کا مکمل علم رکھتے تھے۔'' رد المحتار: ج۳ ص ۵۷ ''امام الحنفیہ تھے۔'' رد المحتار: ج۳ ص ۱۸۲ ''ان کی تحقیق کا اپنا ایک الگ انداز ہوتا ہے'' رد المحتار: ج۳ ص ۵۰۴/ البحر الرائق: ج ۲ ص ۱۴۱ ''اہل ترجیح میں سے ہیں'' رد المحتار: ج۴ ص ۴۶۴ و ج۵ ص ۴۶۴ و ج ۷ ص ۱۷۸ ''رتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں'' رد المحتار: ج۴ ص ۳۳۱''

ابن الهمام هو الهمام ابن الهمام وناهیک به من إمام. ''مجموعة رسائل ابن عابدین: ج ۱ ص ۱۸۴/ ج ۱ ص ۳۳۵

ہے، سوائے نماز میں آواز کے ساتھ ہنسنے کے جیسا کہ اوپر گزرا۔ ❶

بچہ کی اذان

بچہ کی اذان اگر وہ عاقل نہیں ہے مکروہ ہے، لیکن اگر وہ سمجھ رکھتا ہے تو پھر اس کی اذان میں کوئی کراہت نہیں ہے، گو افضل بالغ ہی کا اذان دینا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عاقل بچہ کو مؤذن مقرر کرنا درست ہے۔ ❷

بچہ کے لئے نماز میں قیام

بچہ اگر نماز پڑھے گا تو اس میں اس کا کھڑا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ جب اس کی نماز درست ہوتی ہے تو اسے قیام کرنا ہوگا، گو یہ درست ہے کہ نماز کے ارکان وشرائط اس کے حق میں واجب قرار نہیں دیئے جاتے۔ ❸

بچہ کے لئے طہارت

بچہ اگر نماز پڑھے تو اس کے لئے طہارت ضروری ہے خواہ واجب وفرض سے اس کی تعبیر نہ کی جائے، اگر کوئی مراہق (قریب البلوغ) بچہ بلا وضو نماز پڑھ لے تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وضو کر کے پھر اسے لوٹا لے، تا کہ آئندہ زندگی میں وہ بلا وضو نماز پڑھنے کے مرض میں گرفتار نہ ہونے پائے، اور اگر وہ بچہ اس سن کو نہیں پہنچا ہے اور اس نے بلا وضو نماز پڑھی ہے تو اسے اعادہ کا حکم دینا ضروری نہیں ہے، گو یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ ❹

---

❶ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠١

❷ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠١

❸ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠١

❹ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠١

بچہ کا مستعمل پانی

بچہ نے جس پانی سے وضو کیا ہے وہ مستعمل کے حکم میں ہے، یہی راجح ہے۔ ❶

بچہ کا نمازِ جنازہ پڑھنا

بچہ اگر نماز جنازہ پڑھ دے تو کیا فرضِ کفایہ ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ راجح یہ ہے کہ بالغ کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا، اس لئے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ بچہ کی امامت نمازِ جنازہ میں بھی درست نہیں ہے۔ ❷

بچہ کی روایت

نابالغ جو بات نابالغی کی حالت میں سنے اور بالغ ہونے کے بعد اسے بیان کرے تو اس کی یہ روایت قبول کی جائے گی، البتہ اگر نابالغی ہی کی حالت میں بیان بھی کرے تو اس میں اختلاف ہے، مراہق یعنی قریب البلوغ ہے تو بعض متکلمین فرماتے ہیں کہ قبول کر لی جائے گی، البتہ جمہور کے نزدیک بلوغ سے پہلے جو روایت کرے وہ قبول نہیں ہے۔ ❸

بچہ کا ہِبَہ

ہدیہ اور اجازت کے سلسلہ میں بچہ کی بات قبول کی جائے گی مگر چھان بین کے بعد، اگر وہ کہے کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے یا میرے باپ کا ہے، اور انہوں نے آپ کی خدمت میں بطور ہبہ بھیجا ہے، یا آپ کی خدمت میں صدقہ کے طور پر پیش کیا ہے، لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ میرا مال ہے اور مجھے میرے والد نے اس کی اجازت دیدی ہے کہ آپ کی خدمت میں ہبہ یا صدقہ کے طور پر اسے پیش کر دوں تو پھر ایسی چیز قبول نہیں کرنی چاہئے۔ ❹

---

❶ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❷ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❸ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❹ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

بچہ کی خریداری

شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ پیسے لے کر دوکان پر آئے اور کہے کہ ماں نے اجازت دی ہے، لہذا ان پیسوں کی فلاں چیز دیدو تو دوکاندار کو چاہئے کہ وہ پہلے دیکھ لے کہ اگر ضرورت کی چیز مانگ رہا ہے تب تو اس کے ہاتھ وہ بیچے، اور بچوں کے کھانے کی چیز مانگ رہا ہے جیسے چاکلیٹ وغیرہ جسے بچے عام طور پر کھاتے ہیں تو اس کے ہاتھ نہ فروخت کرے۔ ❶

بچہ اور قرآن مجید

بچوں کو بلا ضرورت قرآن پاک چھونے نہ دیا جائے، اسی طرح ہر وہ کاغذ جس پر قرآن پاک لکھا ہوا ہے، لیکن پڑھنے کے لئے قرآن پاک دیا جائے گا تاکہ بچپن میں وہ جلدی پڑھ لیں، اس لئے کہ ان پر وضو فرض نہیں ہے۔ ❷

لڑکیوں کا ناک کان چھیدنا

لڑکیوں کے کان، ناک میں زیور کے لئے سوراخ کرنا جائز ہے، اس لئے کہ عہد نبوی میں اس کا رواج تھا، اور آپ نے منع نہیں کیا، دوسرے یہ تکلیف برائے زینت ہے اور اس کی اجازت ہے۔ ❸

بچہ کے لئے ہدیہ

بچہ کو کوئی ہدیہ بھیجے اور یہ معلوم ہو کہ یہ بچہ ہی کے لئے ہے تو والدین کو چاہئے کہ بلا ضرورت اسے اپنے مصرف میں نہ لائیں، بلکہ بچہ ہی پر خرچ کریں، اور اگر انہیں اس کے

❶ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❷ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

❸ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۱

استعمال کی ضرورت کسی وجہ سے ہے تو اس کی اجازت ہے، جیسے ہوں تو آبادی میں مگر وہ محتاج ہوں اور اگر محتاج نہیں ہیں تو پرہیز کریں، اور اگر ایسی جگہ میں ہیں کہ وہ چیز وہاں نہیں ملتی تو قیمت جمع کر کے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ ❶

مراہق اور حلالہ

بچہ اگر قریب البلوغ ہو جسے اصطلاح میں ''مراہق'' کہتے ہیں اور اسے عورت کی خواہش ہوتی ہے اور جماع پر بھی قادر ہے، تو مطلقہ مغلظہ عورت ایسے لڑکے سے نکاح کر لے، اور اس کے ساتھ رہے سہے اور ہمبستری کرے تو حلالہ ہو جائے گا، یعنی اگر بالغ ہونے کے بعد یہ لڑکا اسے علیحدہ کر دے تو یہ عورت پہلے شوہر کے لئے جائز ہو جائے گی۔ ❷

بچہ کا قبضہ مالِ مباح پر

بچہ کا کسی مباح چیز پر قبضہ ہو جائے یا اسی طرح کسی چیز کا اسے مالک بنا دیا جائے تو یہ سمجھدار بچہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ ❸

بچہ کا حکم لقطہ میں

اگر بچہ کوئی گری پڑی چیز پالے اور اسے وہ مالک کو نہ پہنچائے تو یہ ضامن ہوگا جس طرح بالغ ضامن ہوتا ہے، باقی اس لقطہ (گری پڑی چیز) کا مالک تک پہنچانے کے لئے اعلان تو یہ اس کے ولی کے ذمہ ہے۔ ❹

بچہ اور سلام و جواب

بچہ کو اگر کوئی سلام کرے تو اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے، رہا یہ مسئلہ کہ بچہ کو سلام کرنا چاہئے یا نہیں؟ تو راجح یہی ہے کہ سلام کرنا افضل ہے۔

❶الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠٢ ❷الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠٢ ❸الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠٢ ❹الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ٣٠٢

حضرت انس رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے تھے۔ پھر فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر لوگ کسی قوم کے پاس آئیں اور سلام نہ کریں تو گنہگار ہوں گے جس سے معلوم ہوا کہ ابتداءً سلام بغیر اختلاف سنتِ کفایہ ہے۔ ❶

بچہ کا قبول اسلام اور ارتداد

سمجھدار بچہ اگر اسلام قبول کرلے تو اس کا اسلام درست ہے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو اس وقت ان کی عمر سات سال کی تھی، چنانچہ انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا، اور زندگی بھر اپنے بچپن کے اس اسلام پر فخر کرتے رہے، البتہ جس بچہ کو عقل وشعور نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں، مگر بلوغ سے پہلے اگر مرتد ہوجائے تو راجح مذہب یہ ہے کہ وہ قابلِ قبول نہیں ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مسلک یہی ہے، اور امام اعظم رحمہ اللہ نے بھی اسی کو راجح قرار دیا، چنانچہ اگر وہ اسلام کے بعد حالتِ نابالغی میں اسلام سے پھر جائے گا تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ ❷

بچہ کا ذبیحہ

ایسا بچہ جو بسم اللہ جانتا ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ بغیر بسم اللہ ذبیحہ درست نہیں ہوتا، اگر یہ بسم اللہ کر کے کسی حلال جانور کو ذبح کرے تو اس کا کھانا درست ہے اور اس کا ذبیحہ جائز ہے، خواہ اس بچہ کا ختنہ ہو چکا ہو یا نہیں، اسی طرح ایسا بچہ اگر بسم اللہ پڑھ کر تیر چلائے اور اس سے شکار ہاتھ آئے تو اس کا کھانا درست ہوگا۔ ❸

❶صحیح البخاری: کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ج۸ ص۵۵، رقم الحدیث: ۶۲۴۷/ غمز عیون البصائر: الفن الثالث، أحکام الصبیان، ج۳ ص۳۲۰

❷غمز عیون البصائر: الفن الثالث، أحکام الصبیان، ج۳ ص۳۲۰

❸الأشباہ والنظائر: الفن الثالث، أحکام الصبیان، ص۳۰۲

بچہ اور اجنبی عورت

بلوغ سے پہلے بچہ اجنبی عورت کو دیکھ سکتا ہے، اور تنہائی میں اس کے ساتھ رہ بھی سکتا ہے، اور جس طرح اس کے لئے دیکھنا اور تنہائی جائز ہے اسی طرح عورت کے لئے بھی درست ہے کہ ایسے بچہ کو دیکھے، لیکن موجودہ دور کے فتنہ کا تقاضا یہ ہے کہ مراہق نہ عورت کو دیکھے نہ عورت اسے دیکھے، اسی طرح نہ وہ عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرے اور نہ عورت اس کے ساتھ۔ ❶

بچہ کی طلاق

نابالغ بچہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ❷

بچہ اور حرمتِ مصاہرت

ایسا نابالغ بچہ جسے عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے اگر وہ وطی کرے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی، اسی طرح ایسی بچی سے وطی کرے جو مشتہاۃ ہے تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی۔ ❸

بچہ اور قسامت و دیت

بچہ نہ قسامت میں داخل ہوگا اور نہ عاقلہ میں، اگر اس کے گھر میں کوئی مقتول پایا جائے گا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ ❹

کافر بچہ کا قتل

کافر حربی کا ایسا نابالغ بچہ جو لڑائی میں حصہ نہیں لیتا ہے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ ❺

❶الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۲ ❷الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۲ ❸الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۲ ❹الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۲ ❺الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۲

بچہ کی قسم

بچہ کی قسم منعقد نہیں ہوتی، یعنی اگر یہ قسم کھالے اور اس کی خلاف ورزی کرے تو اس پر کفارہ عائد نہیں ہوگا۔ ❶

بچہ کی سزا

ادب دینے کے لئے بچہ کو سزا دینا درست ہے، اسی طرح قید کرنا بھی، لیکن سزا کے طور پر یہ درست نہیں ہے، بچہ ایسا معاملہ کرے جس میں نفع وضرر دونوں کو احتمال ہو تو وہ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر اجازت دے گا نافذ ہوگا ورنہ نہیں، اور اگر صرف ضرر ہی ضرر ہو تو ایسا معاملہ سرے سے درست ہی نہیں ہوگا۔ ❷

بچہ کا قبول

اگر کوئی شخص بچہ کو کوئی چیز ہبہ کرے اور بچہ قبول کرلے تو نافع چیز میں اس کا قبول کرنا درست مانا جائے گا۔ ❸

غیر مشتہاۃ بچی کے ساتھ سفر

ایسی بچی جو مشتہاۃ نہیں ہے یعنی اسے دیکھ کر خواہش پیدا نہیں ہوا کرتی اس کے ساتھ سفر بغیر محرم کے درست ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ مرد اسے غسل دے۔ ❹

بچہ اور مسئلہ دیت

اگر کوئی بچہ کے ہاتھ میں چُھری دیدے اور بچہ اس سے اپنے آپ کو ہلاک کرلے تو دینے والے پر ضمان نہیں ہے، اور اگر وہ بچہ اس سے کسی دوسرے کو قتل کردے تو اس کی دیت

❶الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳ ❷الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳ ❸الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳ ❹الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳

اس کے عاقلہ پر عائد ہوگی، اور اس کے عاقلہ (اہلِ خاندان) چُھری دینے والے سے وصول کریں گے، اسی طرح اگر بچہ کو کوئی حکم دے کہ فلاں کو قتل کردو اور وہ اس کے کہنے پر قتل کرڈالے تو دیت اس کے اہلِ خاندان پر عائد ہوگی، اور خاندان والے یہ رقم حکم دینے والے سے وصول کریں گے۔ ❶

اگر بچہ درخت پر ہو

کوئی بچہ کسی درخت پر چڑھا ہوا تھا کسی نے حکم دیا کود پڑو، چنانچہ اِس کے کہنے پر بچہ نے چھلانگ لگائی اور موت واقع ہوگئی تو اس کی دیت کی ذمہ داری اس حکم دینے والے پر ہوگی۔ ❷

بچہ سے کام اور اس کی ہلاکت

کسی شخص نے کسی بچہ کو کسی کام کے لئے بھیجا اور بچہ اس میں ہلاک ہوگیا، تو ضمان اس بھیجنے والے پر ہوگا، اسی طرح اگر اس نے بغیر اس کے گھر والوں کی اجازت کے اسے کہیں بھیجا اور وہ بچوں کے ساتھ کسی کوٹھے پر چڑھ گیا، اور وہاں سے گر کر مر گیا تو ذمہ داری اس بھیجنے والے پر ہوگی۔ ❸

بچہ سے پھل تُڑوانا

کسی نے بچہ کو کسی درخت پر پھل توڑنے کے لئے چڑھایا یا لکڑی توڑنے کو کہا اور وہ درخت سے گر کر مر گیا، تو یہ شخص ذمہ دار ہوگا اور اس پر دیت آئے گی۔ ❹

بچہ کی ہلاکت وحفاظت

سات سال یا اس سے زیادہ کا بچہ اگر چھت سے گر جائے یا پانی میں ڈوب جائے تو بعض علماء نے کہا ہے کہ والدین پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ان لوگوں میں

❶ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳ ❷ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳ ❸ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳ ❹ الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳

شامل ہو چکا ہے جو بذاتِ خود اپنی حفاظت کیا کرتے ہیں، البتہ اگر عمر میں اس سے کم ہو یا عمر تو زیادہ ہو مگر عقل وشعور اب تک نہ آیا ہو تو والدین پر یا ان لوگوں پر ذمہ داری آئے گی جن کی پرورش اور نگرانی میں وہ رہتا ہے اور اسے کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اس وجہ سے کہ حفاظت کا جو فریضہ اس پر عائد ہوتا تھا اس میں اس نے غفلت برتی، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر صرف استغفار ہے اور فقہاء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ ❶

بچہ اور ناجائز چیز کا استعمال

ولی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بچے کو ریشم یا سونا پہنائے، یا اسے شراب پلائے، اور نہ یہ درست ہے کہ اُسے پیشاب پاخانہ کے لئے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بٹھائے، اور یہ بھی ناجائز ہے کہ مہندی سے اس کے ہاتھ یا پاؤں رنگین کرے۔ ❷

اس وقت یہ سلسلہ یہیں ختم کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اِسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

طالبِ دعا

محمد ظفیر الدین غفرلہ

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

❶الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۳، ۳۰۴

❷الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۴

اس باب کے جملہ مسائل ”الأشباه والنظائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ص ۳۰۰ تا ۳۰۴“ اور اس کی شرح ”غمز عيون البصائر: الفن الثالث، أحكام الصبيان، ج۳ ص ۳۰۹ تا ۳۳۱“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مؤلف کی کاوشوں پر ایک طائرانہ نظر

Designed & Printed By: Shafaq Urdu Bazar Karachi. 0321-2037721

اسٹاکسٹ

ادارۃ المعارف کراچی (احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا- کراچی)
021-35123161,021-35032020,0300-2831960

مولانا محمد ظہور صاحب (جامعہ سراج الاسلام، پارہوتی، مردان)
0334-8414660,0313-1991422

مولانا محمد نعمان صاحب کے علمی و تحقیقی بیانات و دروس کے لئے اس وٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں: 03112645500